

السنة

تالیف

شیخ الاسلام امام محمد صالح المنجد

اداره ترجمان السنة

لاہور۔ پاکستان

اسیما و اسیما

تصنیف

امام الحرمین علامہ حسن علی بن علی شہید

المستوفی
۱۹۶۸ء

عظیم الشان المکتب



شہرہ ادارہ ترجمان اسنیہ لاہور پاکستان

فہرست

صفحہ	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۶۹	عقیدہ رجعت	۱۳	عرض مترجم	۱
۶۹	شیعہ قوم اور بارہ امام	۱۵	مقدمہ	۲
۷۰	ائمہ اور علم غیب	۱۶	شیعیت کا آغاز	۳
۷۱	غلو و مبالغہ آرائی	۱۷	عبد اللہ بن سبا	۴
۸۳	عقیدہ تحریف قرآن	۱۸	فتنہ و فساد	۵
۹۳	قرآن مجید میں تبدیلی کس نے کی؟	۱۹	صحابہ کرام کے خلاف طعن و تشنیع	۶
۱۰۰	اصلی قرآن کس کے پاس ہے؟	۲۰	امہات المؤمنین کے خلاف	۷
۱۰۹	تحریف قرآن کی چند مثالیں	۲۱	طعن و تشنیع	۸
۱۱۲	شعہ تحریف کے قائل کیوں ہیں؟	۲۲	صحابہ کرام کی عمومی تکفیر	۹
۱۱۲	تحریف قرآن اور عقیدہ امامت	۲۳	صحابہ کرام اہلسنت کے نزدیک	۱۰
۱۱۹	چند مثالیں	۲۴	ایران میں شیعہ مذہب کی ترویج	۱۱
۱۲۵	تحریف قرآن اور تکفیر صحابہ	۲۵	ولایت و خلافت	۱۲
۱۲۳	تحریف قرآن اور تعطیل شریعت	۲۶	تعطیل شریعت	۱۳
۱۲۵	علم تحریف کے دلائل اور شیعہ کے جوابات	۲۷	مسئلہ بداع	۱۴

صفحہ	موضوع	نمبر شمار	صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۲۱۷	مدح صحابہ	۲۷	۱۵۰	انکار تحریف کا سبب	۲۸
۲۱۹	خلفائے راشدین کی خلافت کا اعتراض	۲۸	۱۶۹	قرآن مجید کے متعلق اہلسنت کا موقف	۲۹
	حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عمرؓ سے نکاح	۲۹	۱۷۵	اثبات تحریف کے لیے شیعہ کی کتب	۳۰
۲۲۳	حضرت علیؓ کی طرف سے شیعہ کی مذمت	۳۰	۱۸۰	شیعہ اور کذب و نفاق	۳۱
۲۲۶	وہابیہ کی طرف سے شیعہ کی مذمت	۳۱	۱۸۵	تقیہ دین و شریعت ہے	۳۲
۲۳۰	شیعہ کے دلائل اور تردید	۳۲	۱۹۹	مزید مثالیں	۳۳
۲۳۲	شیعہ اور ختم نبوت	۳۲	۲۰۴	شیعہ رفاۃ	۳۴
۲۴۱	مصادر و مراجع	۳۲	۲۰۸	تقیہ کا عقیدہ کیوں اختیار کیا	۳۵
۲۶۹			۲۱۰	چند مثالیں	۳۶
			۲۱۷	مدح صحابہ	۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مترجم

امام العصر علامہ احسان الہی ظہیر فرماتے ہیں:

”میں نے فرق پرکتا نہیں رکھا کہ اسلام کی خدمت کی ہے۔ تفرقہ نہیں پھیلا یا فرق بتایا ہے۔ لوگوں کو نبی اکرمؐ کے اسلام کی طرف پلٹنے اور اسلام کو صرف قرآن و سنت کے مطابق رکھنے کی ترغیب دی ہے“

افسوسناک بات یہ ہے کہ گمراہ اور ملحد لوگوں کا رد کرنے کیلئے اگر کوئی کھڑا ہوتا ہے تو اہل سنت ہی میں سے جاہل قسم کے لوگ اُسے کہتے ہیں کہ آپ کیوں مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ملحد اور گمراہ لوگوں کا رد حق کو بیان کرنا اور اس کو ثابت کرنا اور باطل کو مٹانا گروہ بندی اور عنصرت نہیں ہے اور نہ ہی تفرقہ بازی ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دین میں تفرقہ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے اندر اپنی طرف سے کوئی نئی بات نکالے اور اصرار کرے کہ اس کی نکالی ہوئی بات کے ماننے پر ہی کفر ایمان کا مدار ہے۔ پھر جو ماننے والے ہوں انہیں لے کر نہ ماننے والوں سے جدا ہو جائے اسلام کی باطل افکار سے تطہیر فرقہ بندی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات باطل افکار و آراء سے اسلام کی تطہیر کا ذریعہ ہیں اور ڈاکٹر عظیمیہ سالم صاحب کے الفاظ میں آپؐ کی کتب ہر اس طالب علم

کے ہاتھ میں مضبوط اسلحہ کی مثل ہیں جو دین اسلام کی تعلیمات کا دفاع کرنا چاہتا ہو۔
 دراصل اعداء اسلام نے فکری جدوجہد کے ذریعے اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنا
 چاہا مگر ہر دور میں علما و محدثین کا ایک ایسا گروہ موجود رہا جو ان کی سازشوں کو بے نقاب
 کرتا اور ان کے خود ساختہ فلسفوں اور عقائد و افکار کا ابطال کرتا رہا۔ آخری دور میں اس
 گروہ کا سرخیل علامہ احسان الحق ظہیر کو قرار دیا جاسکتا ہے جنہوں نے قادیانیت، شیعیت
 بابیت، بہائیت، اسماعیلیت، برہنیت اور تصوف کے نام پر غیر اسلامی فلسفوں اور عقائد کی
 ترویج کرنے والوں کے خلاف ایک کامیاب جدوجہد کی اور ان کے خلاف صف آراء ہوئے۔ کویت
 کے شیخ احمد قطلان کے الفاظ میں آپ باطل فرقوں کے خلاف ایک متحد دشمنی تھے کہ جنہیں
 ان فرقوں کے عقائد اور ان کی تردید میں دلائل ازبر تھے۔ آپ جس ملک میں بھی گئے فرق باطلہ
 کا اس انداز سے علمی و منطقی رد کیا کہ ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور فخرِ سلیم کے حاملین کے اذہان
 میں انقلاب برپا کر دیا۔

زیر نظر کتاب ”الشیعہ والسنۃ“ مختصر سی ضخامت کے باوجود شیعہ افکار کے سیلاب
 کو روکنے میں ایک مضبوط بند ثابت ہوئی ہے۔ ممکن تھا کہ ملائیشیا، انڈونیشیا، یورپی ممالک، مصر،
 فلپائن اور دیگر اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے مسلمانوں میں شیعہ متعصبین اپنے شیعہ انقلاب کیلئے
 راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہو جاتے مگر انھوں نے جہاں بھی اس قسم کی سازش کی یہ کتاب ان کے
 باطل عزائم کے آگے چٹان بن کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ نیز تقریباً ہر زبان میں اس کا مکمل ترجمہ
 یا اقتباسات شائع ہو چکے ہیں۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ کرنے کی اشد ضرورت تھی اور
 کافی عرصے سے مختلف حلقوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہو رہا تھا چنانچہ ادارہ ترجمان السنہ
 کی طرف سے اس کا ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس کتاب کا ترجمہ کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ آسان ترین

اسلوب اور الفاظ کو اختیار کیا جائے تاکہ ہر طبقہ کا قاری اس سے مستفید ہو سکے۔ اس کتاب میں ثناء کیا گیا ہے کہ شیعہ عقائد یہودی سائرش کے تحت وضع کیے گئے ہیں اس فرقے کی بنیاد بھی ایک یہودی شخص عبد اللہ بن سبائے رکھی۔

اس کتاب میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث اس بنیادی نکتے پہ کی گئی ہے کہ شیعہ دین میں قرآن مجید مکمل کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں تحریف و تبدیلی کر دی گئی ہے۔ دیگر موضوعات تفسیر، احادیث اور سب صحابہ کا بھی ذکر موجود ہے البتہ ان موضوعات اور دیگر شیعہ عقائد کی تفصیل علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتب میں بیان کی ہے۔

میں نے اس کتاب کے اخیر میں ایک مختصر سا مقالہ ”شیعہ اور عقیدہ ختم نبوت“ کے نام سے تحریر کیا ہے اس موضوع کی عزیمت تو علامہ صاحب کی تصنیفات میں موجود تھیں مگر مستقل اس موضوع کو آپ نے مس نہیں کیا تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم پورے دثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی سلیم الفکر شیعہ اپنے مذہب سے تائب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ ہی آج تک کوئی شیعہ عالم اس کتاب کا جواب دے سکا ہے۔ میں یقین ہے عرب ممالک کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی یہ کتاب ان شاء اللہ شیعہ حضرات کے راہ راست پہ آنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ المصنف کے درجات کو بلند فرمائے اور نیک عاجز کو بھی اجر و ثواب میں شریک فرمائے۔ آمین۔

عطاء الرحمن ثاقب

ادارہ ترجمان السنہ لاہور

۶ جنوری ۱۹۹۰ء

مقدمہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على محمد المصطفى نبی
الہدی والرحمة وعلى آله واصحابہ الطاہرین البررة - اما بعد !
امت اسلامیہ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج ہر انتشار و اختلاف کا داعی اتحاد اتفاق
کے بلند و بانگ دعوے کر رہا ہے۔ اہل نکر و جہل کی طرف سے اس لفظ کا استعمال اس
قدر عام ہو گیا ہے کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے فریب میں مبتلا ہو کر ان کے
پھیلانے ہوئے جال کا شکار ہو چکے ہیں۔

پنچا پنچہ قادیانی جو صلیبی استعمار کے پروردہ اور اسلام کے صاف و شفاف چہرے
پر بدخدا داغ نہیں وہ بھی اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے زہر آلود عقائد کی نشر و اشاعت
کے لیے راہ ہموار کر سکیں۔

اسی طرح بھائی جو کہ روس اور انگریز کی پیداوار ہیں وہ بھی اس لفظ کے پردے میں
اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔

اپنے ہی شیعہ جو کہ یہودیوں کی اولاد اور اسلام کا نقاب اوڑھنے والا ایک یہودی

لے اس فرقے کے متعلق ہماری مستقل تصنیف ہے ”القادیانیہ دراست و تحلیل“
لے اس فرقے کے متعلق بھی ہماری مستقل تصنیف ہے ”البرہانیۃ امام الحقائق والوقائع“

گروہ ہے وہ بھی اپنے مگردہ چہرے کو چھپانے کے لیے اور انکشافِ حقیقت کے خوف سے اس لفظ کا سہارا لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ تو اتحاد و اتفاق کا نعرہ درحقیقت ایسا کلمہ حق ہے جس کے درپردہ باطل چھپا ہوا ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب خوارج نے ”لاحکم الا اللہ“ کا نعرہ بلند کیا تو آپ نے فرمایا ”کلمۃ حق اريد بها الباطل“ کہ بات تو سچی ہے مگر اس کا محل استعمال درست نہیں۔ لے

تو اتحاد و اتفاق کا نعرہ تو حق ہے مگر اس کے چھپے باطل کا فرما ہے تاکہ اس خوبصورت نعرے کو بدترین مقاصد کے لیے ڈھال بنایا جاسکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے =

”ایک ایسا زمانہ آئے گا جب باطل اس قدر پُر پُر سے پھیلا چکا ہو گا کہ حق کی تلاش مشکل ہو جائے گی۔“ لے

اور وہ زمانہ یہی ہے کیونکہ باطل فرقے اتحاد و اتفاق کے نعرے کو ڈھال بنا کر اس انداز سے اپنے باطل کی ترویج میں مصروف ہیں کہ حقیقی اسلام کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ شیعہ فرقے نے کچھ عرصہ سے مسلمان ممالک میں چھوٹے چھوٹے کتابچوں اور مینیٹروں کی تقسیم شروع کر رکھی ہے جن میں انھوں نے شیعہ سنی اتحاد کی طرف دعوت دی ہے اس سے ان کا مقصد اہل سنت کو شیعہ بنانا ہے۔ وہ ان کتب و رسائل سے اپنے آپ کو اہل سنت کے نہیں بلکہ اہل سنت کو اپنے قریب کرنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں اپنے قریب کا شکار کر کے شیعہ بنایا جاسکے۔

یہ گروہ چاہتا ہے کہ اہل سنت اپنے عقائد سے براءت کا اظہار کر کے شیعہ عقائد

کو اختیار کر لیں۔ وہ شیعوہ عقائد جو یہودیت کی ایجاد ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اہل سنت بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں معاذ اللہ ”بد“ کا عقیدہ رکھیں کہ اللہ کو بعض واقعات کا اس وقت تک علم نہیں ہوتا جب تک وہ رونمانہ ہو جائیں۔ اور قرآن مجید کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھیں کہ اس میں تحریف و ترمیم ہو چکی ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی اور دوسرے امام افضل ہیں اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذ اللہ کفار و مرتدین اور خائن و بددیانت تھے۔ اور اہمات المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن تھیں اور یہ کہ امام مالک امام ابو حنیفہ امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری وغیرہ سب کافر و مرتد تھے۔

تویہ بے وقیح اور مذموم مقصد جو ”اتحاد و تقرب“ کے نعرے کے پس پردہ کافرا سمبے۔ اور جب اس گروہ کے ان مذموم مقاصد سے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ تو ان کی طرف سے چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رہنی چاہیئے اے

ایران کے ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی نے اتحاد کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے ٹائٹل پر اس نے ”ولاتنازعوا فتشلو اوقذہب ریحکم“ آیت درج کی ہے یعنی آپس میں مت جھگڑو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے اسلاف کی طرح تقیہ اور مکر و خداع کی مثال قائم کرتے ہوئے کتاب کے ابتدائی صفحات میں اتحاد کی اہمیت و ضرورت پہ زور دیا ہے مگر چند صفحات کے بعد اتحاد و اتفاق کے اس مکی نے عبقری امت حضرت عمر بن خطابؓ کے خلاف دریدہ دہنی کی ہے۔ یہی شخص جو مقدمے میں لکھتا ہے کہ محب الدین الخطیب کی کتاب ”الخطوط العریفہ“ جیسی کتب نہیں لکھی جانی چاہیئے۔ اسی کتاب میں وہ حضرت عمرؓ کے خلاف خبیث باطن

کوئی مسلمان بھی اپنے عقائد سے دستبردار ہو کر اور ازواجِ مطہرات و صحابہ کرامؓ کی حرمت و ناموس کا سودا کر کے اتحادِ امت کے اس خود ساختہ نظریے کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی صاحبِ ایمان شخص قرآن کریم کے تقدس کو یا محال کرنے والے اور تحریفِ قرآن جیسا کفریہ عقیدہ رکھنے والے سے نفی فکری و نظری اتحاد کر لے اور ان کے ان کفریہ عقائد کی تردید کرنے کو وحدتِ امت کے خلاف تصور کرے۔ ایسا اتحاد یقیناً غیر فطری و غیر اسلامی ہے۔ کفار مکہ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے اتحاد کا مطالبہ کیا تھا کہ ان کے بتوں کا ابطال نہ کیا جائے اور شرک کی مذمت نہ کی جائے مگر اس پر اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان نازل ہوا تھا۔

”قل یا ایہا الکافرون • لا اعبد ما تعبدون • ولا انتم عابدون ما اعبد • ولا انا عابد ما عبدتم • ولا انتم عابدون ما اعبد • لکم دینکم ولی دینی“
 ”اے میرے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کفار! جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتا۔ اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ نہ ہی میں تمہارے خداؤں کو الہ مان سکتا ہوں۔ اور نہ ہی تم اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود حقیقی مان سکتے ہو۔ چنانچہ تم اپنا دین اختیار کیے رکھو (میں تمہارے دین کی تصدیق نہیں کر سکتا) میں اپنے دین پہ کاربند رہوں گا۔

نیز ”وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مَخْلُصُونَ“ ۱۷

ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہم تو خالصہ

کا اظہار کر کے اپنے مودف کی مخالفت کرتا ہے۔ لطف اللہ صافی اور اس جیسے دوسرے افراد وحدتِ امت کے نام پہ امتِ اسلامیہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو ماننے والے ہیں۔

نیز ”قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني وسبحون

الله وما انا من المشركين“ اے

اے پیغمبر! فرمادیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار اس کی طرف
علیٰ درجہ البصیرت دعوت دیتے ہیں پاک ہے اللہ کی ذات میں اس کے ساتھ شرک
کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

نیز ”وما يستوي الاعمي والبصير ولا الظلمات ولا النور ولا الظل

ولا المحرور وما يستوي الاحياء ولا الاموات“ اے

یعنی ”نابینا اور بینا، تاریکی اور روشنی، سایہ اور گرمی کی تپش برابر نہیں ہو سکتے
اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہو سکتے ہیں“

اسلام جو ہمیں اتحاد کا تصور دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اختلاف ہو کتاب و سنت
کی طرف رجوع کیا جائے پچنانچہ ہر وہ فرقہ جو کتاب و سنت کی طرف رجوع نہیں کرتا
وہ اتحاد کی دعوت میں مخلص نہیں ہو سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم
فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم قومون
بالله هذا اليوم الاخر“ اے

اے سورة البقرہ آیت ۱۳۹۔

اے سورة فاطر آیات ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲۔

سورة النسا آیت ۵۹۔

”اے ایمان والو! اللہ، رسول اور لبابِ حق و عقد کی اطاعت کرو اور اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرو اگر تمہارا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہے۔“

چنانچہ وحدتِ امت کے وہ تمام تصورات غیر اسلامی ہیں جن میں تصحیح عقائد اور رجوع الی الکتاب و السنہ کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ اختلاف ختم کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ اپنے عقائد و افکار کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ڈھالا جائے۔

شیعہ گروہ بھی اگر رفع اختلاف میں مخلص ہے تو انہیں سب صحابہ کرام جیسے بیوی عقیدے سے اظہارِ برأت کرنا ہو گا کیونکہ یہ عقیدہ واضح طور پر قرآنی آیات سے متصادم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ وَأَعَدَ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ ۱۰

”وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، ان پر اور ان کی اچھے طریقے سے اتباع کرنے والوں پر اللہ راضی ہو گیا اور وہ ان سے راضی ہو گئے، اللہ نے ان کے لیے جنت بنائی ہے جس کے درختوں تلے سے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں تاابد رہیں گے، یقیناً یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

نیز ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَةِ“ ۱۱

یعنی ”اللہ نے مومن (صحابہ کرام) کو اپنی رضا مندی سے نوازا جب وہ (اے نبی!) درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔“

اسی طرح ارشاد نبوی ہے،

لا تمس النار مسلماً رانی اور اری من رانی“ اے

یعنی کسی ایسے مسلمان کو جس نے ایمان کی حالت میں مجھے دیکھا یا میرے صحابہ کو دیکھا جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔“

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم غرضاً من بعدی، فمن احبہم

فحببی احبہم، ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم، ومن اذاہم فقد

آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ“ ۱۷

”اے لوگو! میرے صحابہ کے متعلق گفتگو کرتے وقت اللہ سے ڈا کرو، میرے بعد

انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، ان سے وہی محبت کرے گا جسے مجھ محبت ہوگی اور

ان سے وہی بغض رکھے گا جسے مجھ سے بغض ہوگا، جس نے انہیں تکلیف دی گویا اس نے

مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی گویا اس نے اللہ کو تکلیف دی اور

جس نے اللہ کو تکلیف دی وہ یقیناً اس کا مواخذہ کرے گا۔“

ان آیات و احادیث کے مطالعہ کے باوجود بھی اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے خلاف اپنے سینے میں بغض و عناد رکھے تو اس سے اتحاد کرنا خلاف شریعت

ہے۔

۱۷ رواہ الترمذی وھو حسن

۱۸ رواہ الترمذی

اسی طرح اگر یہ گروہ واقعی اتحاد بین المسلمین کا داعی ہے تو اس گروہ کو تحریفِ قرآن کے عقیدے سے تاب نہ ہونا ہوگا اور یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ موجودہ قرآن مجید ہر لحاظ سے مکمل ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے اور اس کی ترتیب وحی الہی کے مطابق ہے شیعہ گروہ کو ایسے تمام افراد سے اظہارِ برأت کرنا ہوگا جو اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں خواہ ان کے محدثین و مفسرین اور قدیم فقہاء و مورخین ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ تحریفِ قرآن مجید کا عقیدہ اتحادِ امت کے لیے زہرِ قاتل ہے۔

اسی طرح شیعہ گروہ کو یقینہ جو کہ کذب و نفاق کا دوسرا نام ہے سے بھی اظہارِ برأت کرنا ہوگا اور کذب و نفاق کو تقدس کا درجہ دینے کی بجائے کلیتہً اس سے اجتناب کرنا ہوگا۔

ان یہودی اور مجوسی عقائد سے توبہ کیے بغیر شیعہ سنی اتحاد کا نعرہ محض فریب اور لالچ ہی نہیں بلکہ امتِ اسلامیہ کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے۔ اسی نعرے کی وجہ سے اس گروہ کو اہل اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا موقع ملا۔ یہ نعرہ دراصل اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے راہِ ہموار کرتا ہے، اس نعرے کی وجہ سے یہی یہودیوں اور مجوسیوں اور دوسرے اعداءِ اسلام کو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انھیں نقصان پہنچانے اور اسلامی عقائد کو مسخ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ آپ تاریخِ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس میں ایک شیعہ راہنما ابنِ علقمی نظر آئے گا جس نے سقوطِ بغداد میں کلیدی کردار ادا کیا، اپنے آپ کو فاطمی کہلانے والے شیعہ نظر آئیں گے جنہوں نے بارِ باکعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا اور اکابرینِ اسلام کو تہ تیغ کیا، آپ کو شیعہ قرلباش خاندان نظر آئے گا جس نے ہندوؤں سے مل کر سقوطِ مشرقی پاکستان میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ سارا کچھ اسی نعرے کی وجہ سے ہوا۔ یہ نعرہ اتحاد کے لیے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ اتحادِ امت کا راز

صرف اور صرف اتباع کتاب و سنت میں پنہاں ہے۔ متبعین کتاب و سنت کا اتحاد ہی ”اتحاد بین المسلمین“ کہلا سکتا ہے، اسلامی عقائد سے انحراف کر کے اور غیبت و رجعت جیسے یہودی و مجوسی عقائد کو اختیار کر کے اتحاد کے نعرے کا مقصد شریعت اسلامیہ کو مسخ کرنا اور امت میں تفریق پیدا کرنا تو ہو سکتا ہے۔ ایسے نعرے سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

یہ کہنا کہ اس قسم کا اتحاد مسلمانوں کی قوت کا باعث بن سکتا ہے یا اس قسم کے اتحاد سے ہم اعداء اسلام کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بالکل عبث ہے اس لیے کہ اللہ و رسول کے نزدیک صرف اس اتحاد کی اہمیت ہے جو اللہ و رسول کی اتباع کرنے والوں اور اذخا ص اسلامی عقائد کو اختیار کرنے والوں کے درمیان ہو، اور صرف ایسے لوگ ہی عند اللہ مؤمنین ہیں، اور انہی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ“ اے

یعنی ”صحابِ ایمان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔“

نیز: ”وَإِنَّمَا الْأَعْلَوْنَ ان كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ اے

”مگر تم کامل مومن بن جاؤ تو ساری کائنات پہ تمہاری بالادستی قائم ہو جائے گی۔“

جب تک اسلامی عقائد میں اجنبی افکار کی آمیزش نہیں ہوئی تھی اللہ کی طرف سے نصرت و تائید کا سلسلہ جاری رہا، یہی وجہ ہے کہ صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا دور فطحات اور مسلمانوں کے تسلط کا دور تھا مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہودیت کو اسلامی عقائد سے اپنے افکار کو پیوند کرنے کا موقع ملا تو یکدم

۱۔ سورۃ الروم آیت ۴۷۔

۲۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۳۹۔

فتوحات کا سلسلہ رک گیا اور حالات مسلمانوں کے لیے نامسازگار ہو گئے اے

نکتہٴ استشہاد یہ ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ صرف کتاب و سنت پر عمل پیرا رہی اور اس نے کسی دوسرے فلسفے یا نظریے کی طرف رجوع نہیں کیا وہ متحد و متفق رہی اور اللہ کی نصرت و تائید انھیں حاصل رہی اور جوں ہی اس نے دوسرے افکار کو اپنا لیا وہ انتشار کا شکار ہو گئی۔ چنانچہ اتحاد بین المسلمین کی اساس صرف اتباع کتاب و سنت ہے۔ اس سے سراسر موخرف اتحاد امت کے لیے زہر قاتل ہے۔ ضعیفی افکار خالصتاً یہی ہوئی دجوسی افکار ہیں۔ ان افکار کو قبول کر لینا انتشار و افتراق کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

خلاصہٴ بحث یہ ہوا کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی عقائد کی طرف دعوت دینا ہی وحدت و اتحاد کی دعوت ہے اور اگر شیعہ، بابی، بہائی، قادیانی، اسماعیلی اور دیگر باطل فرقے اتحاد کا نام لیتے ہیں تو وہ محض دھوکہ اور فریب ہے مسلمانوں کو اس دھوکہ میں مبتلا ہو کر انھیں عقائد اسلامیہ کو مسخ کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

اس کتاب کی تالیف کا محرک بھی یہی ہے کہ اہل سنت کو خبردار کیا جائے کہ شیعہ دین یودیوں کا ایجاد کردہ دہرور وہ ہے جو کہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور مسلمانوں اور ان کے اسلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ انھوں نے اسلام اور اہل اسلام سے انتقام لینے کی غرض سے اس دین کو ایجاد کیا اور اس پر اسلام کا نقاب چڑھانے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اپنے افکار کی ترویج کر سکیں اس کتاب میں ہم نے شیعہ قوم کا جو قرآن مجید کے متعلق عقیدہ ہے اسے وضاحت

اے اس جگہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؑ کے چند اقوال نقل کیے ہیں جو کہ شیعہ کی مذمت میں ہیں اور چونکہ وہ تمام اقوال کتاب کے آخر میں دوبارہ ذکر کیے گئے ہیں اس لیے ان کے ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

کے۔ اتھ بیان کیا ہے، اور ایسے ایسے شواہد و مستند دلائل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملے گا۔

اسی طرح اس کتاب میں ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کذب و نفاق جسے وہ تفتیہ کا نام دیتے ہیں پوری شیعہ قوم کا شعار ہے، اور وہ اُسے اللہ کے نزدیک تقرب کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان مباحث کے ضمن میں شیعہ کے دوسرے عقائد مثلاً، عقیدہ بداء، سب صحابہ و ازواجِ مطہرات، تفضیل ائمہ، اصولِ دینِ شیعہ و اہل سنت کے مابین اختلاف کے اسباب کا ذکر بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مختصر سی کتاب دینِ شیعہ کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے اہل سنت بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور وہ سادہ لوح شیعہ بھی جنہیں اپنے مذہب سے آگاہی نہیں اور وہ صرف حبِ اہل بیت کے دھوکے کی وجہ سے اس دین کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان سادہ لوح شیعہ افراد کو شیعہ دین کی اصلیت سے آگاہ کیا جائے تاکہ انہیں اس دین سے اظہارِ برأت کی توفیق ہو سکے اور وہ اپنی عاقبت سنوار سکیں۔ جہاں تک ان کے وعاظ و علماء کا تعلق ہے وہ اس دین کی اصلیت لوگوں کو اس لیے نہیں بتلاتے کہ انہیں اپنے دین کو چھپانے اور اسے ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ایک شیعہ روایت ہے:

”اذکم علی دین من کتمہ اعذہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ“

یعنی حضرت جعفر صادق نے اپنے شیعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا دین ایک ایسا دین ہے کہ جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اس کی اشاعت

لے اصول کافی از کلینی۔ اس کا ذکر باب ”الشیعہ و الکذب“ میں مفصلاً آئے گا۔

کمرے کا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں اس امر کا شدت سے التزام کیا ہے کہ کوئی غیر مستند شیعہ نص ذکر نہ کی جائے اور ہر نص اور عبارت کا حوالہ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اس امر کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ وہ نص شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب میں موجود ہو۔ اے ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب کے بعد ایک اور تصنیف کا اضافہ کیا جائے تاکہ جن موضوعات کا احاطہ نہیں ہو سکا ان کا احاطہ کیا جاسکے۔ ۲۔

احسان الہی ظہیر۔ لاہور

۲۲ مئی ۱۹۷۳ء

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

اے لطف صافی نے ”السهم المصیب فی الرد علی الخطیب“ لکھ کر یہ گمان کر لیا تھا کہ چونکہ محب الدین الخطیب دنیا میں نہیں رہے اس لیے شاید اس کتابچے کا جواب کسی کی طرف سے نہ دیا جائے اور یوں وہ لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائے مگر اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فضل سے حق کا دفاع کرنے والے اب بھی موجود ہیں۔ ہمیں صافی کے اس رسالے کا تھوڑی دیر پہلے ہی علم ہوا جب ہم نے گزشتہ برس حج کے لیے سعودیہ کا سفر کیا۔ اگر اس سے قبل ہمیں اس کا علم ہو جاتا تو ہم کب کے یہ قرض چکا چکے ہوتے۔ اس لیے جواب میں تاخیر کی وجہ سے کوئی دھوکہ نہیں رہا۔

۱۔ الحمد للہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع پر اس تصنیف کے بعد چار مزید کتب شائع ہو چکی ہیں (۱) الشیعۃ و اهل البیت (۲) الشیعۃ و القرآن (۳) الشیعۃ و الشیع (۴) بین الشیعۃ و اهل السنۃ۔

باب اول

شیعیت کا آغاز

جب سرورِ گرامی قدر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کی کوفوں سے کفر و شرک کی ظلمتیں چھٹنے لگیں تو کفر و شرک کے حاملین اسی وقت پیغمبر اسلام اور آپ کی تعلیمات کے خلاف محاذ آراء ہو گئے اور انہوں نے پہلے تو میدان جنگ میں بالمقابل صف بندی کر کے دُوبدو مسلمانوں کو شکست دینا چاہی مگر جب ان کی تمام تر تدابیر مسلمانوں کے ایمان و یقین کے سامنے نہ ٹھہر سکیں اور جذبہ جہاد سے سرشار کائنات کی عظیم ہستی کے عظیم ساتھیوں نے میدان جہاد میں ارباب کفر و شرک کو پس پا کر دیا تو انہوں نے ایک نیا لبادہ اوڑھ کر فکری محاذ پر مسلمانوں کی قوت و شوکت کو پارہ پارہ کرنے کی خفیہ جہد و جدوجہد شروع کر دی۔

چنانچہ جزیرہ عرب میں یہودی لابی، ایران میں نجوسی عناصر اور برصغیر میں ہندو اہل اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُؤَيِّدُون لِيُطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ فَتَوَاصِعُوْا هُمْ وَاَللّٰهُ مُتِمِّمٌ نُّوْرِهِ وَاَلُوْكَرِ الْكَافِرُوْنَ (۱)

مخالفین اسلام اللہ تعالیٰ کے جلالتے ہوئے چراغ کو اپنی پھونچوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ بھی اپنے نور کو مکمل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرتے۔

اسلامی عقائد کی دیوار میں سب سے پہلے جس شخص نے نقب لگانے کی کوشش کی وہ منافق ”عبداللہ بن سباؓ“ کے نام سے معروف ہے وہ اپنے تئیں مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوا اور کفریہ عقائد کی تردید کے لئے اپنی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ ناپاک اور بد طینت شخص اپنے سینے میں اسلام کے خلاف بغض و تہجد چھپائے حب اہل بیت کا بادہ اوڑھے اور اپنے مکہ وہ چہرے پر اسلام کا ماسک لگائے۔

اُن سادہ لوح افراد کو مکر و دجل کے جال میں بھنسا کر صحیح اسلامی عقائد سے منحرف کرنے لگا جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق روم و فارس کی سلطنتوں کے فتح ہونے کے بعد دین اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ لِيَجْعَلَ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔“
سورۃ النور آیت ۵۵۔

اللہ تعالیٰ کا شریعت اسلامیہ کے مطابق عمل کرنے والے اہل ایمان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں اقتدار عطا فرمائے گا اور دین اسلام کو مضبوط اور غالب فرمائے گا اور مسلمانوں کے خوف کو امن و سکون میں تبدیل کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور روم و فارس کی سلطنتوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ عظیم الشان فتوحات یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کو گوارا نہ تھیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے عقائد و افکار میں نقب زنی کر کے غیر اسلامی افکار و نظریات داخل کرنا چاہے کیونکہ ان کے اسلاف قیصر و کسریٰ بنو قریظہ اور بنو نضیر میدان جنگ و قتال میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے اور انہیں ختم کرنے کی کوشش کا تجربہ دہرا چکے تھے اور اس میں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ تو یہودیوں اور مجوسیوں کے باہمی اشتراک عمل نے عبداللہ بن سبا کو جنم دیا۔ اور یہاں سے تشیع یعنی شیعہ ازم کا آغاز ہوا۔ ابن سبا نے اسلامی سلطنت کے فرماں روا، داماد رسولؐ ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے خلاف ہر ممکن شروع کر دیا اس نے دُور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے حضرت عثمانؓ کے خلاف بے بنیاد الزامات عائد کئے، بہت سے یہودی اور مجوسی اس کے معاون بن گئے اور یوں انہوں نے اسلامی سلطنت میں ایک خفیہ تنظیم قائم کر لی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا بادہ اوڑھ کر پوری سلطنت میں اپنے نمائندوں کا جال پھیلادیا۔

اس گمراہ نے ”ولایت علیؓ“ کو بنیاد بنا لیا اور اپنے پیروکاروں میں ایسے عقائد کی نشر و اشاعت شروع کر دی جن کا دین اسلام کے بنیادی ارکان سے کوئی تعلق نہ تھا یہ لوگ خود کو ”شیعہ اہل علیؓ“ کہنے لگے جب کہ حضرت علیؓ ان سے اور ان کے عقائد سے بری الذمہ تھے۔

اس طرح سے عبد اللہ بن سبا اپنے یہودی اور مجوسی معاونین کے تعاون سے امت اسلامیہ میں ایک ایسا فرقہ پسند کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے آگے چل کر ناسور کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس فرقے نے اسلامی عقائد کو شدید نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کے اسلاف کے خلاف انتقامی موقف اختیار کیا۔

عبد اللہ بن سبا شیعہ عقائد کا بانی ہے۔ اس کا اعتراف خود شیعہ کے بعض مؤرخین نے بھی کیا ہے چنانچہ شیعہ مؤرخ ”الکشی“ جو کہ ان کے مقدم علمائے رجال میں سے ہے اور جن کے بارہ میں شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ وہ ”جید عالم صحیح العقیدہ اور مستقیم المذہب“، اس کی کتاب علم رجال کے موضوع پر انتہائی اہم، قدیم اور بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، کتاب کا پورا نام ہے ”معرفة النبا قیس عن الأئمة الصادقین“ جو کہ رجال الکشی کے نام سے معروف ہے۔ یہ نامور شیعہ مؤرخ اپنی کتاب میں رقمطراز ہے۔

”بعض اہل علم سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا، پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت علی علیہ السلام سے اظہار محبت کرنے لگا، اور اس کا جو عقیدہ حضرت موسیٰؑ کے لئے: مقدمہ رجال الکشی حالات مصنف۔ ۵۲ اس کا پورا نام ہے ابو عمر بن عبد العزیز الکشی۔ چوتھی صدی کے شیعہ علمائے شیعہ سے تھا، شیعہ روایات کے مطابق اس کا گھراں وقت کے شیعہ کامرکز تھا۔

دھی یوشع بن نون کے بارے میں تھا بعینہ وہی عقیدہ اس نے حضرت علیؓ کے متعلق اختیار کیا وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؓ کے مخالفین کی تکفیر کی۔ اسی بنا پر شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ تشیع (شیعہ ازم) یہودیت سے ماخوذ ہے“ لہ

یہی روایت شیعہ محدث دموئزخ مامقانی نے الکشی سے اپنی کتاب ”تنقیح المقال“ میں نقل کی ہے لہ

اسی طرح شیعہ مؤرخ نوبختی جس کے بارہ میں مشہور شیعہ ماہر علم رجال نجاشی کہتا ہے ”الحسن بن موسیٰ ابو محمد النوبختی بہت بڑے شیعہ متکلم اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھنے والے اور جید عالم تھے، ۳

شیعہ مؤرخ طوسیؒ نوبختی کے متعلق لکھتا ہے:

”امام ابو محمد نوبختی بہت بڑے متکلم علم کا ماہر فلسفی، اور صحیح العقیدہ شیعہ عالم تھے۔ نور اللہ قسری نوبختی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

”نوبختی، شیعہ فرقہ کے اکابرین میں سے ہیں وہ بہت بڑے متکلم اور فلسفی تھے یہ شیعہ مؤرخ ”نوبختی“ اپنی کتاب ”فرق الشیعہ“ میں لکھتا ہے۔

”عبد اللہ بن سبا ابو بکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ پر طعن و تشنیع کا آغاز کرنے والوں میں سے تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ علی علیہ السلام نے اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ کو جب علم ہوا تو آپ نے اُسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے گرفتار

۱۔ رجال الکشی ص ۱۰۱ مطبوعہ مؤسسۃ الأعلیٰ کربلاء عراق۔

۲۔ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ طہران۔

۳۔ الفہرست از نجاشی ص ۴۷ مطبوعہ بھارت ۱۳۱۷ھ۔

۴۔ فہرست الطوسی ص ۹۸ مطبوعہ بھارت ۱۸۳۵ء۔

۵۔ مجالس المؤمنین از قسری ص ۱۷۷ مطبوعہ ایران۔

کمر کے لایا گیا۔ اعتراف کرنے پر حضرت علی نے اُسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر اس کے ساتھ چیخ اٹھے کہ اے امیر المومنین! آپ ایسے شخص کو کیوں قتل کر رہے ہیں جو اہل بیت سے محبت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے جس پر حضرت علی نے اسے جلاوطن کر کے ایران کے شہر مدائن کی طرف بھیج دیا۔

نوحی لکھتا ہے؛ اہل علم سے روایت ہے کہ یہ شخص یہودی تھا پھر وہ اسلام قبول کر کے علی علیہ السلام کا معتقد ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے سے قبل وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے متعلق جو عقائد رکھتا تھا اسی قسم کے عقائد کا اظہار اس نے علی علیہ السلام کے بارہ میں کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے علی علیہ السلام کی امامت و ولایت کی فریفت اور آپ کے دشمنوں سے برأت کے عقیدے کا پرچار کیا۔ اسی بنا پر شیعہ کے مخالفین یہ

لے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛
لے صافی! اس بات پر غور کرو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے عبداللہ بن سبا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے راشدین سے محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ تمہارا یہ حال ہے کہ تم صحابہ کرام کی تکفیر و تفسیق بھی کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ ہاں! یہ بعض شیعہ کا اجتہاد ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہو کہ یہ بات شیعہ سنی اتحاد میں رکاوٹ نہیں بنی چاہیے۔

صافی اور اس کے ہموا اس لیں! شیعوں سے اس دقت اتحاد نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارہ میں وہی عقیدہ نہ رکھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت علی صحابہ کرام کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والوں کو واجب القتل سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے ابن سبا کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے کی خاطر اور کسی مصلحت کے پیش نظر اُسے جلاوطن کر کے تہہ پر ہی اکٹھا کر لیا۔

کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب کی بنیاد یہودیت پر رکھی گئی ہے۔

نوجنتی یہ بھی کہتا ہے جب عبد اللہ بن سبا کو حضرت علیؑ کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص ان کے جسم اطہر کے ستر ٹکڑے بھی مجھے دکھا دے اور ستر عینی شاہد ان کے قتل کی گواہی دیں میں تب بھی یہی کہوں گا کہ ان کی موت واقع نہیں ہوئی کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ جب تک وہ پوری دنیا پر قبضہ نہیں فرما لیتے ان پر موت نہیں آ سکتی ہے ایک شیعہ مؤرخ اپنی کتاب ”روضۃ الصفا“ میں لکھتا ہے :

”عبد اللہ بن سبا کو جب علم ہوا کہ مصر میں عثمان بن عفان کے مخالفین موجود ہیں تو وہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے بظاہر تقویٰ و طہارت کا بادل اڑھ لیا اور جب اسے کچھ ہمنوا میسر آ گئے تو اس نے اپنے نظریات پھیلا نا شروع کر دیئے اس نے کہا کہ ہر نبی کا ایک وصی اور نائب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور نائب حضرت علی ہیں۔

اس نے یہ بھی کہا کہ امت نے حضرت علیؑ پر ظلم کیا ہے، ان کا حق غصب کیا ہے وہ خلافت کے حق دار تھے ان سے ان کا یہ حق چھینا گیا ہے اور چھیننے والے ابوبکر و عمر تھے اور اب عثمان بن عفان نے ان کا حق غصب کیا ہے چنانچہ ان کے خلاف بغاوت کر کے حضرت علیؑ کی بیعت کرنا ہمارا فرض ہے کچھ مصری اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے ساتھی بن گئے اور عثمان بن عفان کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔“

تو یہ ہیں خود شیعہ مؤرخین کی گواہیاں اور واضح نصوص جن سے ہم نے درج ذیل اشادات اخذ کئے ہیں۔

اولاً یہودیوں کی طرف سے اسلام کے بباہ میں عبداللہ بن سبا کی قیادت میں ایسے گروہ کی ایجاد جو بظاہر مسلمان کہلائے۔ مگر درپردہ اسلام کا دشمن اور کفر و ارتداد کا حامی ہو۔

ثانیاً مسلمانوں کے درمیان انتشار پھیلانے کی گہری سازش جس میں یہودی گروہ کے بعد امت اسلامیہ واضح طور پر گروہ بندی کا شکار ہو گئی اور فتوحات کا وہ طویل سلسلہ رک گیا جس کا آغاز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا تھا اور دنیا کے خطے خطے پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا۔ اور یہ ساری سازش ابن سبا اور اس کی تنظیم کی طرف سے تیار کی گئی اور ”عصب علی“ کے نام سے پروان چڑھی ہے۔

سبائیوں کی کاروائیوں کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی اور پھر اس کے بعد فتنہ و فساد کا ایسا دروازہ کھلا کہ آج تک اسے بند نہیں کیا جاسکا۔ آج بھی تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ابن سبا کی معنوی اولاد ابن سبا کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہے۔

ثالثاً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف بغض و حقہد پر مبنی عقائد کی ترویج۔ یہودیوں کا مقصد تھا کہ وہ مسلمانوں کی تاریخ کو اتنا داغدار کر دیں اور اسے اس قدر معیوب بنا کر پیش کریں کہ ان کی نسلیں اپنی تاریخ پر فخر کرنے کی بجائے اس سے نفرت کا اظہار کریں اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے کارناموں پر رشک کرنے کی بجائے ان کی عیب جوئی میں مصروف رہیں۔

اے محققؔ نے یہ سارے حقائق اور تاریخی شواہد اپنی کتاب ”الشیعہ والتشیع“ میں بیان فرمائے ہیں اور مستند حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ملعون و تشنیع اور جنگ جمل وغیرہ کے پیچھے سبائیوں کا خفیہ اور واضح ہاتھ کار فرما تھا۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی انشاء اللہ منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔

یہودی اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور مسلمانوں میں سے ہی ایسا گروہ پیدا کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین پیروکاروں اور آپ کے دست و بازو بن کر رہنے والے، آپ کے لاتے ہوئے دین کو کائنات تک پہنچانے والے آپ کے پرچم تلے جہاد کر کے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں لٹانے والے، آپ کے اشارہ و پروا پنا تین من بچھا کر کے لٹانے والے، ہاتھوں میں قرآن اور سینوں میں نور ایمان لئے اللہ کی زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے والے، اسلام کے پورے کی اپنے خون سے آبیاری کرنے والے نبی کائنات کے محبوب، ممتع، اطاعت گزار اور دفا شعار، مقدس اور پاکباز ساتھیوں کے خلاف زبان طعن دراز کرنے لگا۔ ان کی قربانیوں، محرومیوں، غیوب بنا کر پیش کرنے لگا۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلانے لگا۔ ادویوں اس گروہ نے گویا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی کہ آپ اپنی مسلسل جدوجہد کے باوجود بھی ایسے ساتھی تیار کرنے میں ناکام رہے۔ جو آپ کے وفادار اور سچے پیروکار ثابت ہوتے۔ آپ اپنے ساتھیوں کی تربیت نہ کر سکے۔ وہ معاذ اللہ بظاہر تو آپ کے ساتھ رہے مگر حقیقت میں ان کے دلوں میں نفاق تھا اور وہ محض اقتدار کی خاطر آپ سے وابستہ رہے۔

اس عہدے کے بعد سورۃ النعر کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ
اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّ
كَانَ تَوَّابًا۔

یعنی جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور
اے ہمارے نبی! آپ لوگوں کو دیکھیں کہ
وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل
ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی تعریف
و تسبیح اور استغفار کریں کہ وہ توبہ کرنے والوں

کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تو اگر معاذ اللہ نبی کے ساتھی کفار و مرتدین تھے تو وہ کون لوگ ہیں جو بوق در بوق دین اسلام میں داخل ہوئے؟

رابعاً یہودیوں کی طرف سے قرآن و حدیث پر اعتماد ختم کرنے کی کوشش انہوں نے عام صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب رسول اللہ سے براہ راست فیض یافتہ، اور آپ سے قرآن سن کر لوگوں تک پہنچانے والے ہی معاذ اللہ کفار و منافقین ٹھہریں گے تو ان کے جمع کردہ قرآن پر کون اعتماد کرے گا۔ اور یوں قرآن کریم کی صحت مشکوک ہو جائے گی اور مسلمان کتاب ہدایت سے محروم ہو جائیں گے یا اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے۔

اسی وجہ سے سبائیوں نے اگے چل کر یہ عقیدہ بھی اختیار کر لیا کہ نہ صرف صحابہ کا ایمان مشکوک ہے بلکہ ان کا جمع کردہ قرآن بھی تحریف و تبدیلی سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ کہ اصل قرآن اُس بارہویں امام کے پاس ہے جو غار میں چھپا ہوا ہے۔ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

جو لوگ عیاذ باللہ۔ قرآن کریم میں خیانت اور تحریف کرنے سے باز نہیں آتے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ اس کی تفسیر و توضیح اور آپ کے ارشادات و فرامین میں رد و بدل سے کیوں کم باز رہیں گے۔ اور اس عقیدے کے بعد قرآن کے علاوہ حدیث کی صحت بھی مشکوک ہو جائے گی اور اسلام کی ساری بنیاد ہی منہدم ہو کر رہ جائے گی۔ یہودی اس میں بھی کامیاب ہوئے اور شیعہ قوم نے اس عقیدہ کو بھی اپنے عقائد میں شامل کر لیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک نہ موجودہ قرآن اصلی ہے اور نہ ہی حدیث کی کتب متبادل اعتماد میں۔

شیعہ قوم کے عقائد کے مطابق اب مسلمانوں کی ہدایت درابھائی کے لئے کوئی کتاب

موجود نہیں۔ اصلی قرآن غار میں بند ہے چنانچہ بارہویں امام کے غار سے نکلنے کا انتظار کیا جائے جو قیامت تک نہیں نکلے گا اور حدیث ویسے ہی اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے

خامساً

یہودی عقیدہ ”عقیدہ وصاوت“ کی تردید اس عقیدے کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ حدیث میں۔ یہودیوں نے یہ عقیدہ محض اس لیے پھیلایا کہ وہ صحابہ کرام کی تکفیر کر سکیں کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علیؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وصی و نائب، اور خلیفہ مقرر فرما کر گئے تھے تو آپ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کی بیعت فرض تھی اور یوں خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور مسلمانوں کی طرف سے ان کی بیعت باطل ٹھہرتی ہے اور وہ غاصب، خائن اور ظالم قرار پاتے ہیں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نص اور آپ کے واضح حکم کی مخالفت کی وجہ سے ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ”عقیدہ وصاوت“ کو اختیار کیا گیا۔ تاکہ اسے بنیاد بنا کر صحابہ کرام کی تکفیر کی جاسکے اور پھر اس کے ذریعہ سے قرآن و حدیث کی صحت کو مشکوک قرار دے کر اصلاحی عقائد کو باطل قرار دیا جاسکے۔

شیعہ قوم کے نزدیک اس عقیدے کی اہمیت تمام ارکان اسلام سے زیادہ ہے ان کے نزدیک حضرت علیؑ کی وصاوت و نیابت کا اقرار عین ایمان اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا اقرار عین کفر ہے۔ اور اس عقیدے کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین و مفسرین اور ائمہ و فقہاء میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں رہتا۔

یہودی، حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی و نائب قرار دیتے ہیں اور شیعہ حضرت علیؑ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی و نائب قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ خالصہ یہودی عقیدہ ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس عقیدہ کو مسلمانوں کو کافروں سے جہاد کی بجائے آپس میں دھم دگر بیان کرنے کے لئے ابن سبائے پھیلایا اور یہ بات شیعہ مؤرخین ”کشی“ اور ”نوبختی“ کی گزشتہ عبارتوں پر ذرا سا بھی غور کرنے سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

سادساً دوسرے یہودی افکار و نظریات کی اشاعت مثلاً معیتہ رجعت، تصرف، بداء اور علم غیب وغیرہ ان عقائد کا ذکر آگے آئے گا۔

یہ تمام کے تمام یہودی عقائد ابن سبّا اور اس کے دوسرے یہودی ساتھیوں نے مسلمانوں میں پھیلانے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابن سبّا کی ان سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہ تھا جیسا کہ نوجنتی کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے اس کی تائید ”طوق الحمامۃ فی مباحث الامامۃ“ میں یحییٰ بن حمزہ زیدی نے بھی کی ہے، سوید بن غفلہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا۔

”میں نے کچھ لوگوں کو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف گستاخی کے کلمات کہتے ہوئے سنا، میں سیدھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کچھ لوگ ابو بکر و عمر کو برا بھلا کہتے ہیں جن میں عبد اللہ بن سبّا بھی ہے ان کا کہنا ہے کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے مگر آپ ظاہر نہیں کرتے، حضرت علیؓ بہت زیادہ پشیمان ہوئے اور فرمایا ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ، رَحِمَنَا اللّٰهُ“ اللہ کی پناہ، خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ پھر آپؐ شدید غصے اور پریشانی کے عالم میں اٹھے، مجھے ساتھ لیا اور سیدھا مسجد میں تشریف لے آئے لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ منبر پر چڑھے، اس قدر روئے کہ آپؐ کی دائرہ مبارک النہوس سے ترمو گئی پھر آپؐ نے خطبے کا آغاز کیا اور فرمایا۔ وہ کون بد بخت ہیں جو ابو بکر و عمرؓ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی، ساتھی، آپؐ کے مشیر و وزیر قریش کے سردار اور مسلمانوں کے آقا تھے ان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں سے میں برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ابو بکر و عمرؓ کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والے سُن لیں، میرا ان کے بارہ میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ زندگی بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باوفا ساتھی بن کر رہے، نیکی کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے رہے۔ ان کی خوشی بھی اللہ کے لئے تھی ان کا غضب بھی اللہ کیلئے تھا، رسول اللہ ان کی رائے کا احترام کرتے، ان سے بے پناہ محبت کرتے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی

خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے رسول اللہ ان سے زندگی بھر خوش رہے، انہوں نے کبھی اللہ کے حکم سے تجاوز نہ کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابع بن کر رہے اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے۔

خالق ارض و سما کی قسم! ان سے محبت رکھنے والا مومن اور بغض رکھنے والا منافق ہے ان کی محبت بارگاہِ خداوندی میں تقرب کا ذریعہ اور ان سے بغض بد نصیبی اور اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب ہے۔ اللہ اس شخص پر لعنت فرماتے جو اپنے دل میں ان کے خلاف بغض و عناد رکھتا ہے۔

خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں اہل سنت کی کتب حدیث و تفسیر میں بے شمار روایات ہیں۔ نبی البلاغ میں بھی اس طرح کی بہت سے نصوص موجود ہیں۔ مگر جہاں تک شیعہ قوم کے دین کا تعلق ہے تو وہ یہودیوں کا ایجاد کردہ ہے اس کی بنیاد ان خطوط پر رکھی گئی ہے جو یہودی النسل ابن سبأ اور اس کے دیگر یہودی ساتھیوں نے وضع کیے ہیں شیعہ قوم اپنا تعلق اسلام سے جوڑنے کے لئے یہودیت سے براءت کا اظہار کرتی ہے مگر جب تک وہ ان عقائد سے رجوع نہیں کرتی جو یہودیت سے ماخوذ ہیں اور ان افکار سے براءت کا اظہار نہیں کرتی۔ جو خالصہ ابن سبأ کی ایجاد ہیں اس وقت تک ابن سبأ یہودی سے ان کا رشتہ نہیں توڑا جاسکتا۔ شیعہ عقائد یہودی عقائد ہیں ان سے تو بیکے بغیر یہودیت سے براءت کا کوئی فائدہ نہیں۔

شیعہ قوم کے دین کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم یہودی منافقوں کے پھینکے ہوئے لقمے کو چبا رہی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار بنی ہوئی

عبداللہ بن سبا

ہم گزشتہ صفحہ میں عبد اللہ بن سبا کے متعلق بشرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ یہ شخص یہودی تھا، اس نے مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اسلام دشمن کاروائیوں کا آغاز کیا اور اپنے بہت سے معاونین کی مدد سے اس نے مختلف شہروں میں فتنہ و فساد کا جال پھیلایا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف مسموم پردہ بیگنڈہ جاری رکھا جس کے نتیجہ میں امت اسلامیہ انتشار کا شکار ہو گئی اور یہودیت کے بطن سے حب علیؑ کے پردہ میں ایک نئے دین نے جنم لیا جس کے پیروکاروں نے شیعان علیؑ کا لقب اختیار کر لیا۔

ہم ان تمام امور کی وضاحت شیعہ مؤرخین کی اپنی نصوص کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ان سبا کے متعلق تکمیل موضوع کے لئے چند اور نصوص ذکر کرتے ہیں چنانچہ حضرت زین العابدینؑ شیعہ کے نزدیک جو تھے معصوم امام۔۔۔ بیان فرماتے ہیں

”اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر رحممت لگانے والوں پر لعنت فرمائے۔ جب عبد اللہ بن سباؑ کا ذکر ہوتا ہے تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے علی علیہ السلام کی طرف بہت غلط باتیں منسوب کیں جب کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول اللہؐ کے بھائی تھے (یعنی الہ یا وصی و نائب رسول نہ تھے)۔ آپؑ کو جو مقام و مرتبہ ملا وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے ملا“

اسی طرح شہر بنو جعفر صادق سے روایت ہے۔

”ہمارے خاندان کی طرف بہت سے غلط عقائد منسوب کئے گئے ہیں، میلہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط دعوے کئے۔ اس طرح عبد اللہ بن سبآن نے علی علیہ السلام کے حوالے سے بہت سے غلط عقائد کی اشاعت کی“ ۱۔

”عبد اللہ بن سبآن جب شام میں وارد ہوا تو اس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسانے کی کوشش کی پھر وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی باتیں سن کر فرمایا: تم کون ہو؟ اظنک واللہ یہودیہ یعنی مجھے تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو“ ۲۔

فتنہ و فساد

تمام مؤرخین خواہ ان کا تعلق شیعہ سے ہو یا اہل سنت سے ان کا اتفاق ہے کہ ابن سبآن نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ اپنی اشتعال انگیز کاروائیوں سے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کیا ابن سبآن نے ہی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے ساتھیوں کو اکساکر انہیں شہید کیا اور جنگ جمل سے قبل جب کہ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی تمام غلط فہمیاں دور ہو چکی تھیں اور معاہدے پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا۔ ابن سبآن نے دونوں لشکروں میں اپنے آدمی داخل کر کے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیر اندازی کر کے جنگ کا آغاز کر دیا تھا اور صورت حال کا علم نہ ہونے کے باعث دونوں لشکر غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے خلاف محاذ آراء ہو گئے تھے۔ اور پھر یہی ابن سبآن شہر شمر اور بستی بستی جا کر اپنے عقائد کا پرچار کرتا رہا۔ مدینہ منورہ سے مہرگیا، مصر سے بصرہ اور بصرہ سے کوفہ اور

۱۔ رجال الکشی ص ۱۰۱۔

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۹۰ مطبوعہ مصر۔

پھر کوہ کو اس نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا اور اہل بیت سے محبت کی ادٹ میں وصالت و دلاست ملی، تبر بازی، رجعت اور دیگر عقائد کی ترویج جاری رکھی۔ یہود و مجوس میں سے اس کے بہت سے معادین بھی تھے۔ لعنتہ اللہ علیہم۔

صحابہ کرامؓ کے خلاف طعن و تشنیع

شیعہ مؤرخ نو بختی کی وہ نص چیمے گز رہی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ابن سبائے سب سے پہلے خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف طعن و تشنیع کا آغاز کیا اور پھر اس کے بعد اس کے پیروکاروں نے اُسے اپنے عقائد میں شامل کر کے مستقبل طور پر تبر بازی شروع کر دی اور یہ عقیدہ شیعہ قوم کی پہچان بن گیا چنانچہ کوئی شیعہ ایسا نہیں جو خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف اپنے سینے میں بغض و عداوت نہ رکھتا اور انہیں برا بھلا نہ کہتا ہو۔

شیعہ مؤرخ اور جرح و تعدیل میں شیعہ کا امام ”الکشی“
حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارہ میں شیعہ قوم کا عقیدہ بیان

حضرت ابو بکر صدیقؓ

کرتے ہوئے حمزہ طیار سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا:

”ایک دن ہم نے امام جعفر صادقؑ کے پاس محمد بن ابی بکر کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے، واللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد بن ابی بکر پر انہوں نے علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (یعنی علیؑ) میرے امام ہیں آپ کی اطاعت فرض ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ میرا باپ ابو بکر جنہی ہے (معاذ اللہ) اس بات کا ذکر کر کے امام جعفر صادقؑ فرمانے لگے کہ محمد بن ابی بکر میں نبابت و کرامت باپ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی والدہ اسماء بنت عیسٰی رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے تھی“

اسی طرح کی روایت شیعہ نے امام باقرؑ سے بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”محمد بن ابی بکر نے علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت اپنے باپ سے براہت کا اظہار کیا تھا“ ۱

فیض ”محمد بن ابی بکر برے گھرانے کے اچھے فرد تھے“ ۲
یہ تمام عبارات جو محمد بن ابی بکر، اور امام جعفر و امام باقر کی طرف منسوب ہیں بلاشبہ خوساختہ ہیں۔ مگر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان سے یہودی ذہنیت کی عکاسی اور یہودی بغض و حق د کس طرح سے مترشح ہو رہا ہے۔

فادوق اعظم | حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”عقبقری“ کا لقب عطا کیا ۳ ان کے خلاف شیعہ قوم اپنے دل میں بہت زیادہ عداوت رکھتی ہے۔

شیعی روایت ہے ”حضرت سلمان فارسی اپنے کسی ذاتی کام کے لئے عمر بن الخطاب کے پاس آئے، عمرؓ نے انہیں واپس کر دیا، بعد میں عمرؓ کو اپنے فعل پر شرمندگی ہوئی اور انہیں واپس بلایا تو سلمان فارسی نے عمرؓ سے کہا میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارے دل سے دور جاہلیت کا (اسلام کے خلاف) تعصب ختم ہو گیا ہے یا تم ویسے کے ویسے ہی ہو ۴ اس روایت سے شیعہ قوم تاثر یہ دینا چاہتی ہے کہ معاذ اللہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بظاہر اسلام قبول کرنے کے باوجود بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دور جاہلیت کا ساتھ رکھتے تھے۔

حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔
”صہیبؓ برا آدمی تھا کیونکہ وہ عمر کو یاد کر کے رویا کرتا تھا،“ ۵

۱ رجال الکشی ص ۶۱ - ۲ ایضاً ص ۶۱ تحت ترجمہ محمد بن ابی بکر، ۳ ملاحظہ ہو بخاری مسلم باب فضائل الصوۃ
۴ رجال الکشی ص ۲۰ حالات سلمان الفارسی ۵ ایضاً ص ۳۰ -

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوتے دیکھتے ہیں مگر انہوں نے کہا:

”محمد بن ابی بکر نے اپنے والد (ابو بکر صدیقؓ) سے براءت کے علاوہ علیؓ کی بیعت کرتے وقت عمر سے بھی براءت کا اظہار کیا تھا۔“

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی حضرت فاروق اعظمؓ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

”عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اظہارِ مذمت کرتے ہوئے کہا تھا: میں نے اور ابو بکرؓ نے (اہل بیت سے) خلافت و امارت کا حق غضب کو کے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ ابو بکرؓ خلافت غضب کرنے پر آمادہ کرنا اور بعض کو بعض پر فوقیت دینا میرا بہت بڑا جرم تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس جرم کی معافی مانگتا ہوں۔“

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم اقمیؒ اپنی تفسیر میں صدیقؓ و فاروقؓ کے خلاف اپنے جنت باطن کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔

”قرآن مجید کی آیت ”یَوْمَ يَعْصِيُ الظَّالِمُ“ (یعنی قیامت کے روز ندامت و تأسف کی وجہ سے ظالم اپنی انگلیوں کو کاٹے گا) اس آیت میں ظالم سے مراد ابو بکر ہے۔ وہ کہے گا یا لیتنی لما اتخذ فلاناً خلیلاً اے کاش میں فلان یعنی عمر کو اپنا دوست نہ بناتا یہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود حرام کا ارتکاب اور امیر المؤمنین علیؓ علیہ السلام کی فضیلت کا انکار کرتے رہے۔“

نہ رجال کشی ص ۹۱۔

علی بن ابراہیم قمی کے متعلق شیعہ کہتے ہیں ”یہ حدیث میں ثقہ معتد اور صحیح العینہ تھے، ان کی کتاب قدیم ترین تفسیر ہے جس نے اہل بیت کی فضیلت میں نازل شدہ آیات سے پردہ اٹھایا، یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ تمام باقولہم صادق کی تفسیر ہے انہوں نے تفسیر امام مکی (شیعہ کے گیدہوں میں امام کے زمانے میں تصنیف کی ہے) (مقدمہ کتاب ص ۱۹) لے تفسیر اقمی ج ۲ ص ۱۱۳ مطبوعہ نجف العراق ۱۳۸۶ھ۔“

۷۰ ترجمہ مقبول

الشیطان فی اُمنیته فیمنع الله ما یلقى الشیطان،

یعنی ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی انبیاء و رسل اور محدثین مبعوث کئے ان میں شیطان نے جب بھی اپنی خواہش کے انکار کی کوشش اللہ تعالیٰ نے اس شیطانِ خواہش کو منسوخ کر دیا ہے۔

یہی قی ارشاد باری تعالیٰ ”فَمَا نَقْضُهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً“ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے یہودی بغض کا اظہار یوں کرتا ہے:

مورشا دا الہی ہے، علی کی خلافت و امارت میں عہد شکنی کی وجہ سے تم نے ان (صدیق و فاروق اور دیگر صحابہ کرام) پر لعنت کی اور ان کے دل پتھر کر دیئے۔ انہوں نے علی کی امامت کو غصب کر لیا اور خود مسلمانوں کے حکمران بن کر بیٹھ گئے۔“ ۲

ارشاد باری تعالیٰ "لِيَعْمَلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ
الَّذِينَ يَخْلَوْنَ بِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ" کی تفسیر کرتے ہوئے یہی قیٰمی لکھتا ہے،

”جن لوگوں نے امیر المومنین کی خلافت چھینی، ان کا حق سلب کیا وہ روز قیامت اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے پیروکاروں کا بھی جنہیں انہوں نے گمراہی کے راستے پر ڈالا۔ امام جعفر فرماتے ہیں۔ قیامت تک قتل و نفاق فساد و زنا عرضیکہ جتنے بھی جرائم سرزد ہوں گے ان کا گناہ ابوبکر و عمر کی گردن پہ ہوگا۔ . . . البربحکہ جس نے ارتکاب حرام (عصبِ خلافت) کا آغاز کیا اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے اس حرام کے ارتکاب کی راہ ہموار کی۔ نوامیہ اور بنو عباس سمیت قیامت تک آنے والے تمام بادشاہوں اور ارباب اقتدار کا گناہ اسے ملے گا۔“

۱۔ تفسیر ج ۲ ص ۸۶

۲۷ ایضاً ج ۱ ص ۱۶۲۔

۳۸۳ سے ایضاً ج ۱ ص ۳۸۳

شیعہ مومخ کشی شیعہ راوی ورد بن زید سے بیان کرتا ہے اس نے کہا:
 ”میں امام باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کمیت (شیعہ قوم کا سردار) نے
 اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ امام باقر علیہ السلام نے اُسے اجازت دے دی۔
 چنانچہ کمیت نے امام باقر کی خدمت میں حاضر ہو کر ابو بکر و عمر کے متعلق دریافت کیا تو
 آپؑ نے فرمایا: آج تک جس قدر بھی اللہ اس کے رسولؐ اور حضرت علیؑ کے حکم کی
 مخالفت کی گئی ہے اس کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔ تو کمیت نے کہا: اللہ اکبر! اتنا
 ہی کافی ہے،

ایک اور روایت میں ہے

”امام باقر علیہ السلام نے کمیت سے کہا: آج تک جس قدر بھی ناحق خون بہایا گیا ہے
 پوری داکے اور زنا کا ارتکاب کیا گیا ہے اس کی سزا ان کا ارتکاب کرنے والوں کے علاوہ
 ابو بکر کو بھی ملے گی، اور ہم اپنے تمام بڑوں اور چھوٹوں کو ان کے خلاف لعن طعن کرنے اور
 تبرا بازی کا حکم دیتے ہیں۔“

عثمان بن عفانؓ

شیعہ قوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی بے انتہا بغض رکھتی ہے۔
 کیونکہ آپؓ نے مالی طور پر اسلام کو تقویت پہنچائی، مسلمان جب اقتصادی زبوں حالی کا شکار
 تھے اس وقت آپؓ نے اپنی ساری دولت مسلمانوں کے لئے وقف کر دی تھی۔ شیعہ

۱۔ رجال الکشی ص ۱۷۹

۲۔ رجال الکشی ص ۱۸۰ احوال کمیت بن زید الاسدی

قوم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسی جذبہ ایثار اور آپ کی سنہری خدمات پر غیظ و غضب اور بغض عداوت کے اظہار کے لئے یہودیت سے اخذ کردہ عقائد کے مطابق اپنی کتب میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔

چنانچہ شیعہ مورخ کشی اپنی کتابیں خود ساختہ حکایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ عثمان اتر کر چلتا ہوا ان کے قریب سے گزرا، امیر المؤمنین (علیؓ) نے حضرت عمار کو اشارہ کیا تو انہوں نے عثمان کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:

لا یتوی من یعمر المساجدا
یخل فیہا رکعاً و ساجدا
ومن تراہ عاندا معاندا
عن الخبار لا یزال حاندا
وہ شخص جو کو کعبہ سجود سے مسجد کو آباد کرنے والا ہو اور وہ جو اپنے آپ کو گرو بخا سے بچا کر غرور و نخوت سے چلنے والا ہو برابر نہیں ہو سکتے۔

عثمان فریاد شکایت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس گیا اور کہا ہم نے اس لئے اسلام قبول نہیں کیا کہ ہم پر آوازے کے جاتیں اور ہماری توہین کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کو عثمان کا یہ غرور و تکبر پسند نہ آیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

”یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم“ یہ لوگ اسلام قبول کر کے بڑا احسان جتلاتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا بوجھ نہ ڈالو لے

یہی کشی شیعہ راوی صالح الخزاء سے یہ روایت یوں بیان کرتا ہے:

”علی علیہ السلام اور حضرت عمارؓ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ ادھر

سے عثمان کا گزر ہوا، تو کچھ گرد و غبار اس کے کپڑوں پر جا گرا جس پر عثمان نے اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر تکبرانہ انداز سے منہ دوسری طرف پھیر لیا تو علی علیہ السلام نے حضرت عمار سے کہا کہ جو میں کہوں تم اسے دہراتے جانا تو علی علیہ السلام نے وہی شعر پڑھے:

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَحْمِلُ الْمَسَاجِدَ الْخ

حضرت عمار بھی ساتھ ساتھ دہراتے چلے گئے۔ اس پر عثمان آگ بگولا ہو گیا اور حضرت علی کو تو کچھ نہ کہہ سکا مگر عمار کو کہا: اوجینے غلام! تو علی علیہ السلام نے حضرت عمار سے کہا جادو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سے شکایت کر کے آؤ کہ عثمان نے مجھے ”کمینہ غلام“ کہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے علاوہ کسی اور نے بھی عثمان کو یہ کہتے سنا ہے۔ عمار نے علی علیہ السلام کا نام لیا، علی علیہ السلام نے بھی تصدیق کی تو آپ نے حضرت علی سے فرمایا، جاؤ تم بھی عثمان کو یہی الفاظ کہہ کر آؤ چنانچہ علی علیہ السلام گئے اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا تم ہو گے غلام، تم ہو گے کمینے“ ۲۷ عیاذ باللہ!

شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بتان باندھتے ہوئے لکھتا ہے:-

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا، قیامت کے روز پانچ گروہ پانچ جہنڈے لے کر میرے پاس سے گزریں گے۔ پہلے گروہ کی قیادت ایسی امت کا ”بنی اسرائیل“ بچھڑا، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوگا، میں اس گروہ سے پوچھوں گا: تم نے میرے بعد ثقیف یعنی قرآن مجید اور اہل بیت سے کیا سلوک کیا؟ تو جواب ملے گا: قرآن مجید کو ہم نے تبدیل کر دیا اور اہل بیت پر ہم نے ظلم کیا تو

میں کہوں گا: تمہارے چہرے سیاہ ہوں، جہنم تمہارا ٹھکانہ ہو، تم جہنم کی آگ میں بھوکے پیاسے جلتے رہو۔

دوسرے گروہ کی قیادت اس امت کا فرعون (یعنی حضرت عمر فاروقؓ) معاذ اللہ کر رہا ہوگا، اس سے بھی میں یہی سوال دہراؤں گا تو جواب ملے گا: قرآن کریم کو ہم نے جلادیا، بچاڑ دیا اور اس کی مخالفت کی اور اہل بیت کی ہم نے نافرمانی کی، ان سے بغض رکھا اور ان سے جنگ کی تو میں کہوں گا: جہنم کی آگ میں جلتے رہو۔

تیسرے گروہ کی قیادت اس امت کا سامری (یعنی حضرت عثمانؓ) معاذ اللہ کر رہا ہوگا۔ اس گروہ سے بھی یہی سوال جواب ہوگا۔

چوتھے گروہ کی قیادت سب سے پہلا خارجی ذوالنہد کر رہا ہوگا اس گروہ سے بھی یہی سوال جواب ہوگا۔

پانچویں گروہ کی قیادت امام متقین وحی رسول رب العالمین (یعنی حضرت علیؓ) کر رہے ہوں گے میں اس گروہ سے پوچھوں گا۔ تم نے میرے بعد تقیین سے کیا سلوک کیا تو جواب ملے گا: ثقل اکبر قرآن کریم (پریم نے عمل کیا اور ثقل اصغر اہل بیت کی ہم نے مدد کی تو میں ان سے کہوں گا: تمہارے چہرے منور ہوں اور تم جنت میں پرسکون زندگی بسر کرو۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

”يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“

روز قیامت کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کچھ کے چہرے سیاہ، سیاہ چہرے والوں سے کہا جائے گا: تم ایمان لا کر دوبارہ کافر و مرتد ہو گئے تھے، تم اپنے کفر کے سبب عذاب میں مبتلا ہو اور سفید چہرے والے ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت کے سائے

تشیعہ قوم کی بدھیتی ملاحظہ فرمائیے کس طرح وہ صحابہ کرامؓ کے خلاف یہودی افکار و خیالات کا اظہار کر رہے اور خداوندی کامستی ٹھہرا رہے ہیں۔
کشی روایت کرتا ہے۔

”ایک دن امام جعفر صادق نے کچھ اشعار پڑھے جس میں پانچ گروہوں جن کا بیان سابقہ روایت میں گزر چکا ہے (۱) کا ذکر تھا، پھر دریافت فرمایا: یہ اشعار کس کے ہیں؟
جواب ملا محمد الحمیری کے، - فرمائیے لکھے، رحمہ اللہ، اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔
داوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: وہ تو شرابی آدمی تھا، میں نے خود اسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا: محب علی اگر شرابی بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔
شیعہ محدث محمد بن یعقوب الکلینی اپنی کتاب ”الکافی“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے
”علی علیہ السلام نے فرمایا:

مجھ سے پہلے حکمرانوں (خلفائے راشدینؓ) نے واضح طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی مخالفت کی، عداوت کی اور آپ کی سنت کو تبدیل کیا ہے؛ اس لیے یہی کلیں حضرت بھڑا صاحب سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:-
”آت، إن الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا هم أکفر من الذین لم یؤمنوا قط۔“

۱۰۹ تفسیر القمی ج ۱ ص ۱۰۹

۲۷۔ رجال کشتی ص ۱۳۲

۳۷ کتاب الروضۃ من الکافی ص ۵۹ مطبوعہ ایران

یعنی بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لاتے پھر کافر ہو گئے پھر اپنے گھر میں بچتے ہو گئے ان کی توبہ کسی صورت بھی قبول نہیں ہوگی۔

فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے پھر جب ان کے سامنے علی علیہ السلام کی ولایت و وصایت پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کیا اور کافر ہو گئے۔ پھر وہ امیر المومنین کی بیعت پر ایمان لے آئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد پھر کافر ہو گئے اور خود ہی ایک دوسرے کی بیعت لے کر گھر میں بچتے ہو گئے۔ ————— کلینی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے ————— فلاں، فلاں اور فلاں سے مراد ابو بکر، عمر اور عثمان ہیں لے

باقی صحابہ کرام اور اہمات المؤمنین

شیعہ قوم کا حد اور سیوری بغض و تحقیر فقط خلفائے راشدین تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور اہل و عیال کے خلاف بھی خبیث باطن کا اظہار کرتے ہیں فیضیہ ملعون قوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین کے علاوہ باقی اکابرین صحابہ کرام کو بھی سب و شتم کا نشانہ بناتی ہے اس قوم کو ان کی ذات سے کوئی عداوت نہیں بلکہ انہیں اصل تکلیف اس بات کی ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت میں حصہ کیوں لیا۔ چنانچہ ان کا مشہور مؤرخ کشتی اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے ۔

”امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک آدمی میرے بابا (حضرت زین العابدین شیعہ قوم کے نزدیک پوتے محسوم امام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ عبداللہ بن عباس کا دعویٰ

ہے کہ اسے ہر آیت کا شان نزول معلوم ہے تو میرے بابا (زین العابدینؑ) نے فرمایا کہ اس سے جا کر پوچھو کہ آیت "ومن کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الاخذۃ اعمیٰ" یعنی جو شخص دنیا میں (بصیرت سے) اندھا بن کے رہے گا وہ روز قیامت (بصارت سے) بھی اندھا اٹھایا جائے گا۔

اور آیت "ولا ینفعکم نصحیٰ ان اردت ان أنصح لکم" یعنی تمہیں میرا (رسول اللہؐ) نصیحت کرنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اگرچہ میں تمہاری خیر خواہی کی نیت بھی کر لوں۔

ابن عباس سے پوچھو کہ یہ دونوں آیات کس کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں؟

چنانچہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور واپس میرے بابا (زین العابدینؑ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ ابن عباس نے کیا جواب دیا ہے؟ اس نے عرض کیا، اس کے پاس میرے سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں آیات اس کے باب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ عیاداً باللہ،

یہی کشی حضرت زین العابدینؑ سے ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے ابن عباس! مجھے خوب معلوم ہے کہ آیت "فلیس المولیٰ ولیٰش العشیور" یعنی برا ہے ساتھی اور برا ہے خاندان اس آیت کا تعلق تیرے باپ سے ہے۔ اور اگر تو جانتا نہ ہوتا تو میں تجھے یہی بتاتا کہ تیرا انجام کیا ہونے والا ہے لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تیرا انجام کیا ہے۔۔۔ اور اگر مجھے اظہار کی اجازت ہوتی تو میں اور بھی بہت کچھ کہتا لوگ اگر سنتے تو انہیں یقین نہ آتا“ ۲۷

۱۔ رجال کشی ص ۵۳ احوال عبد اللہ بن عباسؓ

۲۔ رجال کشی ص ۴۹

شیعہ عالم ملا باقر کلینی کے حوالے سے اپنی کتاب حیاہ القلوب میں ذکر کرتا ہے۔
 ”علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت جعفر اور حضرت حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زندگی
 میں ہی انتقال کر گئے اور آپ کے ساتھ دو کمزور اور ذلیل آدمی عباس اور عقیل (رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور چچا زاد بھائی) رہ گئے،“

یہ ہیں شیعہ قوم کے عقائد و نظریات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور آپ
 کے چچا زاد بھائی حضرت عقیلؓ کے متعلق اسی طرح حضرت عباسؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد
 بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں، شیعہ قوم انہیں خیانت و
 بددیانتی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اپنے بغض کا اظہار یوں کرتی ہے:

”علی علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو بصرے کا گورنر مقرر کیا، تو وہ بصرہ کے بیت المال
 سے بیس لاکھ درہم کی رقم چیرا کر مکہ میں چھپ گیا۔ علی علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو وہ آبدیدہ
 ہو کر فرمانے لگے: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے چچا زاد بھائی کا یہ حال ہے تو باقی
 مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے!“ ۲

اس نص سے شیعہ قوم کا مسلمانوں اور اکابرین امت محمدیہ کے خلاف بغض اور حسد محض
 بصورت تمام واضح ہو جاتا ہے۔

نیز ”علی علیہ السلام نے ابن عباس وغیرہ کے متعلق یہ بددعا فرمائی تھی،
 اے اللہ ان پر اپنی لعنت نازل فرما ان سے ان کی بصارت چھین لے اور انہیں بصیرت و
 ہدایت سے محروم فرما“ ۳

۱۔ حیاة القلوب از ملا باقر مجلس ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ بھارت

۲۔ رجال کشی ص ۵۷

۳۔ رجال کشی ص ۵۲

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ (یعنی اللہ کی تلوار) کا لقب عطا فرمایا۔ آپ تاریخ اسلام کے ہی ہیرو نہیں۔ غیر اسلامی اقوام بھی آپ جیسا سپہ سالار لانے سے قاصر ہیں۔ فتح و نصرت آپ کا مقدر بن چکی تھی۔ آپ جس محاذ پہ بھی تشریف لے گئے اسلام کا پرچم بلند کیا اور دشمنان اسلام کو شکست دی، آپ کے کارناموں سے مستشرقین اور غیر مسلم مورخین بھی حیران و ششدر ہیں آپ کی جرأت و شجاعت مسلمان امت کے لیے قابل فخر اثاثہ ہے، آپ کی ہمت و بہادری تاریخ اسلام کی ایک قابل تقلید مثال اور امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے مگر شیعہ قوم کی بدھنیتی اسلام کے خلاف بغض و عناد اور ان کا جثہ فتنہ ملاحظہ فرمائیں کہ قوم تاریخ اسلام کی اس عظیم شخصیت کے کردار پہ بھی پھینٹے اڑانے سے باز نہ آتی اور ایک حکمت و وضع کر کے ان کی سیرت کو داغدار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ شیعہ مفسر قی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

”جب حضرت علی اور ابو بکر کے درمیان مسئلہ خلافت پر اختلاف ہوا تو ابو بکر نے عمر سے مشورہ طلب کیا کہ اب علی سے کیا سلوک کیا جائے وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں تو عمر نے کہا: کیوں نہ ہم انہیں قتل کر دوں۔“

ابو بکر نے کہا: مگر یہ ذمہ داری کس کے سپرد کی جائے؟

عمر نے مشورہ دیا کہ خالد بن ولید سے علی کو قتل کروایا جاسکتا ہے۔

چنانچہ خالد بن ولید کو طلب کیا گیا اور طے ہوا کہ فلاں دن فلاں نماز میں سلام کے فوراً بعد خالد بن ولید علی علیہ السلام کو قتل کر دے۔

اس سازش کا علم ابو بکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کو بھی ہو گیا۔ انہوں نے حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ ان کی سازش کا میاب نہیں ہونے دے گا۔

فیصلے کے مطابق خالد بن ولید پہلی صف میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کے پاس تھی۔ نیت یہ تھی کہ قتل ہو کر ہی ابو بکر سلام پھیرے گا میں علی کو قتل کر دوں گا۔ ابو بکر نے امامت کی مگر جب آخری تشہد پڑھتا تو اسے اپنے فیصلے پر ندامت ہوئی اور علی علیہ السلام کی سیدت اور قوت و طاقت سے مرعوب ہو کر اسے اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا، کافی دیر سوچنے کے بعد دوران نماز میں ہی خالد بن ولید کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: یا خالد! لا تفعل ما أمرتک به، السلام علیکم ورحمۃ اللہ“

اے خالد! جس کام کا میں نے تجھے حکم دیا تھا وہ نہ کرنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یعنی یہ کہہ کر فوراً ہی سلام پھیر دیا۔ سلام کے بعد علی علیہ السلام نے خالد بن ولید سے پوچھا: ابو بکر نے تجھے کیا حکم دیا تھا؟

کہنے لگا: کہ سلام کے فوراً بعد تمہیں قتل کر دوں۔

علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا: اگر ابو بکر کی طرف سے تجھے نہ روکا جاتا تو کیسا تم ایسا کرتے؟

کہا: ہاں! میں ضرور کر گزرتا۔

اس پر علی علیہ السلام کو غصہ آگیا اور خالد بن ولید کو پکڑ کر زمین پر گرایا۔ قریب تھا کہ آپ اسے جان سے مار دیتے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اے علی! اس قبر والے کا واسطہ خالد بن ولید کو معاف کر دو۔ چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

پھر آپ عمر کی جانب متوجہ ہوئے اور اُسے گریبان سے پکڑ کر فرمانے لگے کہ اگر مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تجھے بتلاتا کہ کمزور کون ہے اور طاقتور کون ہے؟
شیعہ قوم کی خود ساختہ اس ایک حکایت سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف
ان کے بغض اور کینے کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ قوم کس قدر بغض و قبیح خیالات کی مالک اور
یہودی افکار و نظریات سے وابستہ ہے، یہ بغض و حقدا س قوم کو یہودیوں سے ورثہ میں
ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف یہ سوچ یہودی
فکر کی غماز نہیں تو اور کیا ہے!

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ مورخ کشی اپنی کتاب میں لکھتا۔
”عبداللہ بن عمر اپنے عہد کو توڑنے والا شخص تھا اور اسی حالت میں اس کی
واقع ہوئی،“ ۱

حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ

حضرت طلحہ اور حواری رسولؐ حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ان دس صحابہ میں سے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی ۲

۱۔ تفسیر قمی ص ۱۵۶

۲۔ بخاری و مسلم ۳۔ رجال کشی ص ۴۱

۴۔ رواہ الترمذی و احمد

ان کے متعلق شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی کہتا ہے:

”وَأَنَّ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تَفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ

السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ“

(یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اظہار تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے

دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے تا وقتیکہ اونٹ

سوئی کے سواخ میں سے نہ گزر جائے یعنی قطعاً جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے)

یہ آیت طلحہ اور زمیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت برآ بن عازبؓ

ان دونوں جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے متعلق شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ:

”علی علیہ السلام نے ان دونوں کے خلاف بددعا کی تھی جس کے نتیجہ میں برآ بن عازبؓ

اندھا ہو گیا تھا اور انس بن مالکؓ کو پھل پیری کی شکایت ہو گئی تھی“ اے

لعنة الله على الكاذبين -

ازواجِ مطہراتؓ

شیعہ قوم کے اپنی یہودی سوچ اور انتقامی جذبات کی بنا پر پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ازواجِ کدرہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امات المؤمنین (مومنوں کی

مائیں) قرار دیا ہے۔ کے خلاف بھی طعن و تشنیع کے نشتر چلانے میں کوئی شرم محسوس نہیں

کی، عفت و حیا کا لبادہ اپنے چہرے سے اتار کر عداوت اسلام اور بغض رسول اسلام کا ثبوت

دیتے ہوئے اس یہودی الفکر قوم کا ایک خبیث سرغنہ طبری اپنی کتاب الاجتماع میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے خلاف دریدہ دہنی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”و جنگ جمل والے دن جب عائشہ کے اونٹ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی علی علیہ السلام غصے کے عالم میں فرمانے لگے، اب عائشہ کو طلاق دیئے بغیر گزارہ نہیں۔ اس پر ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اے علی! میرے بعد میری بیویوں کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ (یعنی جسے چاہے نکاح میں رکھے اور جسے چاہے طلاق دے۔ عیاذ باللہ۔ اس آدمی کی تصدیق ۱۳ دوسرے آدمیوں نے بھی کی جن میں دو بدری بھی شامل تھے۔ جب عائشہ نے یہ سنا تو وہ رو پڑی“

اللہ تعالیٰ کی ہزار لعنتیں ہوں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف اس دیوثیت کا مظاہرہ کرنے والوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تہمت لگانے والی ابن سبا یہودی کی منوی اولاد پر اس طرح کے ذلیل، منافقانہ اور عداوت اسلام پر مبنی عقائد رکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کو اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے جیامحسوس نہیں ہوتی!

بے جیاباش و آنچہ خواہی کنے

مشہور شیعہ مؤرخ کشتی روایت کرتا ہے۔

”عائشہ کو شکست سے دوچار کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ابن عباس کو اس کی طرف بھیجا۔ ابن عباس جہاں عائشہ ٹھہری ہوئی تھی وہاں گئے اور اس سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا، ابن عباس اجازت ملنے کا انتظار کئے بغیر ہی اندر داخل ہو گئے ابن عباس کہتے ہیں: میرے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی میں نے کچاوسے لاکپڑا اٹھایا اور اس پر بیٹھ گیا تو عائشہ پردے کے پیچھے سے مجھے کہنے لگی: اے ابن عباس!

ایک تو تم میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہو گئے اور پھر میری اجازت کے بغیر ہی میرے گھر کے سامان کو استعمال کیا، یہ دونوں کام خلاف سنت ہیں۔ ابن عباس کہنے لگے: ہمیں تجھ سے زیادہ سنت کا علم ہے ہم نے ہی تجھے یہ باتیں سکھلاتی ہیں، ہم نے نہیں تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کی خلاف ورزی کی، اپنے آپ کو دھوکہ دیا، اپنے نفس پر ظلم کیا اور قبر خداوندی کو دعوت دی۔ تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ تو ۹ چٹریوں (ازواجِ مطہرات کی طرف اشارہ ہے) میں سے ایک چٹری ہے جنہیں رسول اللہ نے اپنے بعد چھوڑا۔ تو ان سے بڑھ کر نہیں بدتر رنگ ان سے زیادہ سفید ہے اور نہ ہی تو حسن و جمال اور تروتازگی میں ان سے بڑھ کر ہے، جاؤ اپنے گھر جا کر آرام کر دو پھر نہ ہم تیرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوں گے اور نہ ہی تیرے سامان کو ہاتھ لگائیں گے ابن عباس اتنا کہہ کر امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا: اسی لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا“ اے

صحابہ کرامؓ کی عمومی تکفیر

شیعہ قوم کے یہ سارے نظریات یہودیوں کے وضع کردہ ہیں جو اسلام کے خلاف انتقامی جذبہ رکھتے تھے، انہوں نے ”حب علیؓ“ کے درپردہ اسلام کے خلاف سازش کی اور اپنے چہروں پر ”حب علیؓ“ کا بیل لگا کر ”شیعہ علیؓ“ کے نام سے ظاہر ہوئے اور ازواجِ مطہرات، خلفائے راشدینؓ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بغض و حقدا کا اظہار کیا اور ان کی تکفیر کی۔ چنانچہ اس قوم کا مشہور مورخ کشی امام باقرؓ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا۔

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے انتقال کے بعد تمام لوگ (صحابہ کرامؓ) مرتد ہو گئے تھے ماسوائے مقداد بن اسود ابوذر غفاری اور سلمان فارسی کے اور اس آنت کا یہی مطلب ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم

رو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں اگر آپ یہ موت طاری ہو جائے یا آپ کو قتل کر دیا جائے تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے؟ ”اے نبیؐ“ تین کے سوا تمام مہاجرین و انصار اسلام سے خارج ہو گئے تھے“ ۱۔
اپنے ساتھیوں امام حضرت موسیٰ کاظم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:

”قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا: محمد رسول اللہ کے وہ ساتھی کہاں ہیں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد عداوت کی نہیں کی تو سلمان، مقداد اور ابوذر کے سوا کوئی نہیں بچ رہا ہو گا“ ۲۔

حیرت ہے اس شیعہ روایت کے مطابق تو حضرت علیؓ، حسنؓ، حسینؓ باقی اہل بیت عمارؓ، حذیفہؓ اور عمر ذبن الحقؓ کا شمار بھی کفار و مرتدین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عداوت کرنے والوں میں ہو گا؟

اس یہودی الفکر و روایت کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تکفیر شیعہ قوم کا نظریہ ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جن کی محبت کا سہارا لے کر یہ باقی صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں ان کا عقیدہ بھی شیعہ کی کتاب ”فتح البلاغہ“ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علیؓ غفلتے

۱۔ رجال کشی ص ۱۲

۲۔ ایضا ص ۱۳

۳۔ رجال کشی ص ۱۵

راشدین تو در کنار جنگ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں سے بھی عداوت کا اظہار جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ شیعہ عالم محمد رضی اپنی کتاب ”نیج البلاغہ“ میں حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”ہمارا اور اہل شام (یعنی امیر معاویہؓ کے ساتھیوں) کا عقیدہ ایک ہی ہے، ہمارا معبود ایک ہے، ہماری دعوت ایک ہے، نہ ہمارا ایمان ان سے زیادہ ہے نہ ان کا ایمان ہم سے۔ ہمارے مقاصد مشترک ہیں اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور انتقام کا ہے، اور ہم آپ کے قتل کی سازش سے بری الذمہ ہیں“ لے

نیز ”یہ بہت بری بات ہے کہ تم معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہو.... انہیں برا بھلا کہنے کی بجائے کہا کرو کہ لے اللہ ہمارے (فریقین کے) گناہوں سے درگزر فرما اور ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا فرما“ لے

تو کہاں حضرت علیؓ اور کہاں یہودیوں کی یہ ناپاک اولاد جو اکابرین صحابہؓ کی تکفیر کرتی، ان سے بغض رکھتی اور ان کے خلاف دریدہ دہنی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہ قوم کو غارت کرے

صحابہ کرامؓ اہل سنت کے نزدیک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیع سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ساتھی تھے۔ جنہوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے مال و جان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا۔

اسلامی تاریخ کی عظمت کا سہرا کائنات کی ان عظیم شخصیات کے سر پہ ہے، جو اپنے گھربار

لے نیج البلاغہ ص ۴۴۸ مطبوعہ بیروت

لے ایضاً ص ۳۲۳

اور مال و متاع کو خیر باد کہہ کر اللہ کی راہ میں نکلے اور پیغمبر اسلامؐ فخر کونینؑ ہادی ثقلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ ابرو پر اپنی جانوں کو قربان کر دیا، جن کے دن اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں سے جہاد و قتال اور راتیں اللہ کے حضور قیام اور رکوع و سجدے میں گزرتیں۔ جنہوں نے اس وقت اسلام کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جب کائنات کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیار سے ہجرت پر مجبور کر رہے اور آپ کے قتل کے منصوبے بنا رہے تھے، جنہوں نے اس وقت اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا جب کائنات کے باسی عیش و عشرت میں اپنی دولت لٹا رہے تھے جنہوں نے اس وقت اللہ کی توحید کا نعرہ بلند کیا جب پوری دنیا غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ جنہوں نے اس وقت اسلام کا پرچم بلند کیا جب طاغوت کی طاقتیں اپنے عروج پر تھیں، نبی کائنات کے یہ مقدس ساتھی جب مل کر اللہ کی توحید کا نعرہ لگاتے تو کفر و شرک کے یوانوں میں زلزلہ اُجتاتا دنیا حیران و ششدر تھی کہ عزیمت و افلاس کے پے ہوئے نیچ فدا توں، صحراؤں میں رہ کر گزارہ کرنے والے، بھیڑ بھریاں پال کر اپنا پیٹ پالنے والے جنگ کے اصولوں سے ناواقف، فن حرب سے نا آشنا یہ لوگ کون ہیں جو روم و فارس کی طاقتوں کو لٹکا رہے اور ان سلطنتوں پر اپنا پرچم بلند کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، اور پھر چشم کائنات نے دیکھا کہ ان دھمکیوں کو ”مجذوب کی بڑ“ کہنے والے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال چکے تھے۔

ان ہستیوں سے وہی شخص عناد رکھ سکتا ہے جو اسلام کا دشمن اور اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو، اسلام سے محبت کرنے والا اور اللہ اور اس کے رسول کا فرماں بردار کوئی شخص ان سے عداوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ذیل میں شیعہ قوم کے برعکس اہل سنت کی کتب میں موجود چند احادیث نبویہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں فضائل صحابہ کا بیان ہے:

فرمان نبوی ہے:

”میرے صحابہ کو بُرا بھلا مت کہو، اگر بعد میں آنے والا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں صرف کر دے تو ان کے خرچ کئے ہوئے ایک مد تقریباً آدھ سیر کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا“ اے

نیز: ”جس طرح ستارے آسمان کی امن و سلامتی کا نشان ہیں، اسی طرح میرے صحابہ میری امت کے لیے عذاب الہی سے امن کا باعث ہیں“ اے
نیز: ”میرا ہر صحابی قیامت کے روز ایک فائدہ لائے گا جس کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا“ اے

”جب تمہیں ایسے لوگ نظر آئیں جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہوں تو تم کہو لعنة الله على شذکم اللہ کی لعنت ہو تمہاری اس بُری حرکت پر“ اے
نیز: میری امت میں سے میرے اوپر عیب سے زیادہ احسانات ابو بکرؓ کے ہیں“ اے

نیز: ”اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان و قلب کو حق کا مبسوط و مرکز بنا دیا ہے“ اے
نیز: ”ابو بکر و عمر و عیڑین کی عمر میں مرنے والے جنتیوں کے سردار ہوں گے“ اے
نیز: ”جنت میں ہر نبی کا ایک دوست ہوگا اور میرے دوست عثمان بن عفان ہوں گے“ اے
نیز: ”اے لوگو! جس نے میرے چچا عباس کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے تکلیف دی

۱۷	رواہ مسلم	۱۷	ہے بخاری و مسلم
۱۸	رواہ الترمذی	۱۸	ہے بخاری و مسلم
۱۹	رواہ الترمذی و ابن ماجہ	۱۹	ہے بخاری و مسلم
۲۰	رواہ الترمذی	۲۰	ہے بخاری و مسلم

بلاشبہ چچا کا مرتبہ باپ کے برابر ہے“ ۱
 نیز ”اے اللہ عباس اور ان کے بیٹوں کے ظاہری و باطنی گناہ معاف فرما اور
 انکی حفاظت فرما“ ۲
 نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ
 عزیز کون ہے؟

فرمایا: عائشہ

پوچھا گیا: مردوں میں سے؟

فرمایا عائشہؓ کے باپ ابو بکرؓ ۳

نیز ”خالد بن ولیدؓ کی تلوار میں“ ۴

نیز ”اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت یافتہ اور مسلمانوں کے لیے ہادی و رہنما بنا“
 حضرت برّاع بن عازب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

برّاع بن عازب اللہ تعالیٰ کے ان نیک اور سادہ بندوں میں سے ہیں
 جو اگر اللہ کی قسم کھا کر کچھ کہ دیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دے“ ۵
 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نیک ہونے کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا:
 ”عبد اللہ بن عمر نیک آدمی ہیں،“ ۶

یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز ساتھی جن کے متعلق شیعہ قوم کے
 نظریات بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۔ رواہ الترمذی ۱۷۷۰ رواہ الترمذی ۳۷۰ بخاری و مسلم
 ۲۔ رواہ احمد ۵۷۰ رواہ الترمذی ۱۷۷۰ رواہ الترمذی ۳۷۰
 ۳۔ بخاری و مسلم

کے ارشادات بھی۔

یسود و مجوس نے ان کے خلاف بغض و عناد اور کینہ و حسد کے اظہار کئے لیے
عبداللہ بن سبا یہودی کو قائد بنایا اور ”شیعان علی“ کے نام سے ظاہر ہو کر بے بنیاد
حکایات وضع کیں اور ان پر شیعہ مذہب کی بنیاد رکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین
کے خلاف بدزبانی اور فحش گوئی کر کے ان سے اس بات کا انتقام لینا چاہا کہ انہوں
نے یہودیوں کے اسلاف بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کو مدینہ منورہ سے نکالا
تھا اور ان کی سرکوبی کی تھی۔ اور مجوسیوں کے عبادت خانوں کی اس آگ کو بجھایا
تھا جسے پوجنے کے لیے انہوں نے صدیوں سے جلا رکھا تھا۔ ان کے نزدیک
صحابہ کرام کا یہ بہت بڑا جرم تھا کہ انہوں نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو پاؤں تلے
روند کر روم فارس پر اسلام کا چمچ لہرا دیا تھا۔

ایران میں شیعہ مذہب کی ترویج کا سبب

ایران (فارس) کی زمیں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں پرچم
توحید بلند ہوا، حضرت عمر فاروقؓ نے ایرانیوں کی قوت و شوکت کو پارہ پارہ
کیا، انہیں ان کی سرزمین پر شکست دی، وہاں سے مجوسیت کا قلع قمع کیا اور
صدیوں سے حکومت کرتے ہوئے الوہیت کے دعویدار ساسانی خاندان کا خاتمہ
کیا۔ اسی وجہ سے مجوسیت کے پیروکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے
اور انہیں اپنا دشمن اول گردانے لگے۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے ناپاک عقائد
کی ترویج اور اسلامی حکومت کے خلاف فتنہ و فساد کے بیج بونے کے لیے ایران کی
سرزمین کو زرخیز خیال کیا اور پھر اتفاق سے ایرانی شہنشاہ ہندو جہر کی بیٹی شہربانو

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آگئی کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح ایران کے بعد ایرانی قیدیوں کے ساتھ آنے والی پندرہ ہجرت کی بیٹی حضرت حسینؑ کو ہبہ کر دی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی تھی۔ ایرانیوں نے جب دیکھا کہ حضرت حسینؑ کے بیٹے شیعہ کے پوتے تھے امام علی زین العابدین شہر بانو کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں اور اس اعتبار سے ماں کی طرف سے ان کی رگوں میں ایرانی خون گردش کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے شیعہ مذہب کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تاثر نہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف انتقامی جذبات کو تسکین دینے اور ساسانی خون کی تقصیر کے لیے فوراً ابن سبا یہودی کے ہمنوا بن گئے۔

ابن سبا نے ایرانی شہر کوفہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بن کر مجوسیوں کے تعاون سے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف محاذ بنالیا اور یہودی و مجوسی عقائد کی ترویج شروع کر دی۔

برطانوی مستشرق جس نے ایران میں طویل عرصہ گزار کر وہاں کی ثقافت و تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا اپنی تصنیف میں لکھتا ہے۔

”لہٰذا ایرانیوں کی طرف سے مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کی مخالفت و معاندت کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کہ انہوں نے فارس کو فتح کیا اور ان کی قوت و شوکت کو کمزور کر کے وہاں اسلام کا پرچم بلند کیا تھا۔ البتہ ایرانی کھل کر عمر بن خطاب کی مخالفت نہ کر سکے اور انہوں نے اسے مذہبی رنگ دے کر اور کچھ خود ساختہ عقائد کا سہارا لے کر ان سے بغض و عداوت کا اظہار کیا“

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہے ۔ ۱

”اہل ایران کی طرف سے عمر بن خطابؓ کی مخالفت کا سبب یہ نہ تھا کہ انہوں نے علی اور فاطمہ کے حقوق غصب کیے تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ عمر بن خطاب نے ایران کو فتح کر کے ساسانی خاندان کا خاتمہ کیا تھا۔ برطانوی مصنف ڈاکٹر براؤن نے یہاں ایک ایرانی شاعر کے فارسی اشعار بھی نقل کیے ہیں ۔

بشکت عمر پشت ہزیران اجم را

برباد فنادارگ وریشہ جم را

ایں عربدہ بر غضب خلافت ز علی نیست

باآل عمر کینہ قدیم است عجم را

یعنی عمر نے ایرانیوں کی کمر توڑ دی اور آل حبشہ (شہنشاہ فارس کا نام)

کی تیغ کھنکی کی ۔ علی سے خلافت کا غضب کرنا تو ایک بہانہ ہے عمر کی مخالفت کا اصل

سبب تو ان عجیوں کا وہ کینہ و حسد ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے ۔ اے

نیز حُجُب ایرانیوں نے دیکھا کہ علی بن حسین زین العابدینؑ میں ایرانی خون کی

آمیزش ہے تو یہ بات ان کے اس عقیدے کی پختگی کا باعث بنی کہ ملوکیہ اس خاندان

کا حق ہے ۔ ۲

ولایت و وصایت

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عبد اللہ بن سباؓ "اسلام" کے لبادہ میں ایک ایسا دین ایجاد کیا جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس دین کے عقائد میں سے ایک عقیدہ "وصایت و ولایت" بھی جو خالصتاً یہودی عقیدہ ہے اور سب سے پہلے اس کا اظہار منافق عبد اللہ بن سباؓ نے کیا، یہ عقیدہ شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے چنانچہ اس عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے شیعہ محدث محمد بن یعقوب کلبیؒ اپنی اس کتاب میں جسے شیعہ عقائد کے مطابق بارہویں (موموم و موزوم) امام پر پیش کیا گیا اور اس نے اس میں موجود روایات کی تصدیق کی، امام باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت، اور جتنی اہمیت عقیدہ ولایت کی ہے اتنی کسی رکن کی نہیں، یہیں شیعہ اور مسلمانوں کے مابین اختلاف کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اسلام کا بنیادی اور پہلا رکن توحید و رسالت پہ ایمان ہے مگر شیعہ قوم کے نزدیک اس رکن کی کوئی حیثیت نہیں اور عقیدہ وصایت و ولایت تمام ارکان سے افضل و اہم ہے۔ شیعہ قوم کے نزدیک وصایت و ولایت علیؑ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور آپ کے مقرر کردہ خلیفہ و نائب تھے، خلافت آپ کا اور آپ کی اولاد کا حق تھا مگر ابو بکرؓ عمر اور عثمانؓ نے حضرت علیؑ سے یہ حق غصب کر لیا اور خود خلیفہ

بن گئے۔ شیعہ کے نزدیک اس عقیدے پر ایمان لانا تمام ارکان اسلام سے اہم ہے شیعہ کہتے ہیں:

”امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اسلام کے ارکان تین ہیں: نماز، زکوٰۃ اور ولایت“ لے

گویا حج اور روزہ کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی۔ ایک روایت میں ہے: ”ہماری ولایت (خلافت و وصایت) اللہ کی ولایت ہے تمام انبیائے کرام نے ہماری ولایت کی طرف دعوت دی“ لے

اسی پہ بس نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:-

میری ولایت اہل ارض و سماء پر پیش کی گئی ایمان لانے والے ایمان لے آئے اور انکار کرنے والوں نے انکار کر دیا۔ یونس (اللہ کے نبی) نے میری ولایت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر انہیں مچھلی کے پیٹ میں اس وقت تک قید رکھا جب تک وہ میری ولایت پر ایمان نہ لے آئے“ لے

نیز ”حضرت علی کی ولایت تمام صحف انبیاء میں مکتوب ہے اور ہر نبی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور علی علیہ السلام کی وصایت دے کر مبعوث کیا گیا“ لے

لے اصول کافی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران۔

لے بصائر الدرجات للصغار ج ۲ باب ۹ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ، ایضاً کتاب الحجۃ من

الکافی“ ج ۱ ص ۳۳۸۔ لے بصائر الدرجات ج ۲ ص ۱۰۔

لے کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۳۳۸ مطبوعہ ایران۔

ایک روایت میں ہے :

”اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیائے کرام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت دراست پر ایمان لانے کا عہد لیا اسی طرح علی علیہ السلام کی ولایت کے اقرار کا بھی عہد و میثاق لیا ہے

شیعہ مفسر قمی آیت ”وَلَا تَأْخُذْ بِالَّذِينَ“ کے تحت لکھتا ہے :
 در امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : حضرت آدم سے لے کر جتنے نبی بھی مبعوث ہوئے سب کے سب دنیا میں واپس آئیں گے اور امیر المؤمنین (علیؑ) کی مدد کریں گے اور یہی مطلب ہے ”وَلَتَنْصُرُنِي“ کا ”لَتَوْمُنُنِي بِهِ“ یعنی رسول اللہ و لتصرنہ یعنی امیر المؤمنین یعنی اللہ نے تمام انبیاء و رسل سے عہد لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مدد کریں گے یہ ہے اس یہودی الاصل مذہب کا بنیادی رکن جس کے بارے میں شیعہ مؤرخین نو بختی اور کشتی کا قول گزر چکا ہے کہ اس عقیدے کی ترویج کے لیے سب سے پہلے عبد اللہ بن سباء نے آواز اٹھائی ۔

تعطیل شریعت

عقیدہ وصاوت کے متعلق پیش کردہ نصوص کے بعد اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ شیعہ مذہب یہود کا ایجاد کردہ و پروردہ ہے،

۱۔ بصائر الدرجات ج ۲ باب ۹ مطبوعہ ایران ۔

۲۔ تفسیر القمی ج ۱ ص ۱۰۶ مطبوعہ ایران ۔

یہودیوں نے یہ عقائد اسلامی شریعت کو نقصان پہنچانے کی غرض سے وضع کیے اور انہیں ”اسلامی“ رنگ دے کر مسلمانوں کو حقیقی اسلام سے دور کرنے کی کوشش کی، شیعہ قوم لاکھوں سال حقیقت سے انکار کرے مگر جب تک وہ ان عقائد سے برأت کا اظہار نہیں کرتی اور وصاوت و تبر بازی جیسے مذہب اور یہودی نظریات و اعتقادات سے تائب نہیں ہوتی اس وقت تک اس قوم سے وابستہ افراد کو اسلام سے اپنا تعلق قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

شیعی عقائد کے مطابق نجات کا دار و مدار عمل پر نہیں بلکہ جس طرح یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ”نحن ابناء اللہ و احباؤہ“ ہم اللہ کے بیٹے (معاذ اللہ) اور اس کے محبوب ہیں چنانچہ روز قیامت ہم عذاب سے محفوظ رہیں گے اسی طرح شیعہ قوم کا عقیدہ ہے چونکہ ہم مجین علی اور مجین اہل بیت ہیں لہذا ان کی محبت کی بدولت ہماری بخشش یقینی ہے، حب اہل بیت کے بعد عذاب الہی کا ہمیں کوئی خوف و ڈر نہیں، شیعہ مفسر قمری اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

”امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو آواز دی جائیگی، وہ لبیک کہیں گے... پھر باقی تمام آئمہ کرام کو آواز دی جائے گی... پھر شیعان علی کو اور وہ اپنے اماموں کے ساتھ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔“

ایک روایت جو صحیح بھی گزر چکی ہے اس میں بھی اس عقیدے (تفصیل شریعت) کی وضاحت کی گئی ہے کہ:

”امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس کسی شرابی آدمی کا ذکر کیا گیا جس نے

عثمان بن عفان کے خلاف اور علی علیہ السلام کی محبت میں اشعار کہے تھے تو امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا:

وما ذلک علی اللہ أن یغفر لمحبت علی۔

”مگر اگرچہ ایک شرابی شخص تھا مگر علی سے توجہت کرتا تھا، اور محبت علی اگر شرابی بھی ہو تو اللہ اسے معاف فرما دے گا“ اے

امام جعفر صادق سے ہی ایک اور روایت ہے کہ انہوں نے ایک شیعہ شاعر (مرثیہ خواں) سے چند اشعار سنے جن میں اہل بیت پر ظلم کا ذکر تھا، اشعار سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، پھر فرماتے گئے:

”اے جعفر بن عفان! (مرثیہ خواں کا نام) فرشتوں نے بھی تمہارے شعر سننے اور ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، اور تیرے ان اشعار کی بدولت ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف فرما کر تجھ پر جنت واجب کر دی ہے۔

”پھر فرمایا: جو شخص بھی شہادت حسین بیان کر کے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلائے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے“ اے

(یعنی محفل عزاء کا اہتمام کرو اور خود ساختہ واقعات پر سوئے بہاد اور صابر گناہ معاف کروالو۔ کوئی ضرورت نہیں نماز روزے اور دوسرے واجبات دین پر عمل کرنے کی۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب میں جمعہ جماعت کی کوئی حیثیت نہیں نہ ان کے

اے رجال کشی ص ۱۳۳ -

اے رجال کشی ص ۲۴۶ -

نزدیک جمعہ فرض ہے اور نہ ہی نماز باجماعت کی ادائیگی، آج بھی ایران وغیرہ میں ان کے امام باڑوں میں جمعہ جماعت کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ سال بعد انہیں محرم میں کھولا جاتا ہے اور باطل روایات و حکایات کے ذریعے لوگوں کو دلایا جاتا، صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی جاتی، ان کے خلاف ہرزہ سرائی و دریدہ دہنی کی جاتی ہے اور جنت کی بشارت سنا دی جاتی ہے۔ (مترجم)

اس طرح کی روایات سے شیعہ کتب بھری ہوئی ہیں، شیعہ مذہب کی ایجاد کا مقصد یہی تھا کہ اسلامی تعلیمات کو مسخ اور شریعت اسلامیہ کو معطل کیا جائے، اسی باعث اس قسم کی روایات کو عام کیا گیا اور اس قسم کے اعتقادات کی تردید کی گئی۔

مسئلہ بداع

شیعہ مذہب کا یہ عقیدہ بھی ابن سائہودی کی ایجاد و اختراع ہے اس عقیدے کا مفہوم ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بعض واقعات کے ہونے کا علم نہیں ہوتا تا وقتیکہ وہ وقوع پذیر نہ ہو جائیں۔

شیعہ محدث کلینی نے اپنی کتاب میں ”البداع“ کے عنوان سے بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔ لکھتا ہے۔

”امام علی رضا علیہ السلام — شیعہ کے آٹھویں امام — فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء نے اللہ کے لیے عقیدہ بداع کا اقرار و اعتراف کیا ہے“

اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے نو بخشتی لکھتا ہے:

”امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے اسماعیل بن جعفر کو اپنے بعد امامت کے لیے نامزد کیا تھا کہ میرے بعد وہ امام ہوں گے لیکن ان کے بیٹے اسماعیل کا امام جعفر کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا۔ جس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت! آپ نے تو انہیں امامت کے لیے نامزد فرمایا تھا آپ کو اپنے بیٹے کے انتقال کا علم نہ تھا؟ — تو آپ نے فرمایا: (صرف مجھے ہی نہیں) اللہ کو بھی علم نہ تھا، اللہ تعالیٰ کو بداء (یعنی علم بعد الجہل) ہوا ہے“ اے عیاذ باللہ!

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارادہ تھا کہ اسماعیل بن جعفر ہی امام جعفر صادق کے بعد امام بنیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی امام جعفر کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کی امامت کا اعلان کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ اسماعیل کی وفات کے بعد پتہ چلا کہ یہ فیصلہ غلط تھا۔

(اسماعیلیوں اور شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان اختلاف کا آغاز بھی یہیں سے ہوا، اسماعیلیوں کا موقف تھا کہ چونکہ امامت باپ کے بعد بیٹے کی طرف کی منتقل ہوتی ہے اس لیے اسماعیل کے بعد امامت ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل کا حق تھا نہ کہ اسمعیل کے بھائی موسیٰ کاظم کا۔

جب کہ شیعہ اثنا عشریہ نے ان کے موقف کی مخالفت کرتے ہوئے موسیٰ کاظم کو امام مان لیا اور ان کی امامت کے لیے عقیدہ بداء کا سہارا لیا کہ غلطی امام جعفر صادق کی نہیں بلکہ معاذ اللہ — اللہ کی تھی۔ مترجم)

ہیں طرح کی صورت حال سے موسیٰ کاظمؑ کی دو چار ہونا پڑا چنانچہ کلینی لکھتا ہے:

”ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ امام موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بیٹے ابو جعفر کا چونکہ انتقال ہو گیا ہے لہذا اب امامت آپ کے دوسرے بیٹے ابو محمد کو ملے گی جس طرح کہ اسماعیل کے انتقال کے بعد امامت آپ کو مل گئی تھی، جوں ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا، آپ فرمانے لگے:

ہاں ابو ہاشم! تم درست سوچ رہے ہو، میرے بیٹے ابو جعفر کے متعلق اللہ تعالیٰ کو اس طرح بداعوا ہے جس طرح اسماعیل کے متعلق ہوا تھا، اب میرے بعد میرا بیٹا ابو محمد امام ہوگا، اسے غیب کا علم حاصل ہے اور اس کے پاس آلہ امت ہے“

گویا شیعہ قوم کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بعض واقعات وقوع پذیر ہونے سے پہلے مخفی ہوتے ہیں۔

کلینی ہی کی روایت ہے:

”بعد المطلب روزِ محشر اکیلے ہی امت کی حشریت سے اٹھیں گے۔ ان پر بادشاہوں کا سا جلال اور انبیائے کرام کا سا حلیہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے عقیدہ بداعوا کا اظہار کیا“

عقیدہ رجعت

یہ بھی ایک یہودی عقیدہ ہے۔ شیعہ مذہب میں اس عقیدے کے مطابق بارہ امام دنیا میں دوبارہ ظاہر ہوں گے۔

شیعہ قوم اور بارہ امام

شیعہ قوم کے نزدیک عقیدہ وصائت و امامت ائمہ کی اہمیت تمام اسلامی ارکان سے زیادہ ہے۔ اس عقیدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے واجب الطاعت امام و وصی تھے۔ ان کے بعد حضرت حسنؑ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پھر ان کے بیٹے زین العابدینؑ پھر ان کے بیٹے امام باقرؑ اور آخری امام دوصی محمد بن عسکریؑ شیعہ عقیدے کے مطابق بچپن میں ہی ایک غار کے اندر چھپ گئے تھے۔ شیعہ قوم آج تک اس امام کے غار سے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے حالانکہ یہ سب افسانوی باتیں ہیں، اس کا پیدا ہونا ہی ثابت نہیں غار میں چھپنا اور ابھی تک اس کے زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا تو ویسے ہی خلاف عقل اور مضحکہ خیز عقیدہ ہے۔

شیعہ قوم اپنے اماموں کے بارہ میں بہت سے خلاف اسلام عقائد رکھتی ہے۔ ان کے مطابق بارہ امام انبیاء و رسل سے افضل ہیں یہی نہیں بلکہ وہ خدائی اختیارات و تصرفات کے مالک اور صفات الہیہ سے متصف ہیں مخلوق کے

حاجت روا اور مشکل کشا ہیں، ساری دنیا ان کے تابع ہے، فرشتے اور انبیاء
درسل ان کے مطیع ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔

اتمہ اور علم غیب

کلینی اپنی کتاب ”الکافی“ میں روایت کرتا ہے: ”امام کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے
جب کسی بھی واقعہ کے متعلق جانتا چاہیں انہیں فوراً اس کا علم ہو جاتا ہے“
فیروز: ”ہر امام اپنی موت سے آگاہ اور اس سلسلے میں با اختیار ہوتا ہے جب
ملک وہ خود نہ چاہے اس پر موت واقع نہیں ہو سکتی ہے
حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں۔
”ہو امام غیب کا علم نہیں رکھتا ہے اور اپنے انجام سے باخبر نہیں ہوتا وہ
لوگوں کے لیے حجت نہیں“ ہے

۱۔ اصول کافی کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۵۸

۲۔ اصول کافی ج ۱ ص ۲۸۵

۳۔ اس واضح نص کے بعد لطف اللہ صافی کا یہ کہنا کہ شیعہ اپنے اماموں کے
عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے کذب و بددیانتی کا مظہر ہے، لطف اللہ صافی کہتا
ہے کہ محب الدین الخطیب نے شیعہ پر ہتان لگایا ہے کہ وہ اپنے اماموں کو عالم الغیب
سمجھتے ہیں، لطف اللہ صافی بتلائے کہ کون سے کذاب و مفتری؟ تم یا
محب الدین الخطیب؟

۴۔ اصول کافی ج ۱ ص ۲۸۵۔

غلو ومبالغہ آرائی

شیعہ قوم کے نزدیک ان کے اماموں کا رتبہ انبیائے کرام سے زیادہ ہے، انبیاء و مرسلین ان کے عقیدہ کے مطابق اماموں سے — معاذ اللہ — کمتر ہیں البتہ نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ بارہ امام آپ سے افضل و اعلیٰ تو نہیں مگر ان کا مقام و مرتبہ آپ سے ادنیٰ بھی نہیں گویا موسیٰ کاظم اور علی رضا وغیرہ امتی ہونے کے باوجود رتبے کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس قوم کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں چنانچہ شیعہ روایت ہے:

”امیر المؤمنین علی علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن جنت اور دوزخ کی تقسیم میرے سپرد ہوگی (جسے چاہوں جنت میں داخل کروں اور جسے چاہوں جہنم میں داخل کروں)..... حضرت جبریل علیہ السلام تمام فرشتوں اور تمام رسولوں نے میرے لیے بھی ان فضائل و مناقب کا اقرار کیا ہے

جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ خاص ہیں..... البتہ مجھے چند ایسی صفات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اموات، مصائب و تکالیف اور حسب و نسب کا علم عطا کیا گیا۔ نیز مجھے قوت خطابت سے بھی نوازا گیا۔ اسی طرح مجھے گزشتہ اور مستقبل کے تمام واقعاتِ عالم کا بھی علم ہے۔ مجھ پر کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں“ اے

یہ ”چند صفات“ ہیں جو ان کے بقول حضرت علیؓ سے قبل کسی کو حتیٰ کہ رسول اللہؐ کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔ البتہ حضرت علیؓ کے بعد آنے والے باقی امام ان صفات سے متصف ہیں۔

چنانچہ کلینی، علی رضا — شیعہ کے آٹھویں امام سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

”ہم اللہ کے امین ہیں یعنی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں، ہمیں دو گون پہ نازل ہونے والی مصائب و مشکلات ان کی موت کے وقت اور ان کے حسب و نسب کا علم ہے۔ ہم شکل و نگہ کمرہ کسی کے مومن یا منافق ہونے کا اندازہ لگا لیتے ہیں“ اے اماموں کے لیے علم غیب کا یہ عقیدہ قرآنی آیات سے واضح طور پر متصادم ہے، ہر شاد باری تعالیٰ ہے:

”قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب الا اللہ“
آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

نیز: وعندہ مفتح الغیب لا یعلمہا الا هو“
اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیبی امور کا علم ہے اس کے علاوہ انہیں کوئی نہیں جانتا۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اعلان فرمادیں:
”قل لا أقول لکم عندی خزائن اللہ ولا أعلم الغیب ولا أقول لکم
إنی ملک“

۱۔ کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۲۲۳۔

۲۔ سورۃ النمل آیت ۶۵۔

۳۔ سورۃ الانعام آیت ۵۹۔

”فرمادیجئے کہ تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی مجھے غیب کا علم ہے اور نہ تم سے ہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں“

نیز: قل لا املك لنفسى نفعا ولا ضررا لما شاء الله ولو كنت
لاستكثر من الخيرو ما مستنى السوء ان انا لانذير و بشير لقوم
يومنون“

”فرمادیجئے میں اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا جس قدر اللہ چاہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتی، میں تو اہل ایمان کے لیے بشیر (خوشخبری دیتے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) کے سوا کچھ نہیں“

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ان الله عند علم الساعة وينزل الغيب ويعلم ما فی
الارض وما تدری نفس بائی ارض تموت ان الله علیم خبیر“
”اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، وہی رحم
مادر کے اندر جو کچھ ہے اس کا علم رکھتا ہے۔ کسی شخص کو علم نہیں کہ اسے کس مقام پر
موت آگھیرے گی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کو جاننے والا اور باخبر ہے“
”اللہ تعالیٰ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے :

”ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم“
”اہل مدینہ میں سے کچھ ایسے منافقین ہیں جو اپنے نفاق پر پختہ ہو چکے ہیں۔

۱۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۸ - ۲۔ سورۃ لقمان آیت ۳۴

۳۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۰۔

(اے نبیؐ!) آپ انہیں نہیں جانتے ہم ہی جانتے ہیں“

اب ہر قاری خود ہی قرآنی آیات اور شیعہ عقائد کے درمیان موازنہ کر سکتا ہے
قرآن کے مطابق غیبی امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں مگر شیعہ قوم کے مطابق
ان کے اماموں پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاءؑ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات
کے لیے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے مگر شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ حضرت
علی جنت اور دوزخ کے مالک ہیں جسے چاہیں جنت میں داخل کر دیں اور جسے
چاہیں جہنم میں۔

اسی طرح قرآن مجید کے مطابق موت کے وقت اور مقام کا تعین قیامت کا علم
بارش کے نزول کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے خاص ہے مگر شیعہ قوم کے نزدیک ان
تمام امور کا علم ان کے اماموں کو بھی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کے مطابق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں موجود
منافقین کا علم نہ تھا مگر شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام شکل دیکھ کر ہی کسی کے
منافق یا مومن ہونے کا اندازہ کر لیتے تھے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں ایک طرف اللہ کا دین ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر نازل ہوا اور دوسری طرف شیعہ قوم کا دین ہے جو یہودیت اور مجوسیت سے اخذ
کیا گیا ہے۔

شیعہ قوم اپنے اماموں کے فضائل بیان کرتے وقت انبیاءؑ کرام کی توہین
میں بھی کسی قسم کا تردد محسوس نہیں کرتی چنانچہ ان کا محدث کلینی یوسف التمار سے
روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

”ہم ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

ان کے اماموں کے مقابلے میں معاذ اللہ پیچ اور کمتر آنے لگی۔

چنانچہ بصائر الدرجات کا مصنف اور کلینی کا استاذ روایت بیان کرتا ہے:

”امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے: ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ آتا ہے

جو جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا ہے“ لے

یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا کرتے تھے مگر شیعہ کے اماموں پر حضرت جبرائیلؑ سے بھی افضل و اعلیٰ کوئی اور عظیم فرشتہ نازل ہوتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے ایک شیعہ اُدی

کہتا ہے:

”رجب آپ کو فتح خیبر کے لیے بھیجا گیا تو آپ کچھ دیر الگ ہو کر کھڑے رہے آپ کے ساتھیوں نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے

ہم کلام ہیں۔“

واپسی پر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

”ہاں اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ حضرت علی سے ہم کلام ہو چکا ہے یوم طائف کے موقع پر تبوک کے مقام پر اور حنین کے مقام پر“ لے

حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں سے کہا کہ میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو روانہ کروں گا جو میری مانند ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی کو طائف بھیجا اور خود رسول اللہ بھی اللہ تعالیٰ

کے حکم کے مطابق حضرت علیؑ کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر جب وہاں پہنچے تو حضرت علیؑ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! حضرت علیؑ وہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:

”حضرت علیؑ اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں“ اے

کس قدر مقام انوس ہے کہ شیعہ قوم حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اماموں کی فضیلت کی آڑ میں عقیدہ ختم نبوت کا انکار کر رہی ہے کیا یہ عقیدہ رکھنا کہ جبرائیلؑ سے بڑا فرشتہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اماموں پر نازل ہوتا تھا انکار ختم نبوت نہیں ہے؟

اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ براہ راست حضرت علیؑ سے ہم کلام ہوتا تھا یہ نبوت و رسالت کی توہین نہیں ہے؟ مگر شیعہ مذہب کا تو ہدف ہی یہی ہے، ان کے نزدیک انبیائے کرام کا رتبہ اماموں سے کمتر ہے۔

شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

”بھان لیجیے! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ ہاں ہمارے علماء کے درمیان اس بات میں

اختلاف ہے کہ کیا ہمارے امام مطلقاً تمام انبیاء سے افضل ہیں یا اولو العزم رسولوں

کا مرتبہ مساوی ہے لیکن اکثریت کا عقیدہ ہے اور یہی درست ہے کہ ائمہ مطلقاً

تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں ماسوائے محمد رسول اللہ کے ۷

جہاں تک ”ماسوائے محمد رسول اللہ“ کا تعلق ہے تو یہ بھی محض تکلف کا

کیا ہے ورنہ شیعہ مذہب کے مطابق بارہ امام معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ نیز ملا باقر مجلسی اپنی کتاب (بحار الانوار) میں لکھتا ہے:

”و رسول اللہ نے حضرت علی سے کہا:

اے علی! تم کچھ ایسی فضیلتوں کے مالک ہو جن سے میں محروم ہوں مثلاً فاطمہ تمہاری بیوی ہے جب کہ میں اس طرح کی بیوی سے محروم ہوں، اسی طرح تمہارے دو بیٹے حسن اور حسین ہیں جب کہ میں اس مقام و مرتبہ والی اولاد سے محروم ہوں۔ خدیجہ تمہاری ساس ہے جب کہ میری اس طرح کی کوئی ساس نہیں۔ میں تمہارا سسر ہوں، تمہارے سسر کی طرح کامیرا کوئی سسر بھی نہیں۔ جعفر تمہارا بھائی ہے۔ میرا اس طرح کا کوئی بھائی نہیں۔

فاطمہ ہاشمیہ تمہاری والدہ ہیں جب کہ میری ماں کا مقام ان کی مثل نہیں ہے۔ شیعہ مؤرخ مفید حضرت حذیفہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

”ابھی ابھی جو شخص مجھے ملا تھا کیا تو نے اسے دیکھا؟“
حضرت حذیفہ نے کہا کہ ہاں رسول اللہ!

آپؐ نے فرمایا: یہ فرشتہ تھا، اس سے پہلے یہ کبھی بھی مجھ پہ نازل نہیں ہوا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! میں حضرت علیؑ کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست کو قبول فرمایا اور علیؑ کو سلام کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ صرف علیؑ کو سلام کرنے آیا تھا“

۱۔ بحار الانوار کتاب الشہادۃ ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ صایران۔

۲۔ الامالی للمفید المجلد الثالث ص ۲۱ طبعہ ثانیہ نجف العراق۔

یہ ہیں شیعہ قوم کی روایات جن کے پس پردہ حب علی کی آڑ میں وہ انبیائے کرام کی توہین اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے یہودی افکار و نظریات کی تردید کرنا چاہتے اور انہیں اسلامی شریعت کا حصہ بنا کر اسلام کی حقیقی شکل کو مسخ کرتا چاہتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے :

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ علی علیہ السلام بھی سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے تو آپ نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

جس نے آدم کو اپنی خلقت میں، نوح کو اپنی حکمت میں اور ابراہیم کو اپنے علم میں دیکھا ہو تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ اے

شیعہ قوم درحقیقت اپنے اماموں کو بتدریج الوہیت کے مقام پر فائز کرنا چاہتی ہے چنانچہ کلینی نے اپنی کتاب ”الکافی“ میں عنوان باندھا ہے :

”و زمین امام کی ملکیت ہے“

اس عنوان کے تحت وہ حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ایک روایت ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا :

”موتیا اور آخرت امام کے قبضہ اختیار میں ہے جسے چاہے اور جو چاہے

عطا کر دے“ ۷۲

حضرت جعفر سے ہی روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا :

۱۔ الامالی للمنفیہ المجلس الثاني صفحہ ۱۵ مطبوعہ نجف۔

۲۔ اصول کافی ج ۱ ص ۹۰۹ مطبوعہ امیران

”ہم حکومت الہیہ کے نگہبان ہیں۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے علوم اور وحی خداوندی کا خزانہ ہے“ ۳

حضرت باقر کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:

”ہم علوم الہیہ کے خازن ہیں، ہم وحی خداوندی کے ترجمان ہیں اور ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والوں کے لیے واضح حجت ہیں“ ۴

شیعہ قوم نے اپنے اماموں کو مافوق البشر ثابت کرنے اور انہیں خدائی صفات سے متصف کرنے کے لیے جھوٹی حکایات اور باطل روایات کا سہارا لیا ہے اور ایسی ایسی کہاتیں وضع کی ہیں جنہیں سن کر شیعہ قوم کی عقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ شیعہ محدث نعمت اللہ البحرانی واقعہ خیبر میں حضرت علیؑ کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”دو مرتبہ کے قتل کے بعد جبرائیل علیہ السلام بشارت دینے کے لیے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس بشارت کی نسبت دریافت فرمایا تو جبرائیل نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب علیؑ نے اپنی تلوار مرتبہ کو قتل کرنے کے لیے اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اسرائیل و میکائیل کو حکم دیا کہ علیؑ کا بازو ہوا میں روک لو تا کہ پوری قوت سے نہ ماریں۔ مگر علیؑ کی تلوار کی ضرب اتنی شدید تھی کہ اس کے باوجود وہ مرتبہ اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کر تی ہوئی طبقات زمین میں پہنچ گئی یہ صورت حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے جبرائیل! جلدی زمین کے نیچے پہنچ اور علیؑ کی تلوار کو اس جلی تک نہ پہنچنے

وے جس نے زمین کو اپنے سینگوں پر اٹھایا جو اپنے گھیس ایسا نہ ہو کہ زمین زیر و زبر ہو جائے لہذا میں گیا اور تلوار کو روکا۔ وہ تلوار میرے بازو پر قوم کو طے شہروں سے بھاری تھی جو کہ سات شہر تھے جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑ کر اپنے بازو پر آسمان کے قریب تک اٹھایا اور صبح کے وقت تک حکم کا منتظر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان شہروں کے اٹانے کا حکم دیا۔ علی کی تلوار کا بوجھ ان سات شہروں کے بوجھ سے بھی زیادہ تھا۔ رسالتا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے ان شہروں کو اٹھاتے ہی کیوں نہ الٹ دیا؟

جبرائیل نے عرض کی: یا رسول! ان میں ایک بوڑھا کافر بیٹھ کے بل سوتا تھا اور اس کے سفید بال آسمان کی طرف تھے۔ اللہ سبحانہ نے ان سفید بالوں کی حیا کرتے ہوئے انہیں عذاب دینے کا اس وقت تک حکم نہ دیا جب تک کہ اس بوڑھے نے کروٹ نہ لے لی۔ پھر اللہ نے مجھے عذاب کا حکم دیا۔

اسی دن جب قلعہ فتح ہوا اور ان کی عورتیں انیسر ہو گئیں ان میں شاہ قلعہ کی بیٹی صفیہ بھی تھی۔ وہ رسالتا صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے منہ پر ضرب کا نشان تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہ کہنے لگی کہ جب علی قلعہ کی طرف آئے تو انہیں اسے فتح کرنے میں دشواری ہوئی علی غصہ میں آگئے اور قلعے کے ایک برج کو زور سے ہلایا تو سارے قلعے میں زلزلہ آگیا اور جتنے لوگ اونچی جگہ پر تھے گر پڑے۔ میں اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس پر سے گر پڑی اور میرے چہرے پر ضرب لگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اے صفیہ! جب علی غضب میں آیا اور قلعے کو ہلایا تو علی کے غضب سے خدا غضب میں آیا اور تمام آسمانوں میں زلزلہ آگیا یہاں تک کہ فرشتے ڈر گئے اور اپنے منہ کے بل گر گئے۔

ربا درہ خیبر تو چالیس آدمی مل کر اس کو رات کے وقت بند کیا کرتے تھے جب علی علیہ السلام قلعہ میں داخل ہوئے تو کثرت ضرب سے آپ کی ڈھال پارہ پارہ ہو کر گر پڑی۔ آپ نے اس دروازے کو اکیلے ہی اکھڑیا (جیسے چالیس آدمی مل کر بند کرتے تھے) اور اسے بطور ڈھال استعمال کرنے لگے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام جنگ کرتے رہے اور وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمادی۔ اے

یہ ہے وہ خود ساختہ حکایت جس میں حضرت علی کو خدائی اوصاف سے متصف کیا گیا ہے ”یضاھون قول الذین کفروا من قبل قاتلہم اللہ اُفی یوفکون“ یہ لوگ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے کفار کی سی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ شیعہ دین میں بارہ امام نہ صرف تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں بلکہ وہ خدائی صفات کے حامل بھی ہیں۔

عقیدہ تحریف قرآن

اہل سنت اور شیعہ کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید مکمل کتاب ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نہ اس میں کسی آیت کا اضافہ ہے اور نہ ہی کمی۔ صرف یہی نہیں بلکہ قیامت تک قرآن مجید کے کسی ایک حرف کو بھی تبدیل نہیں کیا جاسکے گا۔ یہ مقدس کتاب اسی حالت میں ہے جس حالت میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے چھوڑ کر گئے تھے۔ بخلاف دوسری آسمانی کتب اور صحائف کے کہ انہیں تبدیلی سے محفوظ نہ رکھا جاسکا بلکہ بعد میں آنے والوں نے اپنی منشا کے مطابق ان میں تبدیلی کر دی جب کہ قرآن مجید کی نسبت ارشادِ ربانی ہے۔

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ اے

ہم نے ہی ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

دوسری آیت ہے :

”إِن عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ، فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ

إِن عَلَيْنَا بَيَانَهُ“ ۱

۱ سورۃ الحجہ آیت ۹

۲ سورۃ القیامتہ آیت ۱۷ تا ۱۹

یعنی قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کی قرأت کی ذمہ داری ہماری ہے۔ جب ہم اس کی تلاوت کریں (تو اسے نبیؐ!) آپ بھی دہراتے جائیں۔ پھر قرآن مجید کی تفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

فیز ”لا یاتیہ الباطل من بین یدیه ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید“ اے قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا نہ سامنے اگر نہ پیچھے چھپ کر یہ اس ذات کا نازل کردہ ہے جو دانا اور قمر لغوں کے لائق ہے۔

سورہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں نہ تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ اور نہ قیامت تک کیا جاسکتا ہے یہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے اس میں کمی یا زیادتی کا کوئی احتمال نہیں کیونکہ اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن کریم بھی پہلی آسمانی کتب کی طرف تبدیلی سے محفوظ نہیں رہ سکا تو شریعت اسلامیہ کا ابطال لازم آتا ہے، اور تمام اسلامی عقائد تشکیک کی نذر ہو جاتے ہیں اس لیے کہ اگر کسی قرآنی آیت کی نسبت یہ یقین نہ رہے کہ وہ منزل من اللہ ہے تو اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عقائد کے اثبات کے لیے کسی یقینی امر کا ہونا ضروری ہے۔ ظنیات و محتملات سے ایمانیات کا اثبات ممکن نہیں۔

یہ تو اہل سنت کا عقیدہ، جہاں تک شیعہ قوم کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک قرآن مجید اصلی شکل میں محفوظ نہیں بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق اس کی بہت سی آیات میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور قرآن مجید کا ایک بہت بڑا حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک موجودہ قرآن اصلی قرآن نہیں۔

یہ ہے وہ بنیادی اور حقیقی اختلاف جو اہل سنت اور شیعہ بلکہ صحیح تعبیر کے مطابق مسلمانوں اور شیعہ کے درمیان پایا جاتا ہے اے اس لیے اگر کوئی شخص قرآن مجید میں کمی یا زیادتی کا عقیدہ رکھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا انکار درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کا انکار ہے تو شیعہ اس مسئلے میں نہ صرف یہ کہ اہل سنت کے مخالف ہیں بلکہ درحقیقت وہ قرآن و حدیث اور عقل و مشاہدہ کی مخالفت کر رہے ہیں اور حتیٰ کو چھوڑ کر باطل کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

اے شیخ محب الدین خطیب نے اپنی کتاب مد الخطوط العریضۃ ”یہیں درست کہا ہے کہ ہمارے درمیان اور شیعہ عقائد کے درمیان اتحاد کی کوئی گنجائش نہیں رہنے دی گئی۔ کیونکہ ہمارا اور ان کا اتحاد قرآن مجید پر ہو سکتا تھا مگر ان کے نزدیک قرآن مجید بھی اصلی نہیں۔ بعد ازیں شیخ خطیب نے وہ مثالیں ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب میں موجودہ قرآن محرف اور ناقص ہے۔

ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی نے اپنی کتاب ”مع الخطیب فی خطوط العریضۃ“ میں صفحہ ۴۸ سے صفحہ ۸۲ تک شیخ خطیب کے دلائل کا جواب دینے کی سعی کی ہے اور کہا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں مگر یہ مجرد انکار ہے جو تبقہ پر مبنی ہے لطف اللہ صافی اپنے اس موقف کی کوئی دلیل فراہم کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

اولاً: شیعہ عالم لطف اللہ صافی شیخ محب الدین الخطیب کی ان تصویص کا انکار نہیں کر سکا جن سے شیعہ عقیدہ ”تحریف قرآن“ کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح صافی کو نوری طبرسی کی کتاب (فضل الخطاب جس میں شیعہ عقیدہ تحریف قرآن کی وضاحت کی گئی ہے) کے انکار کی بھی جرات نہیں ہو سکی بلکہ اس نے نوری طبرسی کی غلطی اور علمی غیبت کا اعتراف کیا ہے۔

ثانیاً: خود صافی نے اپنی کتاب میں ایسی عباتیں ذکر کی ہیں جن سے عقیدہ تحریف

اب وہ نصوص کا ملاحظہ فرمائیں جو اس شیعہ عقیدہ کی وضاحت کرتی ہیں۔ کلینی کہ جس کا شیعوں کے نزدیک وہی مقام و مرتبہ ہے جو مسلمانوں کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ اپنی کتاب ”الکافی فی الاصول“ میں حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا: -

قرآن کا اثبات ہوتا ہے۔

ثالثاً: آخر میں یہ شیعہ عالم اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ کہنے پر مجبور ہوا ہے کہ اس طرح کے مسائل کو زیر بحث لانا مناسب نہیں کیونکہ اس سے غیر مذاہب کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ قرآن مجید بھی بقیہ کتب کی طرف محرف کتاب ہے اور یہ کہ قرآن مجید کا اصل اور محفوظ من اللہ ہونا مسلمانوں کے نزدیک اتفاقی مسئلہ نہیں۔ (غلط! مسلمانوں میں قرآن مجید کا مکمل اور محفوظ من اللہ ہونا اتفاقی مسئلہ ہے البتہ اس سے اختلاف کرنے والوں کی وہی حیثیت ہے جو یہودی نصاریٰ کی ہے ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں)

رابعاً: صافی اپنے ”معصوم“ اماموں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں لاسکا جس سے اس عقیدے کی تردید ہوتی ہو جب کہ شیخ محب الدین نے دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اس شیعہ عقیدے کی وضاحت ہوتی ہے۔ ہم اس بات میں بہت سی ایسی شیعہ روایات ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق قرآن مجید میں تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے اور یہ اصلی قرآن نہیں ہے اور جو شیعہ رسوائی سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کرتا ہے اس کا انکار لقیہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے پر مبنی ہے (ورنہ یہ کہنا کہ شیعہ مذہب تو برحق ہے مگر قرآن کی تحریف کا عقیدہ درست نہیں یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عیسائیت تو سچا دین ہے مگر حضرت عیسیٰ

”وہ قرآن جو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ لے کر نازل ہوئے تھے اس کی ۷۱ ہزار آیات تھیں“ اے جب کہ موجودہ قرآن مجید کی آیات چھ ہزار سے کچھ اور ہیں جس طرح کہ خود شیعہ مفسر ابو علی الطبرسی نے اپنی تفسیر میں اس بات کا یوں اقرار کیا ہے کہ ”قرآن کی آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہے“ ۲

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیعہ قوم کے نزدیک قرآن مجید کا ایک تہائی تو ہمارے پاس موجود ہے جب کہ دوسرا تہائی قرآن ضائع ہو چکا ہے۔ ایک شیعہ روایت سے بھی اس نظریے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اصول کافی میں ابوبصیر سے مروی ہے ”وہ کہتا ہے کہ :

”میں جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا، میں نے کہا: آپ پر قربان جاؤں میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں امام نے فرمایا: یہاں کوئی ہے تو نہیں جو میری بات سنے؟

راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادق نے وہ پردہ اٹھا کر دیکھا جو ان کے اور دوسرے گھر کے درمیان تھا پھر فرمایا: جو تمہارے دل میں ہے بلا جھجک پوچھو۔ میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے شیعہ آپس میں گفتگو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ درست نہیں۔ تو جس طرح صلیب پہ لٹکایا جانا عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے اس طرح قرآن مجید کا حرف و تبدیل شدہ ہونا شیعیت کا بنیادی عقیدہ ہے (

۱۔ الکافی فی الاصول۔ کتاب فضل القرآن، باب النوارج ۲ ص ۶۲۴
مطبوعہ تہران ۱۳۸۱ھ۔ ۲۔ تفسیر مجمع البیان للطبرسی ج ۱ ص ۴۰۷۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی کو ایک دروازے کی تعلیم دی کہ جس سے ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے ؟
امام نے فرمایا: رسول اللہ نے حضرت علی کو ایک ہزار دروازے کی تعلیم دی جن میں سے ہر ایک سے دو ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے ۔
میں نے کہا: اللہ کی قسم! بہت بڑا علم ہے۔

امام صاحب نے ایک لمحہ کے لیے ہاتھ سے زمین کو کریدا پھر فرمایا: بیشک یہ علم ہے اور وہ اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ہمارے پاس جامعہ ہے۔ اور مخالفین کو کیا علم کہ جامعہ کیا علم ہے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں: جامعہ کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا: وہ ایک صحیفہ ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا ہے۔ اس جامعہ میں ہر حلال و حرام کی وضاحت کہ دی گئی ہے۔ اس میں ہر وہ چیز ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ خراش بدن کی دیت بھی اس میں ہے۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ مجھ پر مارا اور فرمایا: کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے ؟
میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں تو آپ کے لیے ہوں۔
آپ کہیں جو چاہیں۔ پھر امام نے اپنے ہاتھ سے مجھے ٹولا اور فرمایا: یہاں تک کہ اس کی دیت گویا آپ غضبناک ہیں۔

میں نے عرض کیا اللہ کی قسم یہ علم ہے تو آپ نے فرمایا: بے شک یہ علم ہے اور اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا۔ پھر ایک لمحہ کے لیے خاموش رہے اور فرمایا:

ہمارے پاس جفر ہے اور مخالفین کو کیا خبر کہ جفر کیا ہے۔

حضرت ایک چٹڑے کا صندوق ہے جس میں نبیوں اور وصیوں اور بنی اسرائیل کے علماء کا علم ہے۔

پھر فرمایا: ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور مخالفین کو کیا خبر کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔

فرمایا: وہ ایک مصحف ہے جس میں تمہارے اس قرآن کی مثل تین گنا ہے۔ اللہ کی قسم! اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔ اے

قطع نظر باقی خرافات اور لایعنی امور کے اس روایت میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ قرآن مجید کا تین چوتھائی حصہ غائب کر دیا گیا ہے۔ موجودہ قرآن اصلی قرآن کا چوتھائی حصہ ہے۔ باقی تین حصے معاذ اللہ صحابہ کرام نے قرآن مجید سے حذف کر دیے ہیں۔ ان دو روایات کے بعد کسی کے لیے یہ گنجائش نہیں رہتی کہ وہ کہے کہ شیعہ قوم قرآن مجید کو مکمل کتاب مانتی ہے اور اگر کوئی شیعہ اپنے مذہب کو برحق بھی سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کا قائل نہیں تو وہ یقیناً تقیہ کر رہا اور مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں روایات شیعوں کی احادیث کی کتاب میں درج ہیں جس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب ان کے بارہویں مرعومہ غائب امام پر پیش کی گئی تھی اور اس امام نے اس کتاب کی تصدیق کی تھی اور شیعوں کے لیے کافی و مکمل کتاب قرار دیا تھا۔

اس کتاب کے مصنف کا نام محمد بن یعقوب کلینی ہے۔ اس کے متعلق شیعوں

۱۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب ذکر الصحیفۃ والحضر والجماعۃ ومصحف فاطمۃ ج ۱

ص ۲۳۹، ۲۴۰ مطبوعہ طہران

کا کہنا ہے کہ اس کے ان سفیروں کے ساتھ روابط تھے جو شیعہ عوام اور غار میں چھپے ہوئے بارہویں امام کے درمیان واسطے کا کام دیتے تھے۔ اے کتاب کا نام ”الکافی“ ہے۔ تو وہ کتب جو ان کے افسانوی امام کی مصدقہ ہو اس کتاب کی یہ روایات ہی شیعہ مذہب کے اس عقیدے کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔

اہل انصاف غور کریں اور بتلائیں کہ مجرم کون ہے ؟

جرم کا ارتکاب کرنے والا !

یا ارتکاب جرم کی نشاندہی کرنے والا !

ہم تو صرف مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار نہ کریں جس مذہب میں قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہو۔ اور جس مذہب کے نزدیک اصلی قرآن دنیا میں ہی موجود نہ ہو بلکہ وہ غار میں چھپے ہوئے بارہویں امام کے پاس ہو ۷

مجرم ہم نہیں کہ ہم تو صرف جرائم کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ امت اسلامیہ کو ان

اے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہویں امام بچپن ہی میں دشمنوں کے خوف سے ایک غار میں چھپ گئے تھے تقریباً ۹ برس تک وہ اپنے سفیروں کے ذریعہ شیعہ عوام کے مسائل حل کرتا رہا اور پھر لمبے عرصے کے لیے ایسا غائب ہوا کہ شیعہ قوم آج تک اس کے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی ولادت ہی سرے سے ثابت نہیں۔ یہ سب افسانہ ہے جو لوگوں کو دھوکہ دینے اور باطل افکار و نظریات کو رواج دینے کے لیے چند گمراہ اور یہودی الفکر لوگوں نے وضع کیا ہے (ثاقب)

۷ تفصیل آگے آئے گی۔

جرائم سے محفوظ رکھا جاسکے۔

محرم وہ ہیں جو شیعہ سنی اتحاد کا نام لے کر یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ اس سے چشم پوشی کرتے اور امت اسلامیہ کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات ایک یاد نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو شیعہ قوم کی تفسیر، حدیث اور فقہ و تاریخ کی کتب میں پھیلی ہوئی ہیں۔

شیعہ محدث صفار (جو کہ کلینی کا استاد ہے) کی کتاب بصائر الدرجات میں حضرت باقر سے روایت ہے:

رسول اللہ نے منیٰ میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: اے لوگو! میں تمہارے پاس تین چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

۱۔ قبران مجید

۲۔ اہل بیت

۳۔ کعبہ

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدس شعائر ہیں تم ان کی حفاظت کرنا۔ حضرت باقر فرماتے ہیں:

مگر افسوس! انہوں نے قرآن مجید میں تبدیل کر دی۔

کعبہ کو منہدم کر دیا۔ اور اہل بیت کو قتل کر ڈالا۔ اے

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ کلینی اپنی کافی میں روایت کرتا ہے:

”حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے علی بن سواد کو خط لکھا جس میں اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

”جو شیعہ نہیں اس کے دین سے محبت نہ رکھ کیونکہ وہ خائن ہیں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے اور کیا تجھے معلوم ہے کہ انہوں نے امانتوں میں خیانت کیسے کی؟

اُتْمَنُوا عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ فَمَحْرُوفٌ دَبْدَبُوہ -

”انہیں قرآن مجید امانتاً سپرد کیا گیا۔ انہوں نے اس میں تحریف کر دی اور اسے بدل ڈالا“ لے

یعنی یہی کی روایت ہے :

”ابو بھیر کہتے ہیں: میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت تلاوت کی ”هٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ“ یہ اللہ کی کتاب ہے تمہارے خلاف ٹھیک کستی (گواہی دیتی) ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کتاب کیسے بول سکتی ہے؟ یہ اصل میں صیغہ مجہول کے ساتھ ہے ”یُنْطِقُ“ یعنی اس سے ٹھیک ٹھیک کہلویا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں ہم تو اسے ”یَنْطِقُ“ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جبریل امین نے تو رسول خدا پر اسی طرح نازل کیا تھا مگر یہ ان ہفتات میں سے ہے جن میں تحریف کر دی گئی ہے“ ۲۷

لے الکافی کتاب الروضۃ ج ۸ ص ۱۲۵ مطبوعہ طهران و ص ۶۱

مطبوعہ ہندوستان -

۲۷ کتاب الروضۃ من الکافی ج ۸ ص ۵۰ مطبوعہ طهران و ص ۲۵

مطبوعہ ہندوستان -

شیعہ عالم ابن بابویہ قمی جیسے شیعہ قوم صدوق کے لقب سے موسوم کرتی ہے اپنی کتاب ”الحضال“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”قیامت کے دن قرآن مجید مسجد اور حضرت (اہل بیت) اللہ کے حضور اپنی شکایات لے کر آئیں گے“

قرآن کہے گا: اے اللہ! انہوں نے مجھے بدل ڈالا اور میرے ٹکڑے کر دیے۔
شیعہ مفسر محسن الکاشی جس کا شمار ان کے بڑے مفسرین میں ہوتا ہے اپنی تفسیر میں حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”اگر قرآن مجید میں کمی اور زیادتی نہ ہوئی ہوتی تو ہمارے حقوق کسی بھی معنی نہ رہتے۔

اور جب ہمارا قائم (بارہواں) امام نمودار ہوتا تو قرآن اس کی تصدیق کرتا۔ لے
یعنی چونکہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور ان آیات کو نکال دیا گیا ہے

جن میں ہمارے حقوق اور فضائل و مناقب کا بیان تھا اور بارہویں امام کے غائب ہونے اور اس کے نمودار ہونے کا ذکر تھا لہذا عوام ہمارے حقوق سے ناداقت

ہیں اور قرآن مجید میں آخری (افانوی) امام کا ذکر بھی نہیں ہے۔ بصورت دیگر قرآن مجید اگر اپنی اصلی حالت میں ہوتا تو ان تمام اشیاء کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا۔

۱۔ کتاب الحضال لابن بابویہ القمی ص ۸۳ مطبوعہ ایران۔

۲۔ تفسیر الصافی للمحسن الکاشی۔ المقدمة السادسة ص ۱۔ مطبوعہ ایران۔

قرآن مجید میں تبدیلی کس نے کی ؟

شیعہ قوم کے نزدیک قرآن مجید میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے معاویہ اللہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ سازش کر کے اصلی قرآن مجید کو غائب کر دیا اور اس کی جگہ اپنی مرضی کا ایک قرآن تالیف کر وایا جس میں سے وہ تمام آیات نکال دی گئیں جن میں ان کے عیوب و مطاعن اور اہل بیت کے مناقب و فضائل کا ذکر تھا۔

چنانچہ شیعہ محدث طبری اپنی کتاب ”الاحتجاج“ میں جو تمام شیعہ کے نزدیک معتد ہے صحابہ کرامؓ کے خلاف اپنے بغض و نفقہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے :
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے فوراً بعد حضرت علی نے قرآن مجید جمع کئے اسے مہاجرین و انصار پر پیش کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے آپ کی اسکی وصیت فرمائی تھی۔

جب ابوبکر نے حضرت علی کا جمع کردہ قرآن مجید کھول کر دیکھا تو پہلے صفحہ پر ہی ان لوگوں (مہاجرین و انصار) کے عیوب و نقائص پر مبنی آیات درج تھیں۔ ان آیات کو دیکھ کر عمر بن خطاب اچھل پڑا اور علی علیہ السلام سے کہنے لگا۔
علی ! اسے واپس لے جاؤ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ علی علیہ السلام نے وہ قرآن مجید پکڑا اور واپس گھر تشریف لے گئے۔ پھر زید بن ثابت کو طلب کیا گیا جو کہ قرآن کا قاری تھا۔

عمر نے اس سے کہا: علی ہمارے پاس ایک قرآن لے کر آئے تھے جس میں مباحرین
وانصار کی برائیوں اور نقائص و عیوب کا ذکر تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم ایک ایسا قرآن
ترتیب دیں جس میں سے یہ ساری آیات حذف کر دیں۔

زید بن ثابت کہنے لگا: مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر علی نے اپنا
جمع کردہ (اصلی) قرآن عوام پر ظاہر کر دیا تو کیا ہماری ساری محنت اکارت نہیں چلی
جائے گی؟

عمر کہنے لگا: پھر کیا صورت ہونی چاہیے؟

زید نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

عمر کہنے لگا: میرے خیال میں علی کو قتل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

چنانچہ عمر نے خالد بن ولید کے ذریعے علی علیہ السلام کو قتل کروانے کی
سازش تیار کی مگر اس میں ناکامی ہوئی۔

پھر جب عمر نے خلافت سنبھالی تو علی علیہ السلام سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا جمع کردہ
قرآن ان کے سپرد کر دیں۔ اس سے ان کی عرض یہ تھی کہ وہ اس میں بھی تبدیلی کر دیں۔
چنانچہ عمر کہنے لگا: اے ابوالحسن! (حضرت علیؑ کی کنیت) جو قرآن تم ابو بکر کے
پاس لے کر آئے تھے وہ ہمارے پاس بھی لے آؤ تاکہ ہم سب اس پر اتفاق کر لیں۔
علی علیہ السلام فرمانے لگے:

ناممکن! ناممکن! اب کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔ میں تو ابو بکر کے پاس
وہ قرآن صرف اس لیے لے کر آیا تھا کہ تم پر حجت قائم ہو سکے اور قیامت کے
دن تم یہ نہ کہہ سکو "إنا كنا عن هذا غافلين" کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی ورنہ ہم
اس پر ایمان لے آتے۔

میرے جمع کردہ قرآن کو صرف اُمہ ہی ہاتھ لگا سکیں گے جو میری نسل میں

سے ہوں گے۔

عمر کہنے لگا: حل وقت لاظہارہ معلوم؟
وہ قرآن کب ظاہر ہوگا؟

علی علیہ السلام نے فرمایا: اِذَا قَامَ الْقَائِمُ مِنْ وَلَدِي۔
”جب قائم ربارہواں امام اُغار سے باہر نکلے گا وہ قرآن اسی کے پاس ہوگا اور
وہ لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دے گا“ اے

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اصلی قرآن حضرت علیؑ نے ہی جمع کیا تھا۔
چونکہ اس قرآن میں مہاجرین و انصار کی برائیاں بیان کی گئی تھیں۔ لہذا
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ بعد ازیں شعیب (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما)
نے زید بن ثابت کے ذریعے ایک نیا قرآن تالیف کروایا جس میں بہت سی آیات کو
حذف کر دیا گیا۔

اصلی قرآن کے ظاہر کیے جانے کے خوف سے ابوبکر و عمر نے حضرت خالد
بن ولیدؓ کے ہاتھوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔
حضرت علیؑ نے وہ قرآن صیغہ انشاء میں رکھا اور دوبارہ طلب کرنے پر بھی
لوگوں کو نہ دکھایا۔ دَمَا إِلَى ذَٰلِكَ مِنَ الْخَدَائِفِ۔

کہاں میں انصاف پسند؟

کہاں ہیں عدل کرنے والے؟

کہاں ہیں حق و صداقت کی بات کرنے والے؟

اگر معاذ اللہ ابوبکرؓ و عمرؓ پر اس قسم کے الزامات عائد کیے جائیں تو باقی

کون ہے جس کی دیانت کی گواہی دی جاسکے؟

اور کون ہے جسے قرآن کا محافظ قرار دیا جاسکے؟

اور کون ہے جسے اسلام کا بطل جلیل کہا جاسکے؟

اگر ابو بکر و عمر کے متعلق یہی رائے قائم کر لی جائے کہ انہوں نے قرآن مجید میں تبدیلی کی اور کئی آیات کو قرآن مجید سے نکال دیا تو باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کیا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اس واضح نص اور ابو بکر و عمر کے خلاف اس بیچ اور یہودی ذہنیت کے اظہار کے بعد ”روشن خیال“ طبقے کا کیا موقف ہے؟

کیا اب بھی وہ شیعہ قوم کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی تلقین کریں گے اور کیا اب بھی وہ ”شیعہ سنی بھائی بھائی“ والا مکروہ فریب پہ مبنی نعرہ لگا کر شیعہ قوم کو صحابہ کرام کے خلاف طعن و تشنیع اور دریدہ دہنی کی اجازت دیں گے؟
کیا کوئی مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اس ہرزہ سرائی کرنے والے سے اتحاد و اتفاق کا تصور کر سکتا ہے؟

کیا کوئی مسلمان ان ہستیوں کے خلاف زہر انگلی کی اجازت دے سکتا ہے جنہوں نے اسلام کا پرچم لہرایا، اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا؟

کیا اہل سنت میں سے کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے متعلق اس قسم کی گستاخی کا سوچ سکتا ہے؟

”وحدت اسلامی“ اور ”اتحاد امت“ کے نعروں کا کیا مقصد ہے؟

کیا اس قسم کے شعار کو بلند کرنے والوں کا یہی مطمح نظر ہے کہ ہم اپنے عقائد سے دستبردار ہو جائیں، اپنے اسلاف کی بے صرمتی پر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور

اپنے ”شیعہ بھائیوں“ کو دریدہ دہنی کرنے، زہر اگلنے اور اتحاد امت کے نام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناموس یہ چھینٹے اڑانے کی کھلی چھٹی دے دیں؟ کیا اتحاد امت کے درس کا یہی مفہوم ہے کہ ہم تو ان کی عزت کریں اور وہ ہمارے اسلاف کو گالیاں دیں؟

ہم ان کا احترام کریں اور وہ ہماری تحقیر کریں؟
ہم انہیں اپنا بھائی کہیں اور وہ ہمارے اکابر کی توہین کریں؟
”قلک اذن قسمتہ ضیعی“

ہمیں اتحاد و اتفاق کی ایسی طیر صی تقسیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
تحریف قرآن کے متعلق شیعہ محدث کلینی اپنی کتاب الکافی میں احمد بن ابی نصر سے روایت کرتا ہے:

حضرت ابو الحسن رضا علیہ السلام (آٹھویں امام) نے مجھے ایک مصحف (قرآن) دیا اور ہدایت کی کہ میں اسے کھول کر نہ دیکھوں۔ مگر جب میں نے اسے کھولا تو میری نظر سورہ ”لحم یکن الذین کفروا“ پر پڑی، مجھے اس سورت میں تر کے قریب ایسے نام نظر آئے جن کا تعلق قریش سے تھا۔ میں نے قرآن مجید بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے یہ پیام بھیجا کہ وہ مصحف واپس کر دو“ اسے

یعنی اگرچہ شیعہ کے امام ابو الحسن رضا نے اس شخص کو وہ مصحف کھولنے سے منع کیا تھا مگر اس نے ان کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے کھول کر دیکھ لیا۔ اور اسے کفار کی فہرست میں ۷۰ ایسے نام نظر آئے جو کہ موجود قرآن مجید میں نہیں ہیں

اور ظاہر ہے کہ (بقول شیعہ) خلفائے راشدین نے ان ناموں کو ساقط کر دیا کیونکہ معاذ اللہ ان کے نام بھی اس فہرست میں شامل تھے۔

کمال الدین میسم البحرانی نہج البلاغہ کی شرح میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر الزامات و اتہامات عائد کرتے ہوئے ”مطاعن علی عثمان“ کے عنوان سے ذکر کرتا ہے: ”عثمان کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ اس نے لوگوں کو زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کیا اور بقیہ نسخوں کو جلادیا۔ اسی طرح عثمان بن عفان نے بہت سی ایسی آیات ختم کر دیں جو بلا شک و شبہ قرآن مجید کا حصہ تھیں“ اے ایک اور شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی مشہور کتاب ”الانوار النعمانیہ“ میں کہتا ہے:

”قد استفاض فی الأخبار أن القرآن لما انزل لعلی لفضہ الامیر المؤمنین“

یعنی بہت ساری ایسی (شیعہ) احادیث ہیں جن میں وارد ہوا ہے کہ قرآن مجید کو اصلی شکل میں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا حضرت علی کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔

”استفاض“ کا مفہوم ہے کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ وہ حد تو اتر سے ذرا سی ہی کم ہیں۔

کلینی و محتاج کرتے ہوئے جابر جعفی سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا: ”میں نے امام باقر علیہ السلام کو کہتے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے

اے شرح نہج البلاغہ میسم البحرانی ج ۱ ص ۱ مطبوعہ طہران۔

اے الانوار النعمانیہ فی بیان معرفۃ التشاۃ الانسانیۃ از نعمت اللہ الجزائری۔

کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ مکمل قرآن جمع کیا ہے تو وہ کذاب ہے
 ”ما جمعہ وحفظہ کما انزل الاعلیٰ بن ابی طالب والا ئمة بعدہ“
 یعنی مکمل قرآن حضرت علی اور دوسرے اماموں کے سوا کسی نے جمع اور حفظ نہیں
 کیا“ اے

گویا شیعہ دین کے مطابق اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ صدیق و فاروق اور زونورین
 رضی اللہ عنہم کا جمع کردہ قرآن مجید مکمل ہے۔ تو وہ کذاب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص
 یہ کہے کہ وہ سارے قرآن کا حافظ ہے تو وہ بھی جھوٹا ہے۔ اسی بنا پر شیعہ قوم نہ صرف
 یہ کہ قرآن مجید حفظ نہیں کرتی بلکہ حفاظ قرآن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

اصلی قرآن کس کے پاس ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر موجودہ قرآن مجید ناقص اور نامکمل ہے تو آخر
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اصلی اور مکمل قرآن جسے حضرت علیؑ نے مدون کیا وہ
 کہاں ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے کلینی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :-
 ”سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام
 کی موجودگی میں کچھ ایسی آیات تلاوت کیں جو موجودہ قرآن میں نہ تھیں تو آپ
 فرمانے لگے :

۱۔ اصول کافی کتاب الحجۃ۔ باب اَنَّهُ لَمْ يَجْعَلِ الْقُرْآنَ كَلِمَةً اَلَا اَمْتًا ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ طہران

”اقدراکم یقدرا الناس حتی یقوم القائم“ جس طرح عالم لوگ قرآن پڑھتے ہیں تم بھی اسی طرح پڑھا کرو تا وقتیکہ قائم (یعنی غازیں چھپے ہوئے بارہویں افسانوی امام) ظاہر ہو جائیں جب ان کا ظہور ہو گا تو وہ علی علیہ السلام کا لکھا ہوا قرآن نکالیں گے۔

پھر آپ نے فرمایا: علی علیہ السلام جب اپنے قرآن کی تدوین سے فارغ ہوئے تو وہ ابو بکر و عمر وغیرہ کے پاس آئے اور فرمایا: ہذا کتاب اللہ بعز وجل کما أنزلہ اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ قد جمعنا من اللوحین یعنی یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اپنی اصل شکل میں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ پر نازل فرمائی، میں نے اسے تختیوں سے نقل کر کے مدون کیا ہے۔ علی علیہ السلام کی یہ بات سن کر ابو بکر و عمر اور ان کے ساتھی کہنے لگے: ہمارے پاس اپنا قرآن موجود ہے، ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں جس پر علی علیہ السلام نے فرمایا:

”تم آج کے بدلے قرآن کو نہ دیکھ سکو گے میری فقط اتنی ذمہ داری تھی کہ تمہیں اکبر خبر دوں کہ میں نے مکمل قرآن جمع کر لیا ہے“ اے

اسی بنا پر شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ اصلی قرآن اس امام کے پاس موجود ہے جو غار میں چھپ گیا تھا اور ابھی تک وہیں چھپا ہوا ہے۔

چنانچہ مشہور شیعہ مصنف احمد بن ابی طالب طبرسی متوفی ۵۲۰ھ اپنی کتاب ”الاحتجاج علی اهل البیاج“ کہ جس کے متعلق مصنف کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے: ”ہم اپنی اس تصنیف میں صرف احادیث کے متن پر ہی اکتفا کریں گے اور

سند بیان نہیں کریں گے کیونکہ اس تصنیف میں موجود تمام روایات بالاتفاق صحیح عقل کے مطابق یا مخالفین و موافقین کے ہاں مشہور و متداول ہیں“ اے اپنی اس کتاب میں طبرسی ذکر کرتا ہے:

”جب امام مہدی ظاہر ہوں گے ان کے پاس رسول اللہ کا اسلحہ اور آپ کی تلوار ذوالفقار ہوگی (نامعلوم ان کے امام مہدی میزائلوں اور بموں کے دور میں اس اسلحے سے کیا کام لیں گے؟) اور ان کے پاس ایک حبشٹر ہوگا جس میں قیامت تک کے شیعوں کے نام درج ہوں گے۔

اسی طرح امام مہدی کے پاس ”الجامعہ“ بھی ہوگا جو کہ ایک حبشٹر ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے اس میں انسانی ضرورت کی ہر چیز کا ذکر ہے۔ نیز ان کے پاس ”بغیر الکبر“ بھی ہوگا۔ جو کہ چترے کا ایک بدن ہے جس میں تمام علوم بھرے ہوئے ہیں حتیٰ کہ خراش کی دیرت تازیانوں کا بھی اس میں ذکر موجود ہے۔

نیز ان کے پاس مصحف فاطمہ یعنی حضرت فاطمہ علیہا السلام والا قرآن بھی ہوگا ایہ الکافی میں کلینی روایت بیان کرتا ہے:

کسی نے امام ابوالحسن رضا علیہ السلام۔ شیعہ کے آٹھویں امام سے دریافت کیا کہ ہم ایسی آیات سنتے ہیں ان آیات کی طرح نہیں ہوں جو ہمارے پاس ہیں اور آپ کے واسطے سے پہنچی ہیں، تو کیا ہم ان (یعنی محرف آیات) کی تلاوت سے گنہگار تو نہیں ہونگے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں تم ان آیات کو اسی طرح پڑھو (جس طرح عام لوگ پڑھتے ہیں) فبجیئکم من یعلمکم تمہیں سکھلانے والا عنقریب

۱۰۱ الاجتہاد للطبرسی، مقدمہ۔

۱۰۲ الاجتہاد للطبرسی ص ۲۲۳ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ

اُنے گا“ ۱

نعمت اللہ الحسینی الجزائری جو کہ مشہور شیعہ مفسر تفسیر صافی کے مصنف محسن الکاشفی کا شاگرد ہے اپنی کتاب ”الانوار النعمانیۃ فی بیان معرفۃ النشأۃ الانسانیۃ“ کہ جس کے متعلق مقدمے میں لکھا ہے:

”ہم نے اپنی اس تصنیف میں بالائتزام صرف ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ائمہ معصومین سے روایت کردہ ہیں۔ اور جن کی صحت میں کوئی شک نہیں، تاریخی روایات چونکہ مستند نہیں ہوتیں اس لیے ہم نے ان کے ذکر سے اجتناب کیا ہے“ ۲

یہ شیعہ محدث اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے:

”احادیث سے ثابت ہے کہ ائمہ معصومین نے اپنے شیعوں کو سنی قرآن کے پڑھنے کا اسی حکم دیا ہے تا وقتیکہ مولانا صاحب الزمان (آخری امام) ظاہر ہو جائیں۔ ان کے ظاہر ہونے پر جو وہ قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا جمع کردہ اصلی قرآن اس کی جگہ نکل آئے گا“ ۳

تحریف قرآن کے اس عقیدے پر گنتی کے چند افراد کے ماسوا کہ جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ شیعہ قوم کے تمام اسلاف کا اجماع ہے۔ ان چند افراد نے بھی کچھ مصلحتوں کے پیش نظر تحریف قرآن کا انکار کیا جن کا ذکر ہم اگلے صفحات میں کریں گے۔

علاوہ ازیں ان کے انکار کی کوئی بنیاد بھی نہیں ہے کیونکہ ان کا انکار کسی دلیل و حجت پر مبنی نہیں جب کہ عقیدہ تحریف قرآن کا ثبوت بے شمار شیعہ احادیث و روایات

۱۔ اصول کافی۔ باب ان القرآن یرفع کما أنزل ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ طہران دس ۶۶۴ مطبوعہ

۲۔ الانوار النعمانیۃ للجزائری۔ مقدمہ

۳۔ ایضاً

سے ہوتا ہے۔ ہمارے اس نظریے کی تصدیق مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو اس نے اپنی کتاب ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ میں نعمت اللہ الجزائری سے نقل کی ہے، لکھتا ہے: تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات دو ہزار سے بھی زائد ہیں، شیعہ محدثین و مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے ان احادیث کے مستفیض (یعنی متواتر سے ذرا کم) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ سر فہرست ہیں“ اے ایک اور جگہ لکھتا ہے:

”و شیعہ علماء کا اتفاق ہے کہ وہ تمام احادیث جن سے تحریف قرآن کا اثبات ہوتا ہے وہ نہ صرف صحیح اور مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحتاً قرآن کی تحریف و تبدیلی پر دلالت کرتی ہیں“ ۱۷

علمائے حدیث کے نزدیک متواتر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جسے ہر زمانے میں راویوں کی اتنی بڑی تعداد نے رواں کیا ہو کہ جن کا کذب پر جمع ہونا محال اور ممکن ہو یعنی اس حدیث کے صحیح البتہ ہونے میں ذرا سے بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ تو گویا تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی احادیث متواتر ہیں جن کے صحیح ہونے میں شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اور شیعہ محدث نوری طبرسی کے مطابق شک و شبہ کا کوئی احتمال نہیں اور ان کے صحیح ہونے پر پوری شیعہ امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ مشہور شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر ”العصافی“ میں بیان کرتا ہے:

”تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی تمام احادیث اہل بیت (بارہ اماموں) سے منقول ہیں۔ ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں ہے جس طرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا بلکہ آپ پر نازل ہونے والے قرآن میں تبدیلی کر دی گئی ہے، اس قرآن کا کچھ حصہ اصلی قرآن کے مخالف ہے، کچھ تبدیل شدہ ہے اور بہت سی آیات ویسے ہی نکال دی گئی ہیں..... نیز موجودہ قرآن کی آیات کی ترتیب بھی اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے“ اے

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم القمی جو کہ شیعہ کا قدیم ترین مفسر ہے اور جس کی تعریف کرتے ہوئے شیعہ ماہر علم رجال نجاشی لکھتا ہے:

”علی بن ابراہیم القمی حدیث میں ثقہ معتد اور صحیح المذہب تھے۔ ان کی تفسیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقت میں امام باقر اور امام جعفر صادق کی تفسیر ہے یعنی ان کے اقوال و افکار پر مبنی ہے“

چنانچہ یہ شیعہ مفسر اپنی تفسیر کے مقدمہ میں کہتا ہے:

”قرآن میں ناسخ منسوخ بھی ہے اور محکم و متشابہ بھی..... اور قرآن کا کچھ حصہ ایسا ہے جو کہ اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے (یعنی اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے) اے تفسیر قمی کے حاشیہ میں ایک شیعہ عالم تحریف قرآن کی بحث میں لکھتا ہے:

”متقدمین و متاخرین علماء اور محدثین قرآن میں کمی اور تبدیلی کے قائل ہیں مثلاً کلینی، برقی، عیاشی، نعمانی، فرات الکوفی، احمد بن ابوطالب طبرسی، ملا باقر مجلسی، المحرر العالی، علامہ فتونی اور سید بحرانی وغیرہم۔

۱۔ تفسیر الصافی۔ المقدمة السادسة۔

۲۔ تفسیر القمی۔ مقدمہ ج ۱ ص ۵ مطبوعہ نجف ۱۳۷۶ھ۔

ان سب کا عقیدہ تھا کہ موجود قرآن اصلی قرآن سے کم ہے اور قرآن کا بہت سارا حصہ غائب کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی آیات اور احادیث کا سہارا لیا ہے جنہیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے^۱۔
تو یہ بعض روایات و احادیث میں جنہیں شیعہ قوم نے اپنے ”معصوم“ اماموں کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیعہ مذہب کے مطابق یہ تمام احادیث صحیح اور معتد ہیں جو ان کی کتب تفسیر حدیث افہام رجال اور کتب تاریخ میں منقول ہیں۔ ان تمام روایات اور شیعہ اکابرین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ قوم قرآن مجید کو ناقص، نامکمل اور محرف تبدیل شدہ کتاب مانتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس میں سے بہت ساری آیات کو معاذ اللہ خلفائے راشدین نے اپنے مقاصد کی تکمیل اور اہل بیت کو اقتدار سے محروم رکھنے کے لیے نکال دیا تھا۔

فیضیہ کہ اصلی قرآن اس وقت کرہ ارضی پہ موجود نہیں بلکہ وہ اس امام کے پاس ہے جو عراق میں موجود ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ اور شیعہ عقیدے کے مطابق نہ صرف مسلمانان اہل سنت بلکہ خود شیعہ بھی مکمل قرآن مجید سے محروم ہیں۔
شیعوں کے اس باطل عقیدے کی تردید کے لیے ہم ذیل میں چند قرآنی آیات نقل کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ“^۲

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

”لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ

حَكِيمٍ حَمِيدٍ“^۳

۱۔ مقدمہ تفسیر القمی للید طیب الموسوی ص ۲۳۔

۲۔ سورۃ البقرۃ آت ۱۔ ۳۔ سورۃ حم السجۃ آت ۲۔

”قرآن مجید پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اس ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو صاحب حکمت اور قابل تعریف ہے۔“

”انا نحن نزلنا الذکر وإنا لہ لما فظون“ لے

قرآن پاک کو نازل بھی ہم نے کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمے ہے۔
”ان علینا جمعه وقد آنہ“ لے

قرآن مجید کو جمع کرنا اور اسی کی قرأت کا اہتمام کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

”أحکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر“ لے

قرآن مجید کی آیات کو محکم (یعنی مضبوط اور واضح) کیا گیا پھر اس کی اللہ کی طرف سے تفصیل کی گئی جو کہ حکیم و خبیر ہے۔

”وما هو علی الغیب بضنین“ لے

وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) غیب (یعنی وحی کی تبلیغ میں بجل سے کام لینے والے نہیں ہیں۔

بعض شیعہ علماء کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے کچھ حصے کا علم صرف حضرت علیؓ ہی کو تھا کیونکہ بعض اوقات نزول وحی کے وقت آپ کے پاس صرف حضرت علیؓ ہی موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ آیات جو کہ صرف علیؓ ہی کی موجودگی میں نازل ہوئی تھیں۔ آپ نے جمع کیں۔ باقی صحابہ کو ان آیات کا علم نہ تھا لے

لے سورة الحجرات ۹ - لے سورة القیامہ آئت ۱۷ -

لے سورة ہود آئت ۱ - لے سورة التکویر آئت ۲۴ -

ہے ملاحظہ ہو الانوار النعمانیۃ لنگت اللہ الجبرائی بحث فی تحریف القرآن۔

اسی طرح شیعہ قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگاتی ہے کہ آپ نے مکمل قرآن مجید تمام صحابہ کرام تک پہنچانے میں بخل سے کام لیا ہے۔ جب کہ گزشتہ آیت اسی نظریے کی نفی کرتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“ ۱۷

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچائیے۔

سو یہ عقیدہ رکھنا کہ کچھ آیات کا علم صرف حضرت علیؓ ہی کو تھا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ وحی کے فریضے میں تغافل برتا ہے اور یہ عقیدہ بلاشبہ کفر و ارتداد پہ مبنی ہے۔ اے اذان اللہ المسلمین منھا۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے عقائد سے تمام مسلمانوں کو پناہ میں رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اَفْلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبِ اَفْقَالِهَآ“ ۱۸

کیا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پہ تالے لگے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوا کہ موجودہ قرآن مجید ہی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ ورنہ اس پر غور و فکر کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ قرآن محرف ہے تو اس پر فکر و تدبیر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی بے معنی قرار پاتا ہے:

”اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلّٰتِىْ هِيَ اَقْوَمُ“ ۱۹

۱۷ سورۃ المائدہ آیت ۲۷۔ ۱۸ سورۃ محمد آیت ۲۴

۱۹ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹

یعنی ”یہ قرآن بالکل سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے“ تو معاذ اللہ اگر یہ کہا جائے کہ موجودہ قرآن مجید میں بنیادی عقائد و ارکان اسلام پر مبنی بہت سی آیات موجود نہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ قرآن کریم ہدایت و راہنمائی کے لیے کافی نہیں بلکہ حقیقی اسلام کو پہچاننے کے لیے عیاذ باللہ اس امام کے نکلنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جو شیعہ قوم کے مطابق اصلی قرآن سمیت غار میں چھپ کر پوری امت کو ہدایت و راہنمائی سے محروم کیے بیٹھا ہے۔

تحریف قرآن کی چند مثالیں

گزشتہ صفحات میں ہم نے شیعہ قوم کی معتبر کتابوں کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق موجودہ قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں کی طرح اپنی اصل شکل میں جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا محفوظ نہیں رہا بلکہ اس میں بہت سی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں اور بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔
ذیل میں ہم شیعہ قوم کی معتبر کتابوں میں سے تحریف کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں
چنانچہ شیعہ مفسر اپنے معصوم اور واجب الطاعت امام ابوالحسن موسیٰ الرضا کے متعلق نقل کرتا ہے کہ وہ آئت الکرسی کو یوں پڑھا کرتے تھے۔

”الم۔ اللہ لا الہ الا هو الٰہی القیوم لا تاخذہ سنتہ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثری۔ عالم الغیب والشہادۃ، الرحمن الرحیم۔“

لے تفسیر العقی ج ۱ ص ۸۲ تحت آیت الکرسی۔

توشیحہ قوم کے مطابق ان کے آٹھویں امام ابو الحسن رضا آنت الکرسی موجودہ قرآن مجید کے مطابق نہیں پڑھتے تھے بلکہ ایسے الفاظ اس میں شامل کر دیتے تھے جو آنت الکرسی کا حصہ نہیں ہیں چنانچہ آخری سطر موجودہ قرآن مجید کے مطابق آنت الکرسی میں شامل نہیں جب کہ شیعوں کے مطابق یہ سطر آنت الکرسی کا حصہ ہے۔

یہی قی آنت "لہ معقبات من بین ید یہ الخ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آنت تلاوت کی

"لہ معقبات من بین ید یہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ"

(یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے پہرے دار ہیں اس کے سامنے اور اس کے پیچھے جو اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے) یہ آنت سن کر امام علیہ السلام فرمانے لگے: کیا تم عرب نہیں ہو؟

کیف تكون المعقبات من بین ید یہ ؟

یعنی "معقبات" (پیچھے رہنے والے) سامنے کس طرح ہو سکتے ہیں "معقب" تو پیچھے رہنے والے کو کہا جاتا ہے اس آدمی نے پوچھا:

میں آپ پر قربان جاؤں! تو یہ آیت کس طرح ہے ؟

آپ نے فرمایا: یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "لہ معقبات من خلفہ و رقب من بین ید یہ یحفظونہ با امر اللہ" (یعنی اس کے لیے پہرے دار ہیں پیچھے اور نگہبان ہے آگے جو اس کی اللہ کے حکم سے نگہبانی کرتے ہیں) اے اس روایت میں شیعہ مفسر قی کے بقول حضرت جعفر صادق نے "لہ معقبات

من بین یدیدہ ومن خلفہ“ پڑھنے والے کو عربی قواعد سے ناواقف قرار دیا ہے حالانکہ غور کیا جائے تو خود امام ہنقر صادق بقول شیعہ عربی سے ناواقف قرار پاتے ہیں اس لیے کہ عرب ”المعقب“ کو دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں ایک معنی ہے ”الذی یجئ عقب الآخر“ یعنی کسی کے پیچھے آنے والا اور دوسرا معنی ہے ”الذی یکتزل الجئی“ یعنی بار بار آنے والا اور یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

جیسا کہ عربی شاعر لبید کہتا ہے :

طلب المعقب حقہ المظلوم

یہاں ”المعقب“ کا معنی ہے المکرر۔

نیز سلامہ بن یحسدل کا شعر ہے:

إذا لم یغیب فی أول الغزو عقباً

یعنی غزوغزوۃ اخری لہ

اسی طرح اس آئت میں ”من“ ”با“ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جو کہ عربی زبان میں عام رائج ہے۔ بہر حال یہ تو عربی قواعد سے متعلق بحث تھی ہمارا استشہاد یہ ہے کہ قئی کے مطابق قرآن مجید کی اس آئت میں تحریف کی گئی ہے۔ نیز قئی آئت:

”واجعلنا للمتقین اٰماما“ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”امام صادق علیہ السلام کی موجودگی میں کسی نے یہ آئت تلاوت کی“ واجعلنا

للمتقین اٰماما“ تو آپ نے فرمایا کہ یہ آئت اصل میں یوں نازل ہوئی تھی واجعلن

لنا من المتقین اٰماما“ لہ

شیخ مصنف طبرسی اپنی کتاب ”الاحتجاج“ میں لکھتا ہے:

کسی زندیق نے حضرت علی بن ابی طالب سے قرآن کریم کی آیت ”وَمَنْ يَفْتَرِ عَلَى اللَّهِ كُفْرًا لَا يَزِيدُ فِي كُفْرِهِ إِلَّا جَعْلًا“ کے متعلق پوچھا کہ یہ آیت فصاحت کے خلاف ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ آیت بھی ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف و تبدیلی کر دی گئی ہے، منافقین نے قرآن مجید کی بہت سی آیات کو بدل ڈالا اور بہت سی آیات کو نکال دیا۔ فی الیتامیٰ اور ”فَانْكَحُوا“ میں ایک تہائی قرآن تھا جو حذف کر دیا گیا ہے“ ۱۷

کلینی اپنی کتاب الکافی میں کہتا ہے:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی ”وَمَنْ يَطْعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِي وَلَايَةِ عَلِيٍّ وَالْأَمَّةِ بَعْدَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا“ (یعنی جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور علی اور ان کے بعد اماموں کی ولایت کو تسلیم کرے گا، تو وہ یقیناً عظیم کامیابی حاصل کرے گا“ ۱۸

اس آیت میں: ”فِي وَلَايَةِ عَلِيٍّ وَالْأَمَّةِ بَعْدَهُ“ کے الفاظ قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں۔ شیعہ مذہب کے مطابق یہ کلمات اصل قرآن میں موجود تھے مگر صحابہ کرام نے نکال دیے۔

محسن الکاشی اپنی تفسیر صافی میں نقل کرتا ہے کہ آیت ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ“ (اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کرو) اہل بیت کی قرائت کے مطابق یوں ہے ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ“ یعنی اے نبی!

۱۷ الاحتجاج للطبرسی ص ۱۹، تفسیر الصافی ص ۱۱۔

۱۸ کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ طہران

کفار سے جہاد کرو منافقین کو ساتھ ملا کر“ ۱۷
تحریف قرآن کی مثال بیان کرتے ہوئے کلینی اپنی کتاب میں حضرت جعفر صادق سے
روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

”وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ كَلِمَاتِ فَنسَى“ (ہم نے آدم علیہ السلام
کو پہلے ہی سے کچھ کلمات یاد کروادے تھے مگر وہ (عین موقع پر) بھول گئے۔ یہ اصل میں
یوں تھی ”وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ كَلِمَاتِ فِي مُحَمَّدٍ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ
وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْأُتَمَّةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَنَسَى“ یعنی ہم نے آدم کو چند
کلمات سکھائے (اور وہ کلمات یہ تھے) محمد علی، فاطمہ، حسن اور حسین مگر آدم بھول
گئے۔ اللہ کی قسم! یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی“ ۱۸
رب کعبہ کی قسم! یہ جھوٹ ہے۔

شیعہ مفسر قی کہتا ہے:

”آیت ”ان تكون أمة هي أربي من أمة“ اصل میں یوں تھی ”ان
تكون أمة هي أركي من أمتك“ کہا گیا کہ اے نواسہ رسول! ہم تو اسے
”أربي من أمة“ پڑھتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیڑہ غرق! ”أربي“
اُدبی کیا ہوتا ہے؟ اور ساتھ ہی ہاتھ بلایا جیسے کہ اس لفظ کو ترک کرنے کا اشارہ کر
رہے ہوں ۱۹

ان روایات کے علاوہ بھی بے شمار ایسی روایات ہیں جو شیعہ قوم کے اس باطل

۱۷ تفسیر الصافی ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ طہران۔

۱۸ اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب فیہ نکت ذمتہ من التنزیل فی الولاية، ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ طہران۔

عقیدے کی وضاحت کرتی ہیں۔ ہم اگلے صفحات میں مناسب جگہ پر ذکر کریں گے۔
ان شاء اللہ

شیعہ تحریف کے قائل کیوں ہیں؟

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ مختلف وجوہات کی بنا پر اختیار کیا، ان وجوہات میں سے ایک وجہ مسئلہ امامت و ولایت بھی ہے۔

تحریف قرآن اور عقیدہ امامت و ولایت

شیعہ مذہب کے مطابق بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا بنیادی عقائد میں شامل ہے، ان کے نزدیک اگر کوئی شخص اس عقیدے پر ایمان نہیں لاتا تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ شیعہ قوم کے ہاں ایمان بالامامت، ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی مانند ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کہنا فرض ہے اسی طرح بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ چنانچہ کلینی شیعہ راوی ابو الحسن عطار سے روایت کرتا ہے کہ:

”امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امام اور رسول اطاعت کے لحاظ سے برابر ہیں“

لے اصول کافی باب فرض طاعة الائمة ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ طہران

اسی طرح کافی ہی کی روایت ہے:

”امام صادق علیہ السلام نے فرمایا نحن الذین فرض اللہ طاعتنا ... الخ“ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت لوگوں پر فرض کی ہے ہمیں نہ جاننے والے کا عذر قابل قبول نہ ہوگا، ہماری معرفت (پہچان) ایمان اور ہمارا انکار کفر ہے۔ جو ہمارا منکر ہے وہ گمراہ ہے جب تک کہ وہ ہماری معرفت حاصل کر لے اور ہماری اطاعت کرے لے

حضرت باقر سے روایت کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک کافی نہیں جب تک امام کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اللہ کی عبادت بھی اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک امام کی معرفت حاصل نہ ہو۔ امام کی پہچان کے بغیر عبادت کرنے والا حقیقت میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یوں ہی گمراہی میں اپنی محنت ضائع کرتا ہے“^۱ شیعہ قوم کے نزدیک امامت کا مرتبہ تمام اکان اسلام سے زیادہ ہے چنانچہ کلینی حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت یعنی امامت“^۲ ولہذا دجشٹی مانودی بالولایت“ اور اسلام میں جتنا زور اماموں کی امامت و ولایت پر ایمان لانے کے اوپر دیا گیا ہے اتنا زور کسی بھی رکن اسلام پر نہیں دیا گیا“^۳

۱۔ ایضاً: ص ۱۸۷۔ ۲۔ کتاب الحجۃ من الکافی باب معرفۃ الامام ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ طهران ۳۔ الکافی فی الاصول کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران و ص ۳۶۹ مطبوعہ ہند۔

شیعہ راوی زرارہ اپنے امام حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: ”اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں: نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ، اور امامت و ولایت۔“
زرارہ کہتا ہے: میں نے پوچھا: ان میں سے اہمیت و افضلیت کس کی زیادہ

ہے؟

”امام علیہ السلام نے جواب دیا: ”الولاية افضل“ (ولایت (امامت) کی اہمیت و افضلیت سب سے زیادہ ہے)“ لے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اماموں کی ولایت و امامت کی اس قدر اہمیت ہے تو کیا وجہ ہے کہ نماز، روزے اور دیگر ارکان کا ذکر تو قرآن مجید میں بالتفصیل اور متعدد مقامات پر موجود ہے مگر ولایت و امامت کا کوئی نام و نشان تک نہیں جب کہ امامت نہ صرف یہ کہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن اور اس کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے بلکہ یہ وہ ”میشاق“ ہے جو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں انبیائے کرام سے لیا تھا۔ چنانچہ بصائر الدرجات میں صفار شیعہ حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: ”اللہ نے انبیاء کرام سے علی علیہ السلام کی امامت و ولایت پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا“ ۱

تعب ہے ایہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید میں اتنے اہم میثاق اور عہد کا ذکر تک موجود نہ ہو؟

شیعہ مذہب میں ”امامت“ انبیائے کرام سے لیا جانے والا عہد و میثاق ہی نہیں بلکہ یہ وہ امانت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی والوں اور زمین والوں پہ پیش

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۸۸ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۳۲۸ مطبوعہ ہند۔

۲۔ بصائر الدرجات للصفار ج ۲ باب ۹ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵۔

کیا، شیعہ محدث صفار جو کلینی کا استاد بھی ہے اپنی کتاب ”بصائر الدرجات“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”واللہ تعالیٰ نے میری ولایت آسمان والوں اور زمین والوں پر پیش کی۔ جس نے اس پر ایمان لانا تھا وہ ایمان لایا اور جس کی قیمت میں انکار تھا اس نے انکار کیا۔“
 ”انکہہ یونس فجبسہ اللہ فی بطن الحوت حتی اقتربھا“ میری ولایت کا یونس نبی نے۔ عیاذ باللہ۔ انکار کیا تو اللہ نے انہیں بطور سزا (مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا حتیٰ کہ وہ میری ولایت پر ایمان لے آئے۔“

شیعہ قوم کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی توحید کرتے ہوئے ذرا سی بھی شرم محسوس نہ ہوئی اور آپ علیہ السلام پر یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے حضرت علیؑ کی امامت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ کو یہ سزا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں قید رکھا، اور چالیس دن کے بعد انہوں نے حضرت علیؑ کی امامت کو تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے آزاد کر دیا۔

نغوذ باللہ من ذلک۔

شیعہ کی ایک روایت کے مطابق آسمان کے تمام فرشتوں کا بارہ اماموں کی امامت و ولایت پر ایمان ہے، کلینی کا استاد صفار ”بصائر الدرجات“ میں لکھتا ہے:

”امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: آسمان میں فرشتوں کی ستر قسمیں ہیں۔ اگر تمام زمین والے مل کر بھی انہیں شمار کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں وہ تمام کے تمام ہماری ولایت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔“

اے بصائر الدرجات للصفار ج ۲ باب ۱۰ مطبوعہ ایران۔

۱۱۷ ایضاً (باب ۶)

تو جن عقیدے کی اتنی اہمیت وحیثیت ہو اور اس کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو۔ کیا عقلاً اس بات کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔۔۔؟

یعنی اگر بارہ اماموں کی امامت کو تسلیم کرنا اتنا ہی اہم ہے تو قرآن مجید میں اس کا مفصل نہیں تو کم از کم اشارہ ہی ذکر ہوتا۔

نیز کلینی امامت و ولایت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

”و اسلام کے ستون تین ہیں: نماز، زکوٰۃ اور ولایت ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر عند اللہ قابل قبول نہیں“ لہ

اپنے آٹھویں امام ابو الحسن رضا سے روایت کرتا ہے:

”علی علیہ السلام کی امامت (صرف قرآن مجید میں ہی نہیں بلکہ) تمام گزشتہ صحیفوں میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے سب نے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت اور علی علیہ السلام کی وصایت و امامت کی تبلیغ کی،“ لہ عقیدہ امامت تحریف قرآن کے افسانے کو وضع کرنے کے سبب

و محرکات میں سے ایک سبب تھا کہ جب ان پر اعتراض کیا جاتا کہ اگر حضرت علی رض اور دیگر اماموں کی امامت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور

اس قدر اہمیت کا حامل ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا جب کہ بقول شیخ اس عقیدے سے کم اہمیت کے حامل عقائد کا ذکر بالوضاحت قرآن مجید

کی آیات میں موجود ہے۔ شیعہ قوم نے اس اعتراض سے نجات کے لیے یہ عقیدہ

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران۔ ۲۔ کتاب الحجۃ من الکافی۔ باب فیہ

تتف وجوامع من الروایۃ فی الولاية ج ۱ ص ۳۳۷ مطبوعہ ایران۔

وضع کیا کہ امامت ائمہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود تھا مگر موجودہ قرآن جو نسخہ اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ یہ محرف اور تبدیل شدہ ہے۔ چنانچہ صحابہ نے حضرت علی اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت کی بنا پر ان تمام آیات کو قرآن مجید سے نکال دیا جن میں ان کی امامت و خلافت کا ذکر تھا۔

چند مثالیں

اس کی مثال دیتے ہوئے کلینی اصول کافی میں روایت کرتا ہے :

”امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضرت علی بن ابی طالب کا لقب امیر المؤمنین کس نے رکھا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت علی کو امیر المؤمنین کہا ہے۔

پوچھا گیا کونسی آیت میں؟

جواب دیا: ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَانْ مُحَمَّدًا رَسُولِي وَأَنَا عَلِيٌّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ“

یعنی جب اللہ تعالیٰ تمام بنی آدم سے انہیں گواہ بنا کر یہ عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ اور کیا محمد میرے رسول نہیں؟ اور کیا علی امیر المؤمنین نہیں تو سب نے کہا ”ہاں یا رب“

شیعہ قوم نے اس آیت کا آخری حصہ اپنی طرف سے قرآن مجید میں شامل کر دیا۔

جب کہ یہ الفاظ و کلمات قرآن مجید میں موجود نہیں مگر شیعہ مذہب کے مطابق اصلی قرآن میں موجود تھے مگر عیاذ باللہ صحابہ کرام نے حذف کر دیے یعنی یہ قوم ایک یہودی الفکر عتیدے کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگانے اور اس کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے بھی باز نہیں آئی۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔

آنت: ”وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا في علي فأتوا بسورة من مثله“

یعنی اگر تمہیں ان آیات میں کسی قسم کا شک ہو جو ہم نے اپنے بندے علی کی شان میں نازل کی ہیں تو اس قرآن جیسی ایک سورت بھی بنا کر دکھاؤ۔ اس آنت میں سے ”فی علی“ کے کلمات نکال دیے گئے ہیں۔

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

حضرت جبریل علیہ السلام اس آنت کو یوں لے کر آئے تھے۔

”فأبأى أكثر الناس بولاية علي الكفوب“

یعنی لوگوں کی اکثریت نے حضرت علی کے انکار کو اختیار کیا اسی طرح اس آنت کو یوں لے کر آئے تھے۔

”وقل الحق من ربكم في ولاية علي فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر“

”ومن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر“

”کہہ دیجئے کہ علی کی ولایت کے متعلق حق تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا

گیا ہے۔ جو چاہے (علی کی ولایت پر) ایمان لے آئے اور جس کی مرضی ہو انکار کر دے
ہم نے آل محمد پر ظلم کرنے والوں کے لیے جہنم تیار کی ہے۔“ لے
اس روایت سے بھی شیعہ قوم یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ اصلی قرآن مجید میں
”فی ولایت علی“ اور ”آل محمد“ کے کلمات موجود تھے مگر موجودہ قرآن سے
انہیں نکال دیا گیا ہے۔

کیلینی ایک روایت بیان کرتا ہے:

”امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ”وَلَوْ اَنْهَم
فَعَلُوا مَا لَوْ عَظُّونَ بِهِ فِی عَلٰی لَكَانَ خَیْرًا لِّهْمُ“
یعنی اگر یہ لوگ اس نصیحت پر عمل کرتے جو انہیں علی کے بارہ میں کی گئی تھی
تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا لے

اس آیت میں بھی شیعہ قوم نے ”فی علی“ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔
حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:
یہ آیت جبریل علیہ السلام یوں لے کر نازل ہوئے تھے ”یا ایہا الذین
اَوْقُوا الْکِتَابَ اٰمَنُوا بِمَا نَزَّلَ فِی عَلٰی نُوْرًا مِّبِیْنًا“ اے اہل کتاب تم
ان آیات پر ایمان لے آؤ جو ہم نے علی کی شان میں نازل کی ہیں اور وہ واضح نور کی
حیثیت رکھتی ہیں“ لے

”فی علی“ کا لفظ قرآن مجید میں نہیں۔ یہ شیعوں کا اضافہ ہے۔

لے ایضاً ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۶ مطبوعہ ہند۔

لے اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ ایران و ص ۲۲۸ مطبوعہ ہند۔

لے ایضاً ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۲ مطبوعہ ہند۔

فینہ یہ آنت یوں نازل ہوئی تھی ”بِسْمِ اسْتَوَابِہِ اَنْفُسِہِمْ
اَنْ یَکْھذوا بِہَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِی عَلٰی بَغِیَا“

”برسی ہے وہ چیز جو انھوں نے حضرت علی کے بارہ میں نازل ہونے والی آیات
کے بدلہ میں ظلم کا ارتکاب کرتے ہوئے خریدی ہے“ ۱۔

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر کے مقدمہ لکھتا ہے :

”قرآن مجید میں تغیر و تحریف واقع ہوئی ہے۔۔۔ آنت ”کنتم خیر ائمتہ“

اصل میں یوں تھی ”کنتم خیر ائمتہ“ موجودہ قرآن میں یہ آنت اصل
قرآن کے مطابق نہیں کیونکہ یہ ائمتہ (ائمت محمدیہ بہترین امت کیونکر ہو سکتی
ہے؟ اس امت نے تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو
قتل کیا۔ یہ اصل میں اماموں کے بارہ میں تھی ”کنتم خیر ائمتہ“ یعنی تم بہترین
امام ہو۔

اسی طرح یہ آنت یوں تھی ”لکن اللّٰہ یشہد بما انزل الیک فی علی“
اس میں سے ”فی علی“ کے کلمات نکال دیے گئے ہیں

نیز : یہ آنت یوں نازل ہوئی تھی ”یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک فی علی“ اے رسول جو کچھ علی کی شان میں آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔
اسے لوگوں تک پہنچائیے“ ۲۔

شیعہ مفسر الکاشی اپنی تفسیر الصافی میں عیاشی سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے :

امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا : اگر قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں موجود ہوتا تو اس

میں تمام اماموں کے لئے لکھتے ہوئے " اے
کلینی روایت کرتا ہے :

ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آئت تلاوت کی۔
”وقل اعملوا فی سبیل اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون“

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آئت یوں نہیں ہے بلکہ اصلی قرآن کے مطابق
”المؤمنون“ کی بجائے ”المأمونون“ تھا اور اس سے مراد ہم ہیں“ اے
حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یہ آئت جبریل علیہ السلام یوں لے کر نازل ہوئے تھے ”یا ایہا الناس قد
جاءکم الرسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی فآمنوا خیرا لکم وإن
تکفروا أبو لایۃ علی فإن اللہ ما فی السموات والأرض“

اے لوگو! اللہ کا رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے علی کی ولایت
لے کر آیا ہے جو کہ برحق ہے، تم اس عقیدے پر ایمان لے آؤ جو تمہارے حق میں بہتر
ہے اور اگر تم علی کی ولایت سے انکار کرو گے (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) وہ آسمانوں
اور زمینوں اور ان میں موجود ہر چیز کا مالک ہے“ اے
وصایت کے متعلق کلینی لکھتا ہے :

”فبائی آلہ ربکم تکذبان أبای النبئی أم بالوصئی“

سورۃ رحمان میں یہ آئت اس طرح نازل ہوئی تھی یعنی اے انسا نوں اور جنوں!

اے تفسیر الصافی۔ مقدمہ ص ۱۱ مطبوعہ ایران۔

۲۷۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۸ مطبوعہ ہند۔

سے ایضاً۔

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ کیا نبی کا انکار کرو گے یا وصی کا؟“
شیعہ قوم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی
یعنی ولی عہد تھے، وہ تمام اختیارات جو آپ کو حاصل تھے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ
نص کے مطابق حضرت علی کی طرف منتقل ہو گئے تھے اس لیے خلافت و امامت کے حق دار
حضرت علی ہی تھے۔ ”ام بالوصی“ میں وصی سے مراد یہی ہے۔

اس قسم کی روایات سے شیعہ قوم کی تفسیر و تہجد کی کتب بھری ہوئی ہیں جن
کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں چونکہ امامت و ولایت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے
اور قرآن مجید اس عقیدے کے ذکر سے خالی ہے۔ بنا بریں انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا
کہ قرآن مجید میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور امامت کی اہمیت بیان کرنے والی آیات
حذف کر دی گئی ہیں، امامت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے شیعہ اپنے آٹھویں امام
ابوالحسن رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

”امامت اسلام کی بنیاد بھی ہے اور شاخ بھی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج امام
کے بغیر قبول نہیں ہوتے،“ ۲۱

چنانچہ اس یہودی الاصل عقیدے ”وصایت و امامت کو باقی رکھنے کے لیے
تحریف قرآن کا افسانہ وضع کیا گیا۔

تحریف قرآن اور تکفیر صحابہؓ

شیعہ قوم جن اسباب و وجوہ کی بنا پر قرآن مجید میں تحریف و تبدیلی کا عقیدہ رکھتی ہے ان میں سے ایک بدعتی عقیدہ امامت و ولایت ہے جس کی توضیح ہم چھپے کر چکے ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم — ماسوائے تین اور ایک روایت کے مطابق چار کے — اور خلفائے ثلاثہ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کفار و مرتدین ہیں۔ یہ شیعہ قوم کا عقیدہ ہے مگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسی آیات نظر آئیں گی جن میں صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ایمان میں شک و شبہ نہیں بلکہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے لوگوں کے لیے قبولیت کا معیار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ سے ”فان آمنوا بشل ما آمنتم به فقد لحدوا“ یعنی یہ لوگ اگر اس طرح ایمان لائیں جس طرح کہ (اے میرے نبی کے ساتھیو!) تم ایمان لائے ہو تو یہ لوگ ہدایت یافتہ تصور ہوں گے۔

قرآن کریم کی لاتعداد ایسی آیات ہیں جو مہاجرین و انصار کی تعریف کی گئی ہے۔
اور انہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعْنَا لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“

”ایمان قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے والے پہلے مسلمان مہاجر
وانصار اور ان کی اچھے طریقے سے پیروی کرنے والوں پر اللہ راضی ہے اور وہ اس
سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنت تیار کی ہے جس کے نیچے سے
نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔
ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوَوْا وَانْتَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ“

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا
اور وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین کو اپنا دلی اور ان کی مدد کی یہ لوگ پکے مومن ہیں
ان کیلئے بخشش اور پاکیزہ و مکرم رزق ہے۔“
اس آیت میں مہاجرین و انصار کے پکے مومن ہونے کی شہادت ہے ان کے

ایمان میں شک کرنا قرآن مجید میں شک کرنے کے مترادف ہے:
ایکسا اور روایت میں ہے:

”لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلًا أُولَٰئِكَ
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَلَا وَعَدَ اللَّهُ
الْحَسَنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ“ ۱۰

”(اے میرے نبی کے ساتھیو!) تم میں سے فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والے اور
جہاد کرنے والے مقام و مرتبہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد
خرچ کیا اور اللہ کے راستے میں جنگ کی (ہاں مگر) اللہ نے سب سے بہتری
(یعنی جنت) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے قبل ایمان قبول کرنے والے اللہ
کی خاطر خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے صحابہ کرام اور فتح مکہ کے بعد ایمان
قبول کرنے والے اللہ کی خاطر خرچ کرنے والے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے والے
صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ”وَلَا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ“ اللہ نے سب
سے اچھائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

نیز: ”فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ
الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ ۱۱

”وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے اور ان کے دست و بازو
بنے اور ان کی مدد کی اور اس نور ہدایت کی اتباع کی آپ کے ساتھ تازن کیا گیا وہی
لوگ فایز ہیں۔“

اس آئت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں کامیابی کی ضمانت دی ہے۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا۔

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم
”وہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے تھے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔“

اسی آئت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی بیعت کو شرف قبولیت سے نوازا ہے اور ان کے اس عمل کی تحسین فرمائی ہے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اپنی رضامندی کی شدت دیتے ہوئے فرمایا ہے:

”ولقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم وامنزل السكينة عليهم واثابهم فتحا قريبا“

”اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا اور ان پر الحمینان و سکینت نازل فرمائی اور ان کے اس عمل کے بدلہ میں جلد ہی انہیں فتح نصیب فرمادی۔“

اس آئت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان میں شریک تمام صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں اپنی رضامندی سے نوازا ہے۔

ایک اور آئت میں ارشاد ربانی ہے:

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء
بينهم تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً سيما

فی وجوہہم من اشر السجود“ ۱۷

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ آپ انہیں رکوع و سجود کی حالت میں دکھیں گے وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کی جستجو میں رہتے ہیں۔ سجدوں کے نشانات ان کے چہروں سے عیاں ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کے ہاں صحابہ کرام کی جو عزت و شان ہے اسے بیان کرنے کے لیے یہی ایک آیت ہی کافی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:-

”للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون، والذين تبوءوا الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة“ ۱۸

”وہ غریب مہاجرین جنہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور انہیں اپنی جائیداد سے محروم کر دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی تلاش میں رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں (یعنی ان کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں)۔ یہی سچے لوگ ہیں اور وہ انصار جنہوں نے ان کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور ان کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر لیا وہ ایسے شخص کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اپنے گھر یا کو خیر بلکہ ان کی طرف ہجرت کرے۔ اللہ نے ان کو جتنا عطا کیا ہے وہ اس پر قناعت کرتے ہیں اور اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود اس کی شدید طلب

طلب کیوں نہ ہو“ ۱

یہ آیت بھی مہاجرین و انصار کے مناقب و فضائل اور اللہ کے ہاں ان کے رتبے کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔

فیما ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّ

إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ“ ۲

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب اور پسندیدہ چیز بنا دیا اور اس سے تمہارے دلوں کو کھینچ لیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ چیز بنا دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں صحابہ کرام کے مومن ہونے اور کفر و فسق سے پاک ہونے کی گواہی دیتے ہوئے انہیں ہدایت یافتہ قرار دیا ہے۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں جس کا مصداق خلفائے راشدین ہیں۔ اس آیت سے خلفائے راشدین کا مومن اور نیک ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ

الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا“ ۳

”تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو مومن ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے

لوگوں کو خلافت عطا کی اور اللہ ان کے دور میں ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مضبوط فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔

اس آیت سے خلافت کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس اہمیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بننے والوں کے ایمان کی شہادت دی ہے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کا مصداق کون ہیں؟ کس کے دور میں اسلام پوری دنیا میں مضبوط قوت بن کر ابھرا؟ کس کے دور میں اسلامی فتوحات سے کمزور مسلمانوں کو قوت و ہیبت اور شان و شوکت عطا ہوئی؟ اور کس کے دور میں مسلمانوں کا خوف امن میں تبدیل ہوا؟

اگر تاریخ اسلام سے خلافت راشدہ کے پہلے ۲۳ سالہ سنہری دور کو خارج کر دیا جائے تو کوئی دور بھی اس آیت کا مصداق قرار نہیں پاسکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصب خلافت پر فائز ہونے والی پہلی شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”إِذَا تَصَرَّوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا شَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَدَاذِ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنَ أَنْ اللَّهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ“ لہ

”اے لوگو! اگر تم میرے نبی کی مدد سے دستبردار بھی ہو جاؤ تو اللہ ان کا مددگار ہے (اللہ نے اپنے نبی کی اس وقت بھی مدد کی جب انہیں کافروں نے اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا) جب وہ اپنے دوسرے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے

ہمراہ غار میں تھے اور وہ اسے کہہ رہے تھے کہ کھبر اؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے
اللہ نے ان پر اطمینان کا نزول فرمایا اور اپنے لشکروں سے ان کے ہاتھ مضبوط کیے
وہ خدائی لشکر تمہیں نظر نہیں آتے اور اللہ نے کافروں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ یہی
کافروں کی سزا ہے۔“

قویہ تمام آیات شیعہ قوم اور شیعہ فکر کے حاملین کے لیے اٹھم جم سے کم نہیں کہ
یہ آیات ان کے مذہب اور ان کے باطل افکار کو کھیلنے کے لیے کافی ہیں یہ ممکن نہیں
کہ ان آیات پر بھی ایمان رکھا جائے اور پھر یہ بھی کہا جائے کہ ابو بکر، عمر، عثمان اور دیگر
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیع معاذ اللہ کفار و مرتدین تھے۔ ایسی پاکیزہ ہستیاں
کہ خود رب العالمین جن کا ثنا خواں ہوا ورجن کے پکے مومن ہونے کی گواہی دے
رہا ہوا ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مومن نہیں تھے قرآن کریم کی تکذیب کے
برابر ہے۔ مگر شیعہ قوم بجائے اس کے کہ اپنے عقیدے اور یہودی فکر کو تبدیل
کرتی یہ کہنے لگی کہ خود قرآن مجید میں تبدیلی کردی گئی ہے اور چونکہ قرآن کی صحت قطعی
اور ناقابل تشکیک نہیں ہے لہذا ان آیات کا مدلول بھی قطعی الثبوت نہیں ہو
سکتا۔ یعنی اگرچہ قرآن مجید سے واضح طور پر مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہ کرام
کے ایمان کا ثبوت فراہم ہوتا ہے مگر چونکہ قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں
رہا اس لیے اس ثبوت کی کوئی حقیقت نہیں۔

چنانچہ انہوں نے تکفیر صحابہ کے عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنائے رکھا۔ مشہور
شیعہ مؤرخ کسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

وكان الناس اهل ردة بعد النبی الا ثلاثاً لے

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے ماسوائے تین کے۔“
کشی نے یہ قول حضرت باقر کی طرف منسوب کیا ہے۔

شیعہ راوی حمران کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا ہماری تعداد کتنی کم ہے اگر سارے مل کو ایک بکری کا گوشت کھانا چاہیں تو اسے بھی ختم نہ کر سکیں؟

آپ نے فرمایا: میں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تجھے نہ بتاؤں! میں نے عرض کیا: بتائیے تو آپ نے فرمایا:

”المهاجرون والأنصار ذہبوا.... الاثلاثہ“ لہ
”یعنی تین کے سوا تمام مہاجرین و انصار گمراہ ہو گئے تھے“

اور ظاہر اس عقیدے کا قرآن مجید سے کوئی تعلق نہ تھا شیعہ قوم نے اس کا جواب یوں گھڑا کہ وہ ساری آیات جن سے صحابہ کرام کے ایمان کی گواہی ملتی ہے۔ صحابہ کا اپنا اضافہ اور ان کی اپنی ایجاد ہیں جب کہ وہ تمام آیات خارج کردی گئیں ہیں جن میں ان کے کفر و ارتداد کا ذکر تھا۔

کیلیں ایک شیعہ راوی احمد بن ابی نصر سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:
مجھے حضرت ابوالحسن رضا — شیعہ کے آٹھویں امام — نے ایک مصحف (قرآن) دیا اور حکم کیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھوں۔ مگر میں نے اسے کھول کر دیکھا تو سورۃ ”ولم یکن الذین کفروا“ میں قریش حکمرانوں کے نام کفار کی فہرست میں لکھے ہوئے تھے“ ل

۱۳۳

۱۴ اصول کافی کتاب فضل القرآن ج ۲ ص ۳۱ مطبوعہ ایران

ایک اور روایت جو گزشتہ صفحہ میں بھی گزر چکی ہے اس کے مطابق حضرت علیؓ نے اصلی قرآن مہاجرین و انصار پر پیش کیا تھا مگر جب حضرت ابو بکرؓ نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں مہاجرین انصار کی برائیوں کا ذکر تھا لہذا وہ قرآن حضرت علیؓ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

شیعوں کا ”شیخ الاسلام اور خاتمہ المجتہدین“ ملاً باقر مجلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :
”منافقوں نے علی علیہ السلام سے خلافت چھین کر قرآن کریم کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا“ ۱۔ ایک اور جگہ لکھتا ہے :

”عثمان نے قرآن کریم سے تین چیزیں نکال دیں : امیر المؤمنین علی کے فضائل و مناقب دیگر اہل بیت کے فضائل اور خلفائے ثلاثہ کی مذمت مثلاً آیت :
”يَا لَيْتَنِي لَمْ اخذْ اَبَا بَكْرٍ فَنُلِيَا“ ۲ اے افسوس! میں ابو بکر کو دوست

نہ بناتا“ ۳

شیعہ قوم تحریف قرآن کا عقیدہ اس لیے بھی وضع کیا کہ وہ خلفائے ثلاثہ ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے جمع و تدوین قرآن کے کارنامے کا انکار کر سکیں کیونکہ قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے ذریعہ کروائی اور ظاہر ہے یہ ایک بہت بڑی سعادت اور ان کے علو شان کی دلیل تھی مگر شیعہ قوم اپنے دلوں میں موجود صحابہ کرام کی عداوت اور بغض و حقہ کے ہاتھوں مجبور تھی کہ وہ ان کی کسی عظمت کا اعتراف نہ کرے چنانچہ انھوں نے تبدیلی قرآن کا عقیدہ وضع کر لیا۔

۱۔ الاجتہاد للطبری ص ۸۶ اور ۸۸۔

۲۔ حیات القلوب . با حجتہ الوداع ج ۲ ص ۴۹ مطبوعہ نوکشتور۔ ہند

۳۔ تذکرۃ الأئمۃ از ملاً باقر مجلسی۔ مخطوط۔

ایک شیعہ عالم ملامحمد عالم تقی کاشانی اپنی کتاب ”ہدایۃ الطالبین“ میں تحریر کرتا ہے: ”عثمان نے زید بن ثابت جو کہ عثمان کا دوست اور علی کا دشمن تھا کو حکم دیا کہ وہ قرآن کو جمع کرے اور اس میں سے اہل بیت کے فضائل اور دشمنان اہل بیت کی برائیوں کو خارج کر دے۔ اور جو قرآن وہی عثمان والا قرآن ہے یعنی تبدیل شدہ ہے“ اے

شیعہ مصنف یثیم بجزانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف طعن و تشنیع کرتے ہوئے ”السابع من المطاعین“ یعنی طعن نمبر ۷ کے عنوان سے لکھتا ہے:

”عثمان نے لوگوں کو زید بن ثابت کی قراوت پر جمع کیا اور قرآن کے دیگر نسخوں کو جلادیا اور بہت سی آیات کو نیست و نابود کر دیا“ اے

شیعہ قوم کا تحریف قرآن کے افسانے یہ مقصد تھا کہ وہ صحابہ کرام کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مطعون کر سکیں کہ انہوں نے جب حضرت علیؑ سے خلافت و امامت غضب کی تو قرآن مجید سے ان آیات کو نکالنا گریہ ہو گیا جن سے خلافت علیؑ کا ثبوت ملتا تھا۔

کھلتی حضرت باقرؑ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت جبریل علیہ السلام اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے تھے۔ ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ قَدْ كُنُوا فِي اللَّهِ لَعْنًا“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور آل محمد سے ان کا حق ظلماً چھینا اللہ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ ۳

اے ہدایۃ الطالبین ص ۳۶۸ مطبوعہ ایران ۱۲۸۲ھ

۳ شرح نہج البلاغہ ج ۱۱ ص ۱ مطبوعہ ایران

۳ اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۳

نیز: یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی

”فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ
فَانْزِلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ
بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ“ یعنی آل محمد سے ازر وئے ظلم حق چھیننے والوں نے اللہ کے
فرمان کو تبدیل کر کے کسی اور قول کو اختیار کر لیا تو ہم نے آل محمد پر ظلم کرنے والوں پر
ان کے فسق و فجور کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا ہے
شیعہ مفسر قتی لکھتا ہے:

”آیت وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ
وَالْمَلَائِكَةِ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَكُمْ أَلِيَّةً تَجْزِيهِمْ
عَذَابَ الْهَوْنِ“ یعنی جب آپ دیکھیں گے کہ آل محمد پر ظلم کر کے ان سے ان کا
حق چھیننے والے موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ
بڑھا کر کہہ رہے ہوں گے اپنی جانوں کو ہمارے سپرد کر دو آج تمہیں ذلت و رسوائی
کا عذاب چکھایا جائے گا“ اس آیت سے مراد معاویہ بنی امیہ اور ان کے خلفائے
یہی قتی سورۃ الشعراء کے آخر میں لکھتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے آل محمد علیہ السلام اور ان کے شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا

مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا“

یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا اور

اور ان پر ظلم کیے جانے کے بعد ان کی مدد کی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آل محمد اور شیعوں کے دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا آلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ أُتِيَ مُنْقَلَبٌ
”يَنْعَلِبُونَ“

یعنی آل محمد پر ظلم کرنے والے اور ان سے ان کا حق چھیننے والے غصہ قریب جان
پس گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اے

گزشتہ تمام آیات میں ”آل محمد حقہم“ کے الفاظ شیعوں کے
اپنے ایجاد کردہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا کوئی وجود نہیں۔

آخر میں ہم طبرسی کی ایک روایت ذکر کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب ”الاحتجاج“
میں نقل کی ہے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”ایک زندیق نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے قرآن کے متعلق
بہت سے سوالات کیے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ
نے قرآن میں ظالموں کے نام صاف صاف کیوں نہ بتا دیے۔ اشاروں اور کنایوں میں
ان کا ذکر کیوں کیا؟

اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام نے دیا کہ اللہ نے ان کے نام صاف صاف
ذکر کیے تھے تحریف کرنے والوں نے ان کے نام نکال دیے۔ ان منافقوں کے متعلق
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

لِشْتَرَا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا“

یہ لوگ اس طرح کے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے ایک تحریر لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے خود ساختہ تحریر کی تھوڑی سی قیمت وصول کر لیں۔

اللہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

”وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ السِّتْرَ بِالْكِتَابِ“

ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو (اپنے خود ساختہ کلام کو) زبان موڑ کر یوں پڑھتا ہے کہ قرآن کا حقہ ظاہر کر سکے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی انہیں کا ذکر ہے ”اذْيَبْتُونَ مَا لَا يَصْحَقُ مِنَ الْقَوْلِ“ جب وہ رات کو ایسی ایسی سازشیں کر رہے تھے جو اللہ کو پسند نہیں۔ یہ لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سازشیں کرنے لگے تاکہ وہ اپنے باطل افکار کو سہارا دے سکیں جس طرح کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سازش کر کے تورات اور انجیل کو تبدیل کر دیا تھا۔ اور اس آیت میں بھی اللہ نے منافقین کا ذکر کیا ہے:

”يُرِيدُونَ لِيُطْفَئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ

يَتِمَّ نُورُهُ“

یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کا غم کیے ہوئے ہے۔

یعنی ان لوگوں نے قرآن میں ایسی اشیاء شامل کر دیں جو اللہ کا فرمان نہ تھیں تاکہ وہ لوگوں کو شبہ میں ڈال سکیں (یہ مطلب ہے اس کا کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے تھے) مگر اللہ نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا اور ان کی تمام تر سازشوں کے

باوجود قرآن میں ایسی آیات باقی رہ گئیں جو ان کی سازشوں پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

”لم تلبسون الحق بالباطل“ تم حق کو باطل سے خلط ملط کیوں کرتے ہو؟ اسی طرح اللہ نے ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فأما الزبد فذهب جفاً وأما ما ينفع الناس فيمكث في الأرض“
یعنی باطل جھاگ کی مانند ہوتا ہے جو کہ فنا ہو جاتا ہے اور جو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اس آیت میں ”جھاگ“ سے مراد ملحدوں کا وہ کلام ہے جو انہوں نے قرآن میں درج کیا ہے جو کہ اصلی قرآن کے ظاہر ہونے پر فنا ہو جائے گا۔ اور ”نفع دینے والی چیز“ سے مراد حقیقی قرآن ہے اور ”زمین“ سے مراد علم کی جائے قرار اور تفسیر کی وجہ سے ممکن نہیں کہ جو لوگ قرآن میں تبدیلی کرنے والے ہیں ان کے ہم بتا دیے جائیں یا وہ آئیں بتا دی جائیں جو انہوں نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں کیونکہ اس سے غیر مسلموں کو فائدہ پہنچے گا۔

اسی زندق نے قرآن کی آیت ”فان خفتما ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء“ یعنی اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔

زندقی نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا کہ یتیموں کی حق تلفی کا نکاح سے کیا ربط ہے؟ اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہ دیا:

یہ اسی قسم ہے جس کا ذکر ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت سی آیات کو نکال دیا۔ اور ”فی الیتامیٰ“ اور ”فانکحوا“ کے درمیان ثلث (ایک تہائی) قرآن تھا جو منافقوں نے حذف کر دیا۔

اور اگر میں ان تمام آیات کو بیان کروں جن میں تبدیلی واقع ہوئی ہے

یا جو نکال دی گئی ہیں تو سلسلہ کلام بہت طویل ہو جائے گا اور ویسے بھی تقیہ کے پیش نظر ان کا بیان جائز نہیں۔

جہاں تک ان آیات کا تعلق ہے جن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے یا جن آیات میں آپ کو زجر و توبیخ کی گئی ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کے لیے ایک دشمن مقرر کرتا ہے جو اسے ایذا دیتا رہتا ہے یعنی یہ آیات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی وضع کردہ ہیں۔ عیاذاً باللہ! اور چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔ اس لیے آپ کا دشمن بھی اپنے کفر و نفاق میں سب سے بڑھ کر ہے جس نے آپ کی نبوت کے خلاف سازشیں کیں، آپ کی تکذیب کی، آپ کو تکالیف دیں اور اپنے ساتھیوں سے مل کر آپ کی شریعت کو تبدیل کیا اور آپ کے طریقوں کی مخالفت کی۔ اس دشمن نے اپنی سازشوں کو عروج تک پہنچانے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقرر کردہ وصی و نائب (علیؑ) سے لوگوں کو دور کیا، ان کے راستے کی رکاوٹ بنا اور لوگوں کو (علیؑ) کی عداوت پر ابھارتا کیا۔

اسی طرح اس نے قرآن کو تبدیل کیا، فضیلت والوں کے فضائل کو اور کفر والوں کے کفر کو اس قرآن سے نکال دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

”ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا“

یعنی وہ لوگ جو ہماری آیات میں الہاد کرتے ہیں وہ ہم سے اوجھل نہیں۔

جب ان لوگوں پر صلی قرآن پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا: لا حاجۃ لنا فیہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس اپنا قرآن موجود ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فنبذوا وراۓ ظہورہم واشتروا بۂ ثمنا تلیلا فبئس ما

یشترودن

یعنی انہوں نے اس ”اصلی قرآن“ کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلہ میں چند فوائد حاصل کر لیے بہت بُرا ہے جو انہوں نے اس کے بدلہ میں خریدا۔ پھر انہیں مسائل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ وہ اپنے جمع کردہ قرآن سے (اپنے کفر کی بنیادوں کو مضبوط کر سکیں چنانچہ ان میں سے ایک نے چیخ و پکار کی کہ جس کے پاس قرآن کی کوئی آیت ہو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ انہوں نے قرآن جمع کرنے کی ذمہ داری ایک ایسے شخص کو سونپی جو اہل بیت کا دشمن تھا۔ اس نے ان کی مرضی کے مطابق قرآن کو جمع کیا مگر اس نے کچھ ایسی آیات رہنے دیں جو اس کے خیال کے مطابق ان کے حق میں تھیں مگر درحقیقت وہ ان کے خلاف جاتی تھیں۔

انہوں نے قرآن میں ایسی آیات کا اضافہ کر دیا جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا واضح تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ذَالِكَ مِبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ“ یعنی بس یہ ہے ان کے علم کی حد۔

انہوں نے قرآن میں ایسی آیات درج کر دیں جتنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی توہین کی گئی ہے۔ یہ تمام آیات محدثین کی وضع کردہ ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”يَقُولُونَ مَنْكُومًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا“

یہ لوگ بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں

اس طویل روایت سے ثابت ہوا کہ شیعہ قوم کے نزدیک صحابہ کرام نے

اصلی قرآن میں اس قدر تبدیلیاں کیں کہ معاذ اللہ خلاف فصاحت اور قابلِ ثقت قرآن بن کر اللہ تعالیٰ کی ہزار غنیتوں ایسا عقیدہ رکھنے والے پر۔ اور یہ کہ خلفائے راشدین نے قرآن مجید سے وہ تمام آیات حذف کر دیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت ملتا تھا۔ اسی

طرح ان آیات کو بھی نکال دیا جن میں صحابہ کی برائیوں کا ذکر تھا اور اپنی طرف سے ایسی آیات کا اضافہ کر دیا جن میں مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے تھے۔ اور یہ ساری سازش معاذ اللہ ابو بکر و عمرؓ کی تیار کردہ تھی جو عثمانؓ کے عہد میں پروان چڑھی اور مکمل ہوئی تو گویا قرآن مجید بھی شیعہ مذہب کے مطابق تورات و انجیل کی طرح محرف اور تبدیل شدہ ہے اور ہدایت و راہنمائی کا معیار نہیں اس میں خلافت علی اور امامت ائمہ کا ذکر اس لیے موجود نہیں کہ ابو بکر و عمر نے ایسی آیات کو نکال دیا ہے اس میں صحابہ کرام کے فضائل اس لیے ہیں کہ ابو بکر و عمر نے ایسی آیات اپنی طرف سے وضع کر کے قرآن مجید میں شامل کر دی ہیں۔ اس میں اماموں کے نام اس لیے موجود نہیں کہ ایسی تمام آیات ابو بکر و عمر کی سازش کی نذر ہو گئی ہیں اس میں ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ کا نام کفار کی فہرست میں اس لیے درج نہیں کہ ایسی آیات ان کے قطع و برید کا شکار ہو گئی ہیں۔

تو معاذ اللہ قرآن مجید نہ صرف یہ کہ ناقص و نامکمل ہے بلکہ اس میں بہت سی آیات کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے جو اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوئیں۔ اور ان کی نشاندہی اس لیے نہیں کی گئی کہ یہ تقیہ کا تقاضا تھا۔

(یہ صحابہ کرام کا اس امت پر احسان ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کو ہموں کر کے قیامت تک کے لیے وعدہ خداوندی کے مطابق محفوظ کر دیا۔ بقول شیعہ ناقص ہی سہی مگر جتنا بھی اس وقت موجود ہے وہ انہی کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے، شیعہ مذہب کے مطابق ان کے اماموں نے تو سارا قرآن مجید سرے سے ہی غائب

کر دیا اور اس طرح سے نہ صرف مسلمانان اہلسنت بلکہ خود شیعہ بھی کتاب اللہ سے محروم ہو گئے۔
اب اگر اعلیٰ قرآن ہو جو وہ نہ ہو سکی ہے سے کوئی شخص گمراہ ہو جائے تو اس میں قصور وار کون
ہوگا؟ (مترجم)

تحریف قرآن اور تعطل شریعت

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ مذکورہ اسباب و اعراض کے علاوہ ایک اور مقصد کے لیے بھی اختیار کیا اور وہ مقصد تھا اباحت و تعطل شریعت یعنی تاکہ حدود اللہ کو پامال کیا جاسکے اور شعائر اللہ کا مذاق اڑایا جاسکے۔ کیونکہ اگر قرآن کی صحت کو مشکوک اور غیر یقینی قرار دے دیا جائے تو ظاہر اس کی آیات و نصوص سے ثابت ہونے والے احکامات و مسائل بھی مشکوک اور غیر یقینی قرار پاتے ہیں اور یوں قرآن کریم کے بیان کردہ اوامر و نواہی کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اس لیے کہ ہر آیت میں تحریف اور تبدیلی کا امکان ہو سکتا ہے اور اسی شک و شبہ کے پیش نظر شرعی حدود سے نکلنا اور فواحش کا ارتکاب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اسی بنا پر شیعہ قوم کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف شیعہ مذہب اختیار کر لینا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کر لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے، اس کے بعد اگر کوئی شیعہ فسق و فجور اور فواحش کا ارتکاب کرے تو وہ سزا سے مستثنیٰ ہوگا اس لیے کہ وہ حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کا قائل ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آہستہ بہا تا اور ان کا نام لے کر سینہ کوئی کرتا ہے اور ان سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور شیعہ کے نزدیک دین صرف محبت ہی کا نام ہے، اس نظریے کی تائید کیلئے

شیعہ قوم نے لائق اور روایات گھڑ رکھی ہیں ہم یہاں کلینی کی ایک روایت پیش کرتے ہیں تاکہ شیعہ قوم کے اس نظریے کی وضاحت ہو سکے۔
چنانچہ کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:
”دین محبت ہی کا نام ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

یا رسول اللہ میں غازیوں سے محبت رکھتا ہوں مگر خود نماز نہیں پڑھتا۔ اسی طرح میں روزہ داروں سے محبت رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا:
”أنت مع من أحببت یعنی تیرا انجام ان کے ساتھ ہو گا جن سے تجھے محبت ہے“ (۱)

یعنی اگرچہ وہ خود نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا مگر چونکہ نمازیوں اور روزہ داروں سے محبت کرتا تھا بس اسی قدر اس کی نجات کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ دین صرف محبت کا نام ہے اب اگر کوئی شیعہ اسلامی شعائر پر عمل پیرا نہ بھی ہو مگر اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتا ہو تو شیعہ مذہب میں اس کی نجات یقینی ہے۔
تو دین سے استہزاء کرنے اور حدود اللہ کو پامال کرنے کی عرض سے بھی تحریف قرآن کا عقیدہ گھڑا گیا.....

عدم تحریف کے دلائل اور شیعہ کے جوابات

قرآن مجید کی حقانیت و صداقت اور اس کے مکمل و محفوظ ہونے میں شک و شبہ کرنا دین اسلام پر ایک بہت بڑا بہتان اور جھوٹ ہے۔ پوری امت مسلمہ کا بالاتفاق یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک حرف اور ایک نقطے میں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی نقلی و عقلی دلائل کے مطابق اسلام میں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس سلسلے میں قطعی دلیل ہے ”لایاتیہ الباطل من بین یدیه ولا من خلفہ“ یعنی قرآن مجید پر باطل نہ سامنے نہ سے افرانداڑ ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔

اور اس سے بھی واضح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون“ بلاشبہ ہم نازل کیا قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

یہ دونوں آیات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ قرآن مجید ہر قسم کی کمی بیشی یا تحریف و تبدیل سے پاک ہے۔ مگر شیعہ قوم ان دونوں آیات کی تائید کرتے ہوئے کہتی ہے:

وہ دلائل جو مخالفین کی طرف سے تحریف و تبدیلی کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک آیت ”لایاتیہ الباطل....“ ہے اور دوسری آیت ”انا نحن نزلنا الذکر....“ ہے تو ہم اس کے جواب میں اتنا ہی کہیں گے کہ یہ آیات

اُس قرآن کے متعلق ہیں جو اماموں کے پاس ہے نہ کہ موجودہ قرآن کے متعلق۔ نیز ”الحافظون“ کا معنی ”حفاظت کرنے والے“ کی بجائے ”العاملون“ یعنی عمل کرنے والے“ بھی ہو سکتا ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ موجودہ قرآن کمی بیشی سے محفوظ ہے تو یہ اس آیت کا مدلول و مصداق نہیں ہے“ ۱

اور بعینہ انہی خیالات کا اظہار شیعہ ایرانی عالم علی اصغر برجدی نے اپنی کتاب میں کیا ہے جو اس نے محمد شاہ القاجار کے عہد میں شیعہ قوم کے مطالبہ پر شیعہ قوم کے عقائد کو بیان کرنے کے لیے لکھی تھی، کتاب ہے:

”یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اصلی قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی لیکن وہ قرآن جو بعض منافقین کا تالیف کردہ ہے وہ تحریف و تبدیلی سے محفوظ نہیں۔ اور اصلی قرآن امام العصر (بارہویں خود ساختہ امام) کے پاس موجود ہے۔ اللہ انہیں جلدی نکالے“ ۲

ایک اور ہندی شیعہ عالم کتاب ہے:

”اللہ تعالیٰ نے جس قرآن کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے وہ لوح محفوظ والا قرآن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”بل هو قرآن مجید“ فی لوح محفوظ“، یہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے“ ۳

۱۔ منبع الحیاء از نعمت اللہ الجزائری منقول از ”الاسعاف از ابو الحسن علی نقی ص ۱۱۵

مطبوعہ اثنا عشری ۱۳۱۲ھ ہند۔

۲۔ عقائد الشیعہ ص ۲۷ مطبوعہ ایران۔

۳۔ موعظہ تحریف القرآن از جائری ترتیب سید محمد رضی نقی صفحہ ۳۸۔

شیعہ قوم کی کتابوں میں اس طرح کی بے شمار نصوص ہیں جن میں اس قسم کی گھٹیا تاویلات کی گئی ہیں۔ قرآن مجید سے ادنیٰ شغف رکھنے والا بھی ان جوابات کی سطحیت کا اندازہ کر سکتا ہے :

دو لا : اس لیے کہ اگر حفاظت و صیانت کا ذمہ اس قرآن مجید کا اٹھایا گیا ہے جو بقول شیعہ آخری امام کے پاس ہے تو ایسی حفاظت کا کیا فائدہ ؟ اس لیے کہ امام صاحب تو قرآن مجید سمیت غار میں چھپے ہوئے ہیں اور پوری امت تبدیل شدہ قرآن مجید پر عمل کر کے ہدایت سے محروم اور ضلالت و گمراہی کا شکار ہو رہی ہے ۔

پھر ایسا قرآن جس میں کمی بیشی کر دی گئی ہو وہ پوری کائنات کے لیے ہدایت و نصیحت کیسے ہو سکتا ہے جب کہ قرآن مجید کو بار بار ”ہدی للعالمین“ اور ”ذکر للعالمین“ کہا گیا ہے تو جس قرآن سے بے شمار آیات نکال دی گئی ہوں اور لاتعداد آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہو وہ قرآن — معاذ اللہ — گمراہی کا باعث تو بن سکتا ہے ہدایت و راہنمائی کا نہیں ۔

اسی طرح جس دستاویز کا ایک حرف بھی تبدیل کر دیا جائے تو وہ ثقہ اور قابل اعتبار نہیں رہتی تو جس قرآن میں اس قدر کمی بیشی کر دی گئی ہو کہ اس کی اصل شکل ہی مسخ ہو گئی ہو ۔ اس پر کیونکر اعتبار کیا جاسکتا ہے اور وہ کس طرح اسلامی احکام و مسائل کی بنیاد بن سکتا ہے ۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر قرآن مجید کو مخرف اور تبدیل شدہ مان لیا جائے تو پورا دین اسلام ہی اور باطل اور بے بنیاد دھڑھڑاتا ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد قرآن مجید ہے اور اگر قرآن مجید ہی کو مشکوک قرار دیا جائے تو دین اسلام کی صحت پر کون یقین کرے گا ؟

اور یوں پوری شریعت معطل ہو کر رہ جائے گی اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر

شعائرِ دینیہ بے وقعت ہو کر رہ جائیں گے اس لیے کہ ان تمام کی بنیاد قرآن مجید پر ہے جو کہ شریعتِ اسلامیہ کا دستور ہے اور جب دستور ہی پایہ اعتبار سے گر جائے تو شرعی احکام کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اگر اصل اور حقیقی قرآن امام غائب کے پاس ہے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نجات کے لیے کیا سامان کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے؟
کیونکہ نجات کا دار و مدار تو قرآن مجید کے احکامات کے اوپر عمل کرنے پر ہے اور جب اصل قرآن دنیا میں موجود ہی نہیں تو عمل کس پر کیا جائے اور اس طرح پوری مخلوق عند اللہ معذور قرار پائے گی۔ اور اگر مجرم ٹھہریں گے تو شیعہ کے بقول وہ امام جنہوں نے اصل قرآن اپنے پاس چھپائے رکھا اور مسلمانانِ اہل سنت کو درکنار خود شیعوں کو بھی نہ دکھایا؟

ثانیاً: اسی طرح یہ کہنا کہ حفاظت قرآن کی آیات اس قرآن کے متعلق ہیں جو ”لوح محفوظ“ میں محفوظ ہے اس کا جواب بھی یہی ہے۔

نیوز: اگر یہی بات ہے تو پھر یہ قرآن مجید کے ساتھ خاص تو نہیں، تورات انجیل وغیرہ بھی ”لوح محفوظ“ میں بغیر کسی تحریف و تبدیلی اور کمی بیشی کے محفوظ ہیں۔
ثالثاً: آیت ”انما ننزلنا الزکوة انا لہ لحافظون“ میں وضاحت موجود ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا گیا ہے۔
نہ کہ نازل ہونے سے پہلے۔ اس لیے یہ کہنا کہ حفاظت قرآن کی آیت کا تعلق اس قرآن سے ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہے عبث اور بے بنیاد بات ہے۔

مگر شیعہ قوم کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے خلاف بغض و کینہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہے اس لیے ان واضح دلائل کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے باطل افکار کی ترویج کے لیے ایسی ایسی

بے سرو پا تاویلات کرتے ہیں کہ عقل و تدبیر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔
قرآن مجید کے مکمل اور تبدیل سے محفوظ ہونے کے بے شمار عقلی و نقلی
دلائل ہیں، عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہو
اس لیے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی لاکھوں حفاظ قرآن موجود ہیں اور اگر کوئی
شخص قرآن مجید میں ایک حرف کا بھی اضافہ کرنا چاہے تو بڑے بڑے قراء و حفاظ
تو درکنار ہزاروں چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس غلطی کی نشاندہی کر کے قرآن مجید کو اس
غلطی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں یہ تو اس دور کی بات ہے تو جس دور میں قرآن مجید
نازل ہوا ہو۔ اس وقت اس میں تبدیلی و تحریف کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ
کیسے ممکن ہے کہ اس میں بے شمار آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہو اور بے شمار آیات کو نکال
دیا گیا ہو اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا ہو اور کوئی بھران بھی نہ اٹھا ہو؟

انکار تحریف کا سبب

گزشتہ بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب میں قرآن مجید ناقص، نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے۔ اور تمام شیعہ قرآن مجید میں تحریف و تغیر کے قائل ہیں۔ البتہ شیعہ کے کچھ علماء نے رسوائی سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کیا ہے۔ ان میں سے ابن بابویہ قمی بھی ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے اسلاف اور اماموں کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے قرآن مجید میں تحریف و تبدیلی کا انکار کیا۔ چوتھی صدی ہجری کے نصف تک پوری شیعہ قوم میں سے اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ وہ تحریف قرآن کا قائل نہ تھا۔ بلکہ شیعہ کے تمام اسلاف ہزاروں ایسی احادیث روایت کرتے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور سب کے سب اس عقیدے پر متفق تھے۔

میں پوری دنیا کے شیعوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ چوتھی صدی تک اپنی قوم کے کسی ایسے فرد کا نام بتادیں جو قرآن میں تبدیلی کا قائل نہ ہو مجھے کامل یقین ہے کہ کوئی شیعہ بھی میرے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت و جسارت نہیں کر سکے گا۔ شیعہ عقائد کی بنیاد قائم ہی اس وقت رہ سکتی ہے جب قرآن مجید کو محرف اور تبدیل شدہ کتاب مانا جائے ورنہ ان کے یہودی عقائد کی ساری عمارت ہی منہدم ہو کر رہ جائے گی کیونکہ ولایت و امامت ارجحیت ابد اور تکفیر صحابہ جیسے باطل عقائد کا قرآن مجید میں اشارہ بھی ذکر نہیں اس لیے شیعہ قوم ان کے اثبات

کے لیے یہ کہنے پر مجبور رہے کہ یہ تمام عقائد اصلی قرآن میں مذکور تھے مگر صحیح بہ نے قرآن کو اپنی مرضی بظاہر جمع کر کے ان سارے عقائد کو نکال دیا۔

ابن بابویہ قمی نے جب دیکھا کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ترویج میں رکاوٹ کا باعث بن رہا ہے اور لوگ شیعہ قوم سے نفرت کا اظہار کرنے اور انہیں مطعون کرنے لگے ہیں تو اس نے تقیہ کا بادہ اوڑھا اور ہزاروں شیعہ احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن مجید ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ ہے۔ بھلا شیعہ کے ”معصوم اماموں“ کے واضح اقوال اور شیعہ تفسیر و حدیث اور تاریخ کی ہزاروں نصوص کے مقابلہ میں قمی جیسے غیر معصوم شخص کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ مگر قمی نے مسلمانوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کیا اور کہا:

”ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد پر نازل کیا وہ وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہمارے پاس موجود ہے“ لے

اس کے بعد ایک اور شیعہ عالم سید مرتضیٰ تقیہ ملقب بعلم الہدیٰ نے بھی ابن بابویہ قمی کی اتباع کی اور اس قول کو اختیار کیا۔ شیعہ مفسر ابو علی طبرسی اسکے متعلق نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”قرآن میں زیادتی کے نہ ہونے پر تو تمام کا اتفاق ہے البتہ بعض شیعہ اور عامہ کی کے قائل ہیں۔ ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی سید مرتضیٰ نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے“ لے

لے الاعتقادات لابن بابویہ القمی۔ باب الاعتقاد فی القرآن مطبوعہ ایران ۱۲۲۳ھ

لے تفسیر مجمع البیان از طبرسی ج ۵ مطبوعہ ایران ۱۲۸۲ھ

تیسرے شخص جس نے اس عقیدے سے انکار کیا وہ ابو جعفر طوسی متوفی ۲۶۰ھ ہے اپنی تفسیر ”التبیان“ میں لکھتا ہے :

”قرآن میں کمی بیشی کا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں.... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اہل بیت..... یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کا ہر حرف میں موجود ہونا لازمی ہے اس لیے کہ آپ کسی ایسی چیز کے ساتھ متکبر نہ کرنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے جو موجود ہی نہ ہو“ اے پوتھا شخص ابو علی طبرسی متوفی ۵۲۸ھ ہے جس کا قول پیچھے گزر چکا ہے۔

پوتھی صدی ہجری کے نصف سے لے کر چھٹی ہجری تک یہ چار اشخاص ہیں جنہوں نے تحریف قرآن کے عقیدے سے انکار کیا۔ ان چار کے علاوہ کسی پانچویں کے متعلق یہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ قرآن میں تبدیلی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔

چنانچہ مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی لکھتا ہے :

”قرآن میں عدم تحریف کے قائل شیعہ کے صرف چار مشائخ ہیں: قمی، سید مرتضیٰ طوسی، اور ابو علی طبرسی۔ متقدمین میں سے کوئی پانچواں شخص ان سے اتفاق نہیں کرتا تمام شیعہ تحریف قرآن کے قائل تھے۔ اس عقیدے سے اختلاف صرف ان چار علماء نے ہی کیا“ ۲

ان چار نے بھی شیعہ مذہب کے اس بنیادی عقیدے سے انکار محض اس لیے کیا کہ لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات سے بچا جاسکے، ان کا انکار تقیہ پر مبنی تھا ورنہ حقیقت میں یہ لوگ بھی تبدیلی قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے۔ تقیہ یعنی

۱۔ التبیان ج ۱ ص ۳ مطبوعہ نجف۔

۲۔ فصل الخطاب ص ۲۴ مطبوعہ ایران۔

کذب و نفاق چونکہ ان کے دین کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے لہٰذا اس لیے انہوں نے اس پر عمل کر کے اپنے دین کو طعن و تشنیع سے محفوظ کرنا چاہا۔

ان کا انکار تقیہ و نفاق پر مبنی تھا اس کے چند دلائل ہیں:

(اولاً) یہ کہ عقیدہ تحریف پر دلالت کرنے والی روایات شیعہ محدثین و مفسرین کے نزدیک متواتر ہیں یعنی وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہے چنانچہ نوری طبرسی شیعہ محدث نعمت اللہ البحر اُرسی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا:

”ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن میں تبدیلی و تغیر پر دلالت کرنے والی

احادیث صحیح اور متواتر ہیں ۱۔

مزید لکھتا ہے:

”سید جزائری فرماتے ہیں: ان روایات و احادیث کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہے، شیعہ کی ایک جماعت نے ان کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے جن میں شیخ مفید، محقق داماد، علامہ مجلسی وغیرہ بھی شامل ہیں بلکہ شیخ ابو جعفر طوسی نے بھی اپنی تفسیر ”التبیان“ میں ان احادیث کی کثرت کی تصریح کی ہے۔۔۔۔۔

جان لینا چاہیے کہ یہ تمام احادیث ہماری ان معتبر کتابوں میں درج ہیں جن پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے اور جن سے دوسرے شرعی مسائل کا اثبات کیا جاتا ہے“ ۲۔

یعنی دو ہزار سے بھی زیادہ ایسی شیعہ روایات ہیں جن میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ قرآن ناقص اور نامکمل ہے اور اس کی آیات میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔

۱۔ اس کا بیان آگے مفصلاً آئے گا۔

۲۔ فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب از نوری طبرسی ص ۳۰ مطبوعہ ایران۔

۳۔ ایضاً ص ۲۲۔

اتنی روایات تو شاید مسئلہ خلافت و امامت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نہ ہوں اور ان تمام روایات کے انکار سے خلافت علی کے مسئلہ کو ثابت کرنے والی روایات کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

”تحریف قرآن والی روایات کو تو اتر کا درجہ حاصل ہے اور ان روایات کے انکار کا یہ معنی ہے کہ کوئی بھی شیعہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے بلکہ تمام کی تمام بائہ اقباء سے گری ہوئی ہیں اور کسی کے بارہ میں بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ صحیح روایت ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق امامت کی روایات کی تعداد بھی تحریف قرآن والی روایات جتنی ہی ہے اور اگر عقیدہ تحریف قرآن کا انکار کر دیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام کی امامت و خلافت بھی مشکوک ٹھہرتی ہے، یعنی پھر احادیث سے آپ کی امامت ثابت نہیں کی جاسکتی“ اے

ثانیاً: شیعہ مذہب بارہ اماموں کے اقوال و آراء پر مبنی ہے، یعنی شیعہ علماء کے مطابق ان کا مذہب اماموں کے اقوال کا مجموعہ ہے اور کوئی بھی ایسا عقیدہ جو اماموں سے منقول و مروی نہ ہو شیعہ عقیدہ نہیں کہلا سکتا۔ اب قرآن میں تبدیلی کا عقیدہ ان کے اماموں سے منقول ہے شیعہ قوم کے مطابق ان کے معصوم اور واجب الاتباع اماموں کا قول ہے کہ اصلی قرآن اس وقت دنیا میں موجود نہیں اور جو قرآن موجود ہے وہ اصلی نہیں۔ اب جو لوگ شیعہ کہلانے کے باوجود اس عقیدے پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ یا تو اپنے ”معصوم اور واجب الاتباع“ اماموں کی صریح مخالفت کرتے ہیں یا پھر تقیہ اور کذب و تفاق سے کام لیتے ہیں۔

ثالثاً: یہ چاروں اشخاص جنہوں نے بظاہر اس عقیدے سے انکار کیا ہے ان میں سے کوئی بھی ”معصوم اماموں“ کے زمانے میں موجود نہ تھا۔ جب کہ

تحریفِ قرآن کے قائلین اماموں کے زمانہ میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنے اماموں سے براہِ راست روایات اخذ کیں، ان کی صحبت میں بیٹھے ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں اور ان سے بالمشافہ گفتگو کی۔

رابعاً: وہ تمام کتب جن میں تحریفِ قرآن والی روایات درج ہیں شیعہ کی معتبر کتابیں جن پر ان کے مذہب کا دارومدار ہے، اور ان میں سے بعض تو شیعہ اماموں کی تصدیق شدہ ہیں مثلاً ”الکافی“ اور ”تفسیر قمی“ وغیرہ۔

خامساً: یہ چاروں اشخاص باوجود اس کے کہ بظاہر قرآن مجید کو مکمل مانتے ہیں اپنی کتابوں میں جرح و تنقیہ کے بغیر ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے تحریف و تغیر کا اثبات ہوتا ہے۔

مثلاً ابن بابویہ قمی اپنی کتاب ”الخصال“ میں روایت بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

”قیامت کے دن قرآن اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکایت کرے گا کہ یا رب! کچھ لوگوں نے مجھے جلاڈالا اور پھاڑ دیا“ ۱

اسی طرح ابوعلی طبرسی جو عقیدہ تحریف کا منکر ہے وہ بھی اپنی تفسیر ”مجمع البیان“ میں کہتا ہے کہ سورۃ النساء کی آیت ”فما استمتعتم به منهن“ کے بعد ”الی اجل مسیحی“ کو قرآن سے نکال دیا گیا چنانچہ لکھتا ہے:

”بعض صحابہؓ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ کے بعد ”الی اُجَلِ مَسِیْحٍ“

بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے اس سے مراد متعہ ہے“ ۲

۱ الخصال از ابن بابویہ قمی ص ۸۳ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ

۲ مجمع البیان از طبرسی ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ طهران ۱۳۷۴ھ

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں جنہیں انھوں نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے اور اس سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان اشخاص نے تحریف قرآن کا انکار محض تقیہ و نفاق پہ عمل کرتے ہوئے کیا۔ کیونکہ تقیہ یعنی اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنا اور جھوٹ بولنا شیعہ مذہب میں نہ صرف یہ کہ کارِ ثواب ہے بلکہ فرائض دین میں سے ہے۔

چنانچہ ابن بابویہ قمی اپنے رسالے ”الاعتقادات“ میں لکھتا ہے:

”تقیہ کو منافض ہے۔ اسے چھوڑنا کارِ جھوٹ کرنے کے برابر ہے... جس نے قائم علیہ السلام (غار میں چھپا ہوا آخری موعودہ امام) کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ پر عمل کرنا ترک کر دیا تو وہ اللہ کے دین سے خارج ہو گیا اور اس نے اللہ رسول اور اماموں کی مخالفت کی، امام صادق علیہ السلام سے ارشاد باری تعالیٰ

”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا کیا مفہوم ہے تو آپ نے فرمایا ”اعملکم بالتقیہ“ یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ زیادہ معزز ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرنے والا ہے۔

یعنی اللہ کے نزدیک عزت و مرتبے کا معیار تقویٰ نہیں بلکہ تقیہ ہے۔ جو جتنا زیادہ اپنے مذہب کو چھپائے اور کذب بیانی و منافقت سے کام لے وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب و محترم ہے۔

تقیہ کی اتنی زیادہ فضیلت ہونے کی وجہ سے ہی ان چاروں اشخاص نے عقیدہ تحریف کا بظاہر انکار کیا۔

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب ”شیعہ اور کذب و نفاق“

۲۔ الاعتقادات از ابن بابویہ قمی۔ باب التقیہ مطبوعہ ایران ۱۳۷۲ھ۔

سادِ مسأ: اگر ان چاروں کی رائے کو تسلیم کر لیا جائے تو وہ تمام روایات باطل ٹھہرتی ہیں جن کے مطابق ”اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور جب وہ قرآن جمع کر کے صحابہ کے پاس لائے تو انہوں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں تو آپ نے فرمایا ”لا تدون“ بعد ہذا الا ان یقوم القائم من ولدی“

اب یہ قرآن اس وقت تک نظر نہیں آئے گا جب تک میری اولاد میں سے قائم (آخری امام) ظاہر نہیں ہوگا۔ اسی طرح کافی کی وہ روایت جس میں حضرت باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”اماموں کے سوا کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس سارا قرآن موجود ہے“ اے

اسی طرح عدم تحریف کی صورت میں خلفائے راشدین کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حفاظت قرآن کا شرف انہیں حاصل ہوا اور یہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ اصحاب ایمان بلکہ اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب اور اس کے برگزیدہ بندے قرار پاتے ہیں جو کہ شیعہ قوم کو کسی صورت بھی گوارا نہیں۔ اور اگر خلفائے راشدین کی اس فضیلت کا اعتراف کر لیا جائے تو ان کی خلافت برحق ثابت ہوتی ہے اور یوں شیعہ مذہب کی ساری عمارت مفہم اور ان کا مذہب باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح شیعہ قوم کا یہ نظریہ بھی باطل قرار پاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بابہ اماموں کے واسطے ہم تک نہیں پہنچی وہ ناقابل اعتماد ہے کیونکہ قرآن مجید ہم تک

۱۵ دونوں روایات سمجھے گزر چکی ہیں۔

خلفائے ثلاثہ کے واسطے پہنچا ہے۔ اس کی جمع و تدوین کا آغاز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اور تکمیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ انہی اسباب کی بنا پر متقدمین و متاخرین شیعہ علماء و عوام میں سے کسی نے بھی ان چاروں اشخاص کی تائید نہیں کی کیونکہ تائید کرنے کی صورت انہیں اپنے مذہب سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ اسی لیے دوسرے شیعہ علماء نے ان چاروں کی اس رائے کی سختی سے تردید کی اور ان کے دلائل کو ٹھکرا دیا چنانچہ مشہور شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر ”الصافی“ میں سید مرتضیٰ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

”یہ کہنا کہ چونکہ بہت سے ایسے عوامل موجود تھے جن کی بدولت قرآن میں تبدیلی کی جرأت نہیں کی جاسکتی تھی لغو اور باطل ہے کیونکہ بہت سے عوامل ایسے بھی موجود تھے جن کی بدولت قرآن میں تحریف و تبدیلی ناگزیر تھی اس لیے کہ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وصیت کو تبدیل کر دیا اور خلافت حضرت علی علیہ السلام سے غصب کر کے کسی اور کو دے دی ان سے یہ کیونکر بعید تھا کہ وہ قرآن کو اپنی دست برد سے محفوظ رہنے دیتے اس لیے کہ اصلی قرآن میں ایسی آیت موجود تھیں جو ان کی خواہشات کی تکمیل کے راستے میں رکاوٹ بنتی تھیں۔“

ایک اور ہندی شیعہ عالم سید مرتضیٰ کی رائے پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے:

”حق کی اتباع کرنا چاہیے۔ سید مرتضیٰ معصوم نہ تھے ان کی اطاعت فرض نہیں، قرآن میں عدم تحریف ان کی ذاتی رائے ہے ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں اور نہ ہی ان کی اتباع میں بہتری ہے“

اسی طرح شیعہ مفسر کاشی، طوسی کا رد کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اصلی قرآن کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اصلی قرآن ہر زمانے میں

اماموں کے پاس موجود رہا ہے (اور اب بھی آخری امام کے پاس موجود ہے) جس طرح کہ امام کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اور امام علیہ السلام ہر زمانے میں موجود ہیں (اور اب بھی وہ غار میں موجود ہیں) چنانچہ امام کی موجودگی کی طرح اصلی قرآن بھی ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔

طوسی نے اپنی عبارت میں یہ اعتراض کیا تھا کہ اصلی قرآن اگر ہر زمانے میں موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تشک کرنے کا حکم نہ فرماتے کیونکہ جو چیز موجود ہی نہ ہو اس کی اتباع کرنے اور اسے لازم پکڑنے کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اس کا جواب شیعہ مفسر کاشی نے یہ دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقل اکبر (قرآن) کے ساتھ ساتھ ثقل اصغر (ائمہ) کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے تو جس طرح امام بظاہر ہمارے درمیان موجود نہیں اسی طرح اصلی قرآن بھی ہمارے درمیان موجود نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی جس طرح امام صاحب دنیا میں موجود ہیں اگرچہ وہ ایک ہزار سال سے غار میں چھپے ہوئے ہیں اسی طرح اصلی قرآن بھی دنیا میں موجود ہے اگرچہ وہ بھی امام صاحب کے پاس غار میں بند ہے۔

مسابعاً: جیسا کہ ہم چھپے پیمان کر چکے ہیں کہ ان چاروں نے عقیدہ تحریف کا بظاہر انکار صرف اس لیے کیا کہ وہ لوگوں کے اعتراضات کے سامنے لاجواب ہو گئے تھے، کہ جب ان پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ اگر اصلی قرآن دنیا میں موجود ہی نہیں تو تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟

اور یہ کہ اگر اصلی قرآن ہمارے پاس موجود نہیں تو اسلام کس بنیاد پر قائم ہے جب کہ اسلام کی تعلیمات کا تمام تر انحصار اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب قرآن مجید پر ہے؟

اور یہ کہ "حدیث" "اقتیلین" کا کیا مفہوم ہوگا؟

اور اس طرح کے دیگر اعتراضات و سوالات جن کے سامنے ان چار اشخاص کا کوئی پس نہ چلا تو انھوں نے کھسیا نے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم تو قرآن کو مکمل مانتے ہیں جب کہ درحقیقت ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ اصلی قرآن غار میں چھپے ہوئے امام کے پاس ہی ہے۔ چنانچہ شیعہ محدث سید نعمت اللہ الجزائر می لکھتا ہے:

"یہ درست ہے کہ سید مرتضیٰ (شیخ صدوق قمی) اور شیخ طبرسی نے اس عقیدہ میں (شیعہ مذہب کے) مخالف نظریہ اپنایا ہے اور کہا ہے کہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی.... لیکن انھوں نے یہ رائے محض اس لیے اختیار کی کہ شیعہ مذہب پر طعن اور اعتراضات کا دروازہ بند کیا جاسکے ورنہ درحقیقت وہ بھی تحریف کے قائل تھے اور اسی لیے انھوں نے اپنی تصنیفات میں بہت سی ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وہ قرآن نہیں ہے جو جبرائیل علیہ السلام آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے" لے

ہم سمجھے ابن بابویہ قمی اور طبرسی کی دو روایات ذکر کر چکے ہیں جن سے تحریف قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

جہاں تک طوسی اور اس کی تفسیر "التبیان" کا تعلق ہے تو نوری طبرسی اس سلسلہ میں کہتا ہے:

"شیخ طوسی کی تفسیر "التبیان" کا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب مخالفین کے ساتھ انتہا درجے کی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اس کا ذکر سید علی بن طاووس نے اپنی کتاب "سعد السعود" میں بھی کیا

ہے“ لے
 ٹامنا: چاروں اشخاص نے اپنی رائے کی تائید میں کسی امام کا قول نہیں پیش کیا
 جس کی وجہ سے متاخرین نے انکی رائے کو مسترد کر دیا چنانچہ شیعہ عالم ملا حلیل قزوینی
 متوفی ۸۹۰ھ جو ”الکافی“ کا شارح ہے اپنی کتاب ”المصافی شرح الکافی“ میں لکھتا
 ہے:

”حدیث، ان للقرآن سبعة عشر الف آیت“ کہ ”قرآن کی سترہ ہزار آیات
 تھیں“ اور دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کی بہت ساری آیات
 قرآن سے خارج کر دی گئی ہیں، اس مفہوم کی احادیث اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ ان
 کا انکار ممکن نہیں... اور یہ دعویٰ کرنا آسان نہیں کہ موجودہ قرآن ہی اصلی قرآن ہے،
 اور ابو بکر، عمر اور عثمان کی حرکتوں پر مطلع ہونے کے بعد یہ استدلال کہ صحابہ نے
 قرآن کی حفاظت وصیانت کا بڑا اہتمام کیا تھا انتہائی کمزور استدلال ہو کر رہ
 جاتا ہے۔

کاشی تفسیر صافی میں لکھتا ہے:

”اہل بیت سے روایت کی جانے والی ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے
 کہ وہ قرآن جو ہمارے درمیان موجود ہے مکمل نہیں اور یہ اس شکل میں نہیں ہے جس شکل
 میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا بلکہ اس کا کچھ حصہ آپ پر نازل ہونے والے
 قرآن کے خلاف ہے، کچھ حصے میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور بے شمار آیات و
 کلمات کو نکال دیا گیا ہے۔ مثلاً اصلی قرآن میں علیہ السلام کا نام کئی جگہ مذکور تھا
 اسی طرح آل محمد کا لفظ بھی کئی آیات میں تھا اور کئی آیات میں منافقین کے نام بھی تھے

ان ساری چیزوں کو قرآن سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح موجودہ قرآن کی ترتیب بھی اصلی قرآن کے مطابق نہیں۔ علی بن ابراہیم قمی کے بھی یہی نظریات ہیں۔^۱ مزید لکھتا ہے:

”ہمارے مشائخ کا اعتقاد قرآن کے بارہ میں یہ ہے کہ قرآن میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔ ثقۃ الاسلام یعنی اسلام کے معتبر عالم محمد بن یعقوب کلینی کا بھی یہی عقیدہ ہے اس لیے کہ انھوں نے اپنی کتاب ”کافی“ میں تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی بے شمار احادیث روایت کی ہیں اور ان پر کسی قسم کی جرح بھی نہیں کی۔ جب کہ انھوں نے اپنی اس تصنیف کے مقدمہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انھیں اس کتاب کی روایات کی صحت پکمل اعتماد ہے۔

”اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا بھی یہی عقیدہ ہے اور ان کی تفسیر اس قسم کی روایات سے بھری ہوئی ہے۔ اسی طرح احمد بن ابی طالب طبرسی نے اپنی کتاب ”الاجتاج“ میں یہی موقف اختیار کیا ہے“^۲

مشہور شیعہ عالم مقدس اردبیلی اپنی فارسی کی ضخیم کتاب ”حدیقة الشیعہ“ میں لکھتا ہے:

”عثمان نے عبد اللہ بن مسعود کو اس لیے قتل کر دیا کہ انھوں نے عثمان اور زید بن ثابت کا تالیف کردہ قرآن پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ عثمان نے مروان اور زید بن سمروہ کو حکم دیا تھا کہ وہ عبد اللہ بن مسعود کے قرآن سے اپنی مرضی کی اشیاء نقل کر کے باقی قرآن کو دھو ڈالیں“^۳

^۱ مقدمہ تفسیر صافی ص ۱۴ - ^۲ مقدمہ تفسیر صافی ص ۱۴ -

^۳ حدیقة الشیعہ اردبیلی ص ۸۸ مطبوعہ ایران -

شیعہ کا ”خاتمہ المجتہدین“ ملا باقر مجلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :
 ”اللہ نے قرآن میں سورۃ النورین نازل کی تھی (جسے بعد میں قرآن سے نکال
 دیا گیا) وہ سورۃ یہ ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - یٰٰ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمَنُوْا بِالنُّوْرِیْنِ
 اَنْزَلْنٰهُمَا عَلَیْكُمْ مِیْتَلُوْا نَ عَلَیْكُمْ اَیّٰتِیْ وَیَحِیْذُ رَاٰكُمْ عَذَابِ یَوْمِ
 عَظِیْمٍ - نُوْرَانِ بَعْضُهُمَا مِّنْ بَعْضٍ وَاَنَا السَّامِیْعُ الْعَلِیْمُ - الَّذِیْنَ
 یُؤْفَوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فِیْ اَیّٰتٍ لِّهُمْ حَبٰتٍ النَّعِیْمِ
 وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا اٰمَنُوْا یُنْقِضُھُمْ مِّثْقَاھُمْ وَمَا عٰھَدَھُمْ
 الرَّسُوْلُ عَلَیْہِ یَقْذِفُوْنَ فِی الْجَحِیْمِ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ وَعَصَوْا
 لَوْحِی الرَّسُوْلِ اُولٰٓئِكَ لَیْسَتْ مِنْھُمْ حَیْرٌ اَلَمْ -

اے ایمان والو! دو نور (محمد و علی) ہم نے تم پر نازل کیے تم الی پو ایمان لاؤ
 وہ دونوں تم پر میری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں قیامت کے عذاب سے
 ڈراتے ہیں۔ وہ دونوں نور ہیں بعض بعض میں سے اور میں سمیع و علیم ہوں وہ لوگ
 جو اللہ اور اس کے رسول سے کیے گئے اس عہد کو نبھاتے ہیں جس کا ذکر بہت
 سی آیات میں کیا گیا ہے ان کے لیے نعمتوں والی جنتیں ہیں اور وہ لوگ جنہوں
 نے ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور رسول کے وحی و ناط
 کی نافرمانی کی انہیں جہنم کا گرم پانی پلایا جائے گا الخ۔

فاجروں نے اس صحبت کے کئی الفاظ کو نکال دیا اور اپنی مرضی کے مطابق
 اس کی قراءت کی ”الہ

یعنی شیعہ قوم کے نزدیک یہ سورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی مگر بعد میں اسے قرآن مجید سے نکال دیا گیا۔ کیونکہ اس میں حضرت علیؑ کی وصایت و امامت کا ذکر تھا۔

شیعہ عالم مرزا محمد باقر موسوی لکھتا ہے:

”عثمان نے عبداللہ بن مسعود پر اس لیے تشدد کیا کہ وہ ابن مسعود سے ان کا قرآن لے کر اس میں حسبِ منشا تبدیلی کرنا چاہتا تھا“ لے

کریم خان کرمانی جسے شیعہ ”مرشد الانام“ سے موسوم کرتے ہیں اپنی فارسی کی کتاب ارشاد العلوم میں لکھتا ہے:

”امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد اصلی قرآن کی تلاوت کریں گے اور فرمائیں گے اے مسلمانو! یہ ہے اصلی قرآن جو اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا تھا اور

بقیہ حاشیہ: مطبوعہ لاہور۔ ایرانی شیعہ صافی کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ سورت جسے علامہ محب الدین الخطیب نے اپنے رسالہ میں ”دبستان مذہب“ سے نقل کیا ہے یہ صرف دبستان مذاہب ہی میں مذکور نہیں ہے بلکہ مجلسی نے اس کا ذکر اپنی کتاب ”تذکرۃ الائمہ“ میں بھی کیا ہے۔ اب لطف اللہ صافی کیا جواب دے سکتا ہے؟ تذکرۃ الائمہ شیعہ کی کتاب ہے یا اہل سنت کی؟ اور کیا مجلسی شیعہ قوم کا فرد ہے یا مسلمانانِ اہل سنت کا؟ صافی کے لیے فرار کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ سورت ہندوستان میں کئی بادشاہ ہو چکی ہے اور پاک دہندہ کے شیعہ علماء نے اس سورت کا اپنی کتب میں اعتراف بھی کیا ہے۔ مثلاً

سید علی حائری وغیرہ۔

لے بحر الجواہر از موسوی ص ۷۳۳ مطبوعہ ایران

جسے بعد میں تبدیل کر دیا گیا تھا“ لے
ہندوستان کا شیعہ عالم سید دلدار علی جسے شیعہ قوم نے ”آیۃ اللہ فی العالمین“
کا لقب دیا ہے اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے :
”اس بات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ شیعہ روایات کے مطابق قرآن
کی آیات میں زیادتی بھی ہوئی ہے اور کمی بھی اور اس کی ترتیب کو بھی تبدیل کر دیا گیا
ہے“ لے

ایک اور شیعہ عالم تصریح کرتا ہے :
”موجودہ قرآن خلیفہ ثالث کا مرتب کردہ ہے اس لیے یہ شیعہ پر حجت
نہیں ہو سکتا“ لے
مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی جس نے عقیدہ تحریف کو ثابت کرنے کیلئے
مستقل کتاب تحریر کی ہے۔

”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الاسباب“
یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی و تحریف کو ثابت کرنے کے لیے فیصلہ کن خطاب۔
اس کی مختلف عبارتیں ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ ایک جگہ یہ شیعہ محدث لکھتا

ہے :
”قرآن کی بہت سی سورتوں کو ہی غائب کر دیا گیا مثلاً سورۃ المحمدؐ،

لے ارشاد العوام ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ ایران۔

لے استقصاء الافہام ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ ایران۔

لے ضربت حیدر ج ۲ ص ۷۵ مطبعہ نشان مرتضوی۔ ہند۔

سورة الخلع اور سورة الاولایة“ ۱۷

پہچھے ہم شیعہ کے دوسرے اکابرین کی عبارتیں بھی ذکر کر چکے ہیں جن کا تکرار بے فائدہ ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین شیعہ کا اتفاق ہے کہ موجود قرآن مجید

۱۷ فصل الخطاب ص ۳۳۔

علامہ محب الدین الخطیبؒ نے اپنے رسالے ”المخطوط العرفیۃ“ میں لکھا تھا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں سے ”سورة الاولایة“ کو نکال دیا گیا ہے۔ ایرانی شیعہ لطف اللہ صافی نے اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب ”مع الخطیب“ میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لکھا۔

مدید کہنا کہ شیعہ سورة الاولایة کے وجود کو مانتے ہیں صریح اور واضح جھوٹ ہے اس سورت کا ذکر فصل الخطاب کے کسی صفحہ پر نہیں۔

ہم صافی کے جواب میں اتنا ہی کہیں گے کہ اتنی ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے کچھ تو شرم محسوس کرو۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ خطیب مرحوم کے بعد تمہارا کچا بیٹھا بیان کرنے والا کوئی نہیں رہا؟ اللہ کا شکر ہے ہم تمہارے مکروہ چہرے سے نقاب اٹھانے کے لیے ابھی تک زندہ ہیں۔

یہ تمہارا انوری طبرسی ”سورة الاولایة“ کے وجود کا اعتراف کر رہا ہے اور صفحہ ۸۰ پر اس نے اس سورة کا متن بھی ذکر کیا ہے۔

صافی! اللہ سے ڈر جاؤ اور اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ مت ڈالو ہم تمہاری اصلیت سے بخوبی آگاہ ہیں۔

اصلی قرآن نہیں بلکہ اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں شیعہ کا یہ عقیدہ ان کی مستند کتب تفسیر و حدیث میں بالتصریح موجود ہے۔ شیعہ قوم نے اپنے اس باطل عقیدے کو ”معصوم اماموں“ سے روایت کردہ احادیث و نصوص سے اخذ کیا ہے، وہ تمام احادیث حد تو اثر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یعنی انہیں قطعی الثبوت کا درجہ حاصل ہے اور ان احادیث کا انکار ممکن نہیں۔

چنانچہ مشہور شیعہ محدث نعمت اللہ البحرانی لکھتا ہے :

”یہ کہنا کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو تبریل امین لے کر نازل ہوئے تھے اور یہ کہ موجودہ قرأت وحی الہی کے مطابق ہے، درست نہیں کیونکہ بے شمار متواتر اقاد اس عقیدے کی مخالفت کرتی ہیں بلکہ ان سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں، مفہوم میں اور اعراب میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی ان احادیث کی صحت پر ہمارے علماء کا اتفاق ہے۔ سبھی نے ان روایات کی تصدیق و توثیق کی ہے“ اے

ان تمام واضح نصوص کے بعد کسی کے لیے یہ کہنا ممکن نہیں رہا کہ شیعہ قوم کا قرآن مجید کی صحت پر ایکان ہے اور یہ کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

شیعہ قوم کے وہ افراد جو بدنامی و رسوائی سے بچنے کی خاطر کھیانے ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو قرآن کو مکمل مانتے ہیں دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں یا خود ہی اپنے مذہب کی تردید کرتے اور اپنے ”معصوم“ اماموں کے اقوال کو مسترد کرتے ہیں۔ یکہکجان نہیں چھڑائی جاسکتی کہ چند ضعیف روایات ہیں جو تحریف قرآن

یہ دلالت کرتی ہیں اس لیے کہ مسئلہ روایات کا نہیں اعتقاد کا ہے۔ تمام ”معصوم“ اماموں اور ان کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید ناقص، نامکمل اور تبذیل شدہ کتاب ہے۔ چنانچہ ”چند ضعیف روایات“ کے نقاب سے اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا یہ تو شیعہ مذہب کا متفقہ مسئلہ ہے۔ شیعہ کے تمام اسلاف اور اکابرین اس عقیدے پر عمل پیرا تھے، اس کا انکار شیعہ مذہب کا انکار ہے۔

ہاں وہ شخص جو اپنے اماموں کی عصمت کا قائل نہ ہو یا اپنے اکابرین و اسلاف کے ایمان میں شک رکھتا ہو اسے یہ حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کا انکار کرے بصورتِ دیگر اس عقیدے کا انکار کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ مذہب شیعہ باطل اور خود ساختہ مذہب ہے دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

قرآن مجید کے متعلق اہلسنت کا موقف

تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کے خلاف اہل سنت نے بہت سخت موقف اختیار کیا ہے۔ مسلمانان اہلسنت کے نزدیک قرآن مجید میں کمی بیشی اور تحریف و تبدیلی کا عقیدہ رکھنا واضح کفر ہے۔ جو شخص یہ عقیدہ اختیار کرے وہ ان کے نزدیک بالاتفاق کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسی طرح اہلسنت کے اکابرین نے اپنی کتب میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ صرف شیعہ ہی اس خبیث عقیدے پر عمل پیرا ہیں، اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں کوئی ایسی صحیح روایت موجود نہیں جو قرآن مجید میں نقص و زیادتی پر دلالت کرتی ہو چنانچہ یہ کہنا کہ اہلسنت کی کتب میں بھی اس قسم کی روایات موجود ہیں محض کذب اور صریح بہتان ہے۔

امام ابن حزمؒ اپنی عظیم کتاب "المفصل فی الملل والنحل" میں فرماتے ہیں۔
 "تمام شیعہوں کے نزدیک قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہے، ان کے نزدیک اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی آیات کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔
 پھر فرماتے ہیں۔ یہ عقیدہ واضح کفر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر مبنی ہے" اے

معروف شافعی فقیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"قرآن مجید جو دو جلدوں کے درمیان ہے ہم تک بالتواتر پہنچا ہے" اے

اے المفصل فی الملل والنحل از امام ابن حزمؒ ج ۴ ص ۱۸۲ مطبوعہ بغداد۔

اے التوضیح فی الاصول ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ مصر۔

اس عبارت کے تحت اس کتاب کے شارح لکھتے ہیں:
 ”قرآن مجید کے علاوہ باقی تمام آسمانی کتب اپنی صحیح شکل میں محفوظ نہیں ہیں“
 حنفی فقیہ لکھتے ہیں:

”قرآن مجید وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اور آپ سے بالتواتر منقول کی گئی۔ اس کے صحیح و محفوظ ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں“
 آمدی فرماتے ہیں:

”قرآن مجید ہم تک بالتواتر منقول ہوا ہے اور وہ وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہے“^۳

امام سیوطی اپنی کتاب ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں لکھتے ہیں:
 ”قرآن مجید کی جمع و ترتیب نزولی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق ہے۔۔۔ قاضی ابوبکر فرماتے ہیں:

”قرآن مجید میں نہ کمی ہوئی ہے، نہ زیادتی، مصحف عثمانی اس قرآن کے عین مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، منسوخ التلاوت آیات کو چھوڑ کر سارا قرآن دو جلدوں کے درمیان بغیر کسی کمی بیشی کے موجود ہے“^۴
 علامہ سیوطی امام بغوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن دو جلدوں کے درمیان جمع کیا بغیر کسی کمی بیشی کے“^۵

۱۔ التلویح ج ۱ ص ۲۷ - ۲۸ المنار فی الاصول ص ۹ مطبوعہ ہند

۲۔ الاحکام للامدی ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر۔

۳۔ الاتقان لسیوطی ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۸ھ

۴۔ ایضاً -

امام خازن اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”صحیح دلائل کے مطابق صحابہ کرام نے بغیر نقص و زیادتی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ سارا قرآن دو تختیوں (جلدوں) کے درمیان جمع کیا.... صحابہ نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی طرح بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے لکھ لیا اور ترتیب بھی وہی رہنے دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے اخذ کی تھی۔ چنانچہ لوح محفوظ میں مکتوب قرآن مجید اور موجودہ قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے“ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

”جس شخص نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی یا اس کی کسی آیت کی تکذیب کی یا انکار کیا یا قرآن مجید میں بیان کردہ کسی حکم کی نفی کی یا کسی ایسی چیز کا اثبات کیا جس کی قرآن مجید میں نفی کی گئی ہے یا قرآن کی کسی آیت میں شک کیا تو وہ تمام اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ“ قرآن پر باطل کسی طرف سے بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ نہ سامنے سے نہ پیچھے سے“ ۱

امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں مستقل باب باندھا ہے ”لم يأتِ الْبَاطِلُ الْبَيْتَ“ صلی اللہ علیہ وسلم الاما بین الدفتین“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا قرآن ہی اپنی امت کے لیے چھوڑا ہے۔ جتنا اس وقت دو جلدوں کے درمیان موجود ہے.... پھر اس باب کے تحت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا: کیا موجودہ قرآن مجید کے علاوہ

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آئت چھوڑی ہے تو آپؐ نے فرمایا ”صائدک
الامایین الدفتین“ دو جلدوں کے درمیان موجودہ قرآن مجید کے علاوہ آپؐ نے کوئی
آئت نہیں چھوڑی“ اے

ہمارے مسلمانوں کے امام بخاریؒ کا عقیدہ بھی آپؐ نے ملاحظہ فرمایا اور پیچھے شیعہ قوم کے بخاری
(حکینی) کا عقیدہ بھی آپؐ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

امام زکشی فرماتے ہیں:

”قرآن مجید ہر قسم کی ترمیم سے محفوظ ہے اور رافضیوں کا قرآن مجید میں نقص زیادتی
کا دعویٰ بالکل باطل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اَنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاَنَّا لَمُحَافِظُوْنَ“ اور ارشاد باری تعالیٰ ”اِن عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ“ اس عقیدے
کی واضح دلیل ہیں۔ پوری امت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی غلطی سے
محفوظ ہے اور موجودہ مصحف کی صحت قطعی ہے“ ۲

اہل سنت کے مفسرین نے ”وَاَنَّا لَمُحَافِظُوْنَ“ کی تفسیر کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی ترمیم اور تبدیلی سے محفوظ ہے،
امام خازن اپنی تفسیر میں اس آئت کے تحت فرماتے ہیں:

”اس آئت کا مطلب ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیے جانے والے
قرآن کو زیادتی، کمی اور تبدیلی و تحریف سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ ہماری ذمہ داری
ہے چنانچہ تمام جنّ و انس مل کر بھی اگر قرآن مجید میں ایک حرف کا اضافہ یا کمی کرنا چاہیں تو
نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن مجید کے ساتھ خاص ہے برعکس دیگر آسمانی کتب کے کیونکہ ان

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن

۲۔ البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۲۷ طبعہ ادلیٰ ۱۹۵۷ء

میں کمی بیشی اور ترمیم ہو چکی ہے لیکن چونکہ قرآن مجید کی حفاظت وصیانت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے اس لیے قیامت تک اس میں کسی قسم کی ترمیم کا امکان نہیں ہے“ اے

امام نسفی اس آئت کے تحت فرماتے ہیں:

”اللہ نے اس آئت میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھے گا، باقی آسمانی کتب کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لی تھی اس لیے وہ تبدیلی و تحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں جب کہ قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رہے گا اس لیے کہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے“ اے

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

”جس طرح قرآن مجید کو نازل اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اسی طرح اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اس نے لیا ہے“ اے

امام رازی فرماتے ہیں:

”اس آئت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی و ترمیم سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، اس آئت کی نظیر قرآن مجید کی یہ آئت بھی ہے۔
”لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ“ نیز ”وَلَوْ كَانَتْ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا“ یعنی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف و تناقض نظر آتا۔

اے تفسیر خازن ج ۳ ص ۸۹۔

اے تفسیر المدا رک از نفسی ج ۳ ص ۸۹ ابر حاشیہ خازن۔

اے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۷ مطبوعہ قاہرہ۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا تو صحابہ قرآن کو جمع کرنے میں مشغول کیوں ہوئے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کا قرآن مجید کو جمع کرنے کی جدوجہد کرنا حفاظت قرآن کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ تھا۔
آگے چل کر فرماتے ہیں:

یہ حفاظت خداوندی ہی کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کے ایک نقطے میں بھی تبدیلی کرنا چاہے تو اسی وقت اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا جائے گا اور اگر کوئی بوڑھا شخص قرآن مجید کے کسی حرف کو غلط پڑھ دے تو چھوٹے چھوٹے بچے پکار اٹھیں گے اخطات ایھا الشیخ بابا جی! آپ غلط پڑھ رہے ہیں، درست یوں ہے، اور یہی مطلب ہے ”وانالہ لحافظون“ کا۔

حفاظت کا یہ انتظام و اہتمام قرآن کے علاوہ کسی دوسری آسمانی کتاب کے لیے نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب بھی تحریف و ترمیم سے محفوظ نہ رہ سکی۔ یہ قرآن کریم ہی کا معجزہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ملحدین کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکی، اے یہ ہے اہل سنت کا قرآن مجید کے متعلق عقیدہ اور بعض اکابرین اہل سنت کے اقوال۔

اثبات تحریف کے لیے شیعہ کی کتب

شیعہ قوم نے اپنی تصنیفات میں تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات ہی کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس خبیث اور ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے ہر دور میں مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں شیعہ کے معتبر عالم احمد بن محمد بن خالد البرقی نے ”کتاب التحریف“ لکھی، اس کا ذکر طوسی نے اپنی کتاب ”الفہرست“ میں کیا ہے۔ اس کے والد محمد بن خالد البرقی نے ”کتاب التنزیل والتغییر“ تصنیف کی۔ اس کا ذکر نجاشی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

اسی طرح ان کے جید عالم علی بن فضال کہ جس نے شیعہ کے بقول حدیث میں کبھی بھی کسی قسم کی غلطی نہیں کی عقیدہ تحریف کے اثبات کے لیے ”کتاب التنزیل من القرآن والتحریف“ تالیف کی۔

محمد بن حسن الصیرفی نے اس سلسلے میں ”کتاب التحریف والتبذیل“ لکھی۔ احمد بن محمد بن سيار کی بھی اس سلسلے میں ایک کتاب ہے جس کا نام ”کتاب القراءت“ یہ شخص شیعہ کے معروف مفسر ابن الماھیار کا استاد ہے۔ اس کا ذکر ”الفہرست“ اور ”رجال النجاشی“ میں ہے۔

حسن بن سلیمان الحللی کی کتاب ”التنزیل والتحریف“ بھی ہے۔

شیعہ مفسر محمد بن علی الماھیار المعروف بابن الجحام نے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ”کتاب قراۃ امیر المؤمنین و

قراءة اهل البيت

ابو طاہر عبد الواحد قمی کی کتاب بھی ہے جس کا نام ”قراءة امیر المؤمنین“ ہے اس کا ذکر ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم العلماء میں کیا ہے۔
شیعہ عالم علی بن طاووس نے اپنی کتاب ”سعد السعود میں اس سلسلے میں اور بھی کئی کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں کتاب تفسیر القرآن وتأویل و تنزیلہ“ اور ”قراءة الرسول و اهل البيت“ اور ”کتاب الرد علی التبذیل“ اور کتاب السیاری وغیرہ شامل ہیں لے
شیعہ متقدمین کی طرح متاخرین نے بھی اس موضوع میں بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور کتاب کا نام ہے ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الادب“ جو مرزا محمد تقی نوری طبرسی متوفی ۱۲۲۰ھ کی تالیف ہے۔
اس کتاب میں مفصلاً شیعہ کے اس عقیدے کی وضاحت کی گئی ہے۔

بعد ازیں اس نے ایک اور کتاب لکھی ”رد بعض الشبهات عن فصل الخطاب“ لے
اسی طرح برصغیر پاک و ہند کے شیعوں نے بھی قرآن مجید میں تبدیلی و ترمیم کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ شیعہ عالم مرزا سلطان احمد دہلوی نے اس باطل عقیدے کے اثبات کے لیے کتاب ”تصحیف کاتبین و نقص آیات کتاب ہمیں“ تحریر کی۔

اسی طرح ضربہ حیدریہ جس کا مصنف سید محمد مجتہد لکھنوی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی دیگر کتب ہیں جو اس ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے فارسی عربی اور اردو میں تصنیف کی گئی ہیں۔

لے ۱ نقل از فصل الخطاب ص ۲۹

۲ ایرانی شیعہ عالم لطف اللہ صافی کی عیداری و بیکاری اور علی بددیانتی ملاحظہ فرمائیں۔
الحمد للہ

ان کتابوں کے علاوہ لاتعداد ایسی کتب ہیں جن میں مستقل عنوان کے تحت اس عقیدے کو بیان کیا گیا ہے مثلاً علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں، کلینی نے ”اصول کافی“ میں، محمد الکاظمی نے شرح الوافیہ میں، شیخ صفار نے ”بصائر الدرجات“ میں، سعد بن عبد اللہ نے ”ناسخ القرآن وفسوخته“ میں، اور بحرانی نے ”ابرهان“ میں مستقل باب بنائے ہیں۔ ان ابواب کے عنوانات ہیں ”باب انه لم یجمع القرآن کلمۃ الا الائمة“ یعنی سارا قرآن اماموں کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا، ”باب فی الائمة ان عندهم جمیع القرآن الذی انزل علی رسول اللہ“ یعنی اللہ کی طرف سے رسول اللہ پر نازل کردہ سارا قرآن (صرف) اماموں کے پاس ہے اور ”باب التحریف فی الایات“ یعنی قرآنی آیات میں تحریف کا ذکر اور دیگر اس قسم کے ابواب ہیں۔

لکھتا ہے: نوری طبرسی نے اپنی کتاب میں تحریف قرآن کو ثابت نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کی ہے۔ نامعلوم لطف اللہ صافی اس مکروہ و جمل اور کذب بیانی سے کام لے کر کس کو دھوکہ دینا چاہتا ہے؟ شاید اس کا خیال ہو کہ ”فضل الخطاب“ اس کے علاوہ کسی اور کے پاس موجود نہیں یا پھر وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اس قدر مسلسل جھوٹ بولتا رہے کہ خود اسے بھی یقین ہو جائے کہ اس کا جھوٹ ”سچ“ ہے۔

ہم صافی صاحب کو باخبر کر دینا چاہتے ہیں کہ تمہارے جھوٹ اور مکروہ و فریب سے پردہ اٹھانے والے کچھ لوگ اللہ کے فضل سے ابھی تک موجود ہیں۔ تم حقائق کو تبدیل کر کے اہل بصیرت کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ نوری طبرسی کی یہ کتاب تمہارے مذہب کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں تمہارا چہرہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ تم لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ کسی اور ہی دستور کا انتظار کر رہے ہو جو غار میں بند ہے اور چھپے ہوئے امام کے پاس ہے۔

فیہ قوم کی تقریباً تفسیر حدیث اعتقاد فقہ اور اصول کی کتاب میں عقیدہ تحریف اور قرآن مجید پر ناپاک حملوں کا ذکر موجود ہے۔

ہم ان شیعہ افراد سے پوچھنا چاہتے ہیں جو رسوائی و بدنامی سے بچنے کی خاطر عقیدہ تحریف کا انکار کر دیتے ہیں اور یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو مکمل کتاب مانتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر ان کا یہی عقیدہ ہے تو وہ اپنے ان مفسرین و محدثین فقہاء و محدثین اور دیگر اکابرین شیعہ کے متعلق کیا کہتے ہیں جو قرآن مجید میں تبدیلی و ترمیم اور کمی بیشی کے قائل تھے۔ کیا وہ انھیں کافر تسلیم کرتے ہیں؟ اور کیا وہ فتویٰ دیتے ہیں کہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ اسی سے پتہ چل جائے گا کہ وہ لقیہ پر عمل کرتے ہوئے تحریف کا انکار کرتے ہیں یا واقعی ان کا یہ عقیدہ ہے۔

اگر وہ کہیں کہ قرآن میں تبدیلی و تحریف کا اعتقاد رکھنے والے سب کے سب کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلی چار صدیوں تک کے تمام شیعہ مکمل طور پر کفار و مرتدین تھے اس لیے کہ سب کا بالاتفاق یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید ناقص و نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے اور ایسا کہنے سے کیا ان کے مذہب کی کوئی بنیاد باقی رہ جائے گی؟ اس لیے کہ ان چار صدیوں میں تو ان کے امام اور ان کے بلا واسطہ شاگرد بھی آتے ہیں اگر وہ سب کے سب عقیدہ تحریف کے سبب کافر تھے تو پھر واضح ہے کہ شیعہ مذہب کفار کا ایجاد کردہ ہے اور اگر وہ انھیں کافر کرنے سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ بچکا بھٹ کیسی؟ کھل کر کہیں کہ جو قرآن کو مکمل نہیں مانتا وہ کافر و مرتد ہے جس طرح اہلسنت کہتے ہیں۔

اگر کہیں کہ وہ کافر نہیں تھے تو ایسا کہنے سے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

اب وہی صورتیں ہیں۔

۱۔ یا تو وہ شیعہ مذہب ترک کر دیں۔

۲۔ یا عقیدہ تحریف سے انکار نہ کریں۔

ورنہ یہ بات واضح ہے کہ وہ قرآن مجید میں تبدیلی کے عقیدے کے کھلم کھلا اظہار سے محض اس لیے فرار اختیار کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے طعنوں اور اعتراضات سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ ورنہ حقیقت میں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن ایک ناقص، نامکمل اور ترمیم شدہ کتاب ہے لے

اے لطف اللہ صافی کا بھی یہ عقیدہ ہے اگرچہ وہ بظاہر انکار کرتا ہے ورنہ وہ نوری طبرسی جیسے شخص کی تعریف نہ کرتا اور نہ ہی ان متقدمین شیعہ مفسرین و محدثین کی مدح سرائی کرتا جنہوں نے تحریف قرآن کے اثبات کے لیے کتابیں لکھیں اور مستقل عنوان باندھے ہیں ایسے لوگ جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے کسی رکن ایمان بالقرآن کا منکر ہو وہ مدح سرائی کے نہیں توہین و تذلیل اور تحقیر کے لائق ہے۔

شیعہ اور کذب و نفاق

شیعہ اور جھوٹ دونوں ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں، دونوں میں کسی قسم کا فرق یا بعد نہیں ہے۔ جب سے شیعہ مذہب وجود میں آیا ہے۔ کذب بیانی اور دروغ گوئی اس کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔ جھوٹ اس مذہب کی بنیاد ہے۔ شیعہ مذہب کا آغاز ہی جھوٹ سے ہوا ہے۔

چونکہ یہ مذہب جھوٹ اور کذب کی پیداوار ہے اس لیے اس مذہب میں جھوٹ کو انتہائی تقدس مقام حاصل ہے، شیعہ قوم اس کے لیے ”تقیہ“ کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ جس کا مفہوم ہے کذب بیانی سے کام لینا اور زبان سے ایسی بات کا اظہار کرنا جو دل میں نہ ہو۔

شیعہ دین میں ”تقیہ“ کا بادلہ اوڑھ کر اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنے اور دل کی بات چھپانے کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اسے شیعہ دین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا ”امام بخاری“، محمد بن یعقوب بن کلینی اپنے پانچویں ”معصوم“ امام، حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے جو تقیہ نہیں کرتا وہ مومن نہیں“ اے

حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا :
”دین کا ۹ حصہ تقیہ میں ہے اور جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ایمان نہیں“^۱

نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :
”تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے۔ راوی کہتا ہے : میں نے کہا : ومن دین اللہ؟
اللہ کے دین میں سے؟“

تو آپ نے فرمایا : اسی واللہ من دین اللہ ہاں اللہ کی قسم ! اللہ کے دین
میں سے“^۲

یہ ہے شیعہ قوم کے دین کی بنیاد اور ان کے مذہب کا ایک اہم اصول۔
تقیہ سے مراد شیعہ دین کے مطابق حق کو چھپانا اور باطل کا اظہار کرنا ہے۔ کلینی
اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے :
”امام جعفر علیہ السلام نے شیعہ راوی سلیمان بن خالد کو مخاطب کرتے ہوئے
فرمایا :

”تمہارا دین ایک ایسا دین ہے کہ جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے
گا اور جو اس کا اظہار کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا“^۳
جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا
بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ“^۴

۱۔ ایضاً ج ۲ ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران دج ۱ ص ۴۸۲ مطبوعہ ہند۔

۲۔ الکافی فی الاصول ج ۲ ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران دج ۱ ص ۴۸۲ مطبوعہ ہند۔

۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ ایران دج ۱ ص ۴۸۵ مطبوعہ ہند۔

۴۔ سورۃ المائدہ آیت ۶۷۔

اے رسول! جو آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا اس کی اعلانیہ تبلیغ کیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”فاصدع بما تؤمر وأعرض عن المشركين“ اے

”اے نبی! جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے آپ علی الاعلان اس کا اظہار کریں اور مشرکوں کی پرواہ نہ کریں“

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں صحابہ کو گواہ بنا کر فرمایا تھا:

ألا اهل بلغت؟ اے میرے صحابہ! کیا میں نے رب کا دین تم تک پہنچا دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: ہاں پہنچا دیا ہے۔

تب آپ نے فرمایا: اللهم اشهد اے اللہ! گواہ ہو جا۔

پھر فرمایا: جو یہاں حاضر ہے وہ دوسروں کو جو اس اجتماع میں موجود نہیں

میرا پیغام پہنچا دے“ ۱

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ سورة الحج آیت ۹۴۔

۲۔ بخاری و مسلم۔

”اللہ اس شخص کو ترقی و تازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سن کر اسی طرح آگے پہنچتا ہے جس طرح وہ سنتا ہے“ ۱

نیز ”بلغوا عنی ولو آیت“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے اگر کسی نے ایک آیت بھی سنی ہے وہ اسے دوسروں تک پہنچائے ۲

اللہ تعالیٰ نے دین کی تبلیغ کرنے والوں کی شان میں فرمایا ہے:

”الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رَسُولَاتِ اللَّهِ وَيُخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ“ ۳

وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

نیز ”لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ“ ۴

”تاکہ اللہ سچ بولنے والوں کو سچ بولنے کی وجہ سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور منافقوں کو عذاب دے“

اس آیت میں سچ بولنے پر اجر و ثواب کی نوید اور منافقت پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

ایک دوسری آیت میں مومنوں کی یہ نشانی بیان کی گئی ہے:

”وَالْإِنْفِاخُونَ لَوْمَةً لَّا تُمْرُ“ ۵

وہ لوگ (اظہار حق میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت یعنی کسی کی تنقید کو خاطر میں نہیں لاتے۔

منافقوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ رواہ الترمذی ۲۔ رواہ البخاری ۳۔ سورہ الاحزاب آیت ۳۹

۴۔ سورہ الاحزاب آیت ۲۴ ۵۔ سورہ المائدہ آیت ۵۴

”وَإِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّكَ
لِرَسُولِهِ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ“ ۱
”اے نبی! ان منافقوں کی یہ حالت ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو
(تقیہ کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو
بخوبی معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے لوگ
ہیں“

یعنی دل میں تو کفر و تکذیب چھپائے ہوئے ہیں مگر زبان سے آپ کی رسالت
کا اقرار کرتے ہیں بایں معنی یہ جھوٹے لوگ ہیں۔

منافقین کی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”وَإِذَا قَالُوا آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شِيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا
مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ“ ۲

”جب منافقین مومنوں سے ملتے ہیں ان سے کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں
اور جب اپنے شیطانوں کی مجلس میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں
(مسلمانوں سے تو) ہم مذاق کرتے رہتے ہیں۔“

ان منافقوں اور تقیہ بازوں کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ خَيْرًا“ ۳

”بے شک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ ان کا کوئی مددگار بھی آپ نہیں
پائیں گے۔“

احادیث میں بھی جھوٹ کی شدید مذمت کی گئی ہے اور سچ کا دامن تھامنے کی تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سچ بولو۔ بے شک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ ہی کی جستجو میں رہتا ہے حتیٰ کہ عند اللہ اس کے نام کے ساتھ ”صدیق“ لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو لے تک جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ عند اللہ اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے“ لے

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے بات کرو وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو مگر تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو“ لے

تقیہ دین و شریعت ہے

ان تمام آیات و احادیث سے کتمان حق اور کذب و نفاق کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، حق کو چھپانا، ظاہر اور باطن کا ایک نہ ہونا۔ جھوٹ بولنا اور منافقت سے کام لینا دین اسلام میں انتہائی مکروہ مذموم فعل اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم، مرتکب حرام اور لعنت خداوندی کا مستحق ہے۔

یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے جب کہ شیعہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کے خلاف

صریح بغاوت کہتے ہوئے کذب و نفاق کو اپنے دین کا بنیادی اور اہم جز قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بولنا اور منافقت کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ نماز روندے کی طرح فرائض دین میں شامل ہے۔

چنانچہ شیعہ محدث جسے شیعہ قوم نے ”صدوق“ کا لقب دے رکھا ہے یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والا۔ اپنی کتاب ”الاعتقادات“ میں لکھتا ہے:

”تقیہ کرنا فرض ہے جس نے اسے ترک کیا گویا کہ اس نے نماز کو ترک کیا۔۔۔۔۔“

مزید کہتا ہے:

تقیہ کرنا اس وقت تک فرض ہے جب تک آخری امام غار سے باہر نہیں نکل آتے۔ اس سے پہلے جو تقیہ ترک کر دے گا وہ اللہ کے دین سے اور شیعہ کے دین سے خارج ہو جائے گا، اور اللہ رسول اور اماموں کی مخالفت کا مرتکب ہوگا۔ امام صادق علیہ السلام سے ارشاد خداوندی ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اعملکم بالتقیہ یعنی اللہ کے نزدیک جو جتنا زیادہ تقیہ کرنے والا ہوگا اتنا ہی زیادہ معزز و مکرم ہوگا“ اے

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہونے کا معیار جھوٹ بولنا ہے۔ جو جتنا زیادہ جھوٹ بولے گا اور اپنے عقیدے کو چھپائے گا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ کے نزدیک مقرب ہوگا۔

تقیہ کی فضیلت میں شیعہ قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتر کر تے ہوئے کہتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

”وہ مومن جو تقیہ نہیں کرتا اس جسم کی مانند ہے جس کا سر کاٹ دیا گیا ہو“ ۱
 اپنے پہلے ”معصوم“ امام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب
 کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
 ”تقیہ کرنا سب سے افضل عمل ہے“ ۲
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
 ”اگر تقیہ نہ ہوتا تو ہمارے دوست اور دشمن میں تمیز نہ ہو سکتی“ ۳
 گویا کہ جھوٹ شیعہ قوم کی پہچان اور معیار ہے۔
 حضرت علی بن الحسین زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
 ”اللہ مومن کا ہر گناہ معاف کر دے گا سوائے دو گناہوں کے: ایک تقیہ کو ترک کرنا
 اور دوسرا حقوق العباد کا خیال نہ رکھنا“ ۴
 اپنے پانچویں امام حضرت باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
 ”تقیہ سے زیادہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اور کوئی چیز ہو سکتی ہے۔ تقیہ مومن
 کی ڈھال“ ۵
 نیز ”مخالفین سے بظاہر دوستی رکھو اور اندر سے ان کی مخالفت کرتے رہو“ ۶

۱ تفسیر العسکری ص ۱۶۲ مطبوعہ مطبعہ جعفری - ہند

۲ ایضاً ۳ ایضاً

۴ ایضاً ص ۱۶۲

۵ اصول کافی - باب التقیہ ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ ایران

۶ اصول کافی ج ۲ ص ۲۲

اس سے بڑھ کر منافقت کا تصور اور کیا ہو سکتا ہے ؟

اے علامہ محب الدین خطیب مرحوم نے اپنی کتاب ”الخطوط العریضۃ“ میں لکھا ہے کہ ”ہمارے اور شیعہ کے درمیان اتحاد و اتفاق میں تقیہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو شیعہ قوم کو اتفاق سے کام لے کر اپنے عقائد کے خلاف گفتگو کرنے کی اجازت دیتا ہے جس سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ میں آکر شیعہ قوم کو اتحاد و اتفاق میں غلط سمجھ لیتے ہیں جب کہ اس قوم کے عقائد اہل سنت سے اتحاد کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی کوئی شیعہ اس میں مخلص ہو سکتا ہے“ (الخطوط العریضۃ ص ۸ طبع ششم)

اس پر لطف اللہ صافی اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ شیعہ کے بارہ میں کہا جائے کہ اگر وہ اپنے عقائد کے خلاف کسی عقیدے کا اظہار کریں یا اہل سنت سے اتحاد کی خواہش کا اظہار کریں تو ان کی بات تسلیم نہ کی جائے کیونکہ ان کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں ہوتا۔“

ہم صافی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارے اپنے امام - تمہارے عقائد کے مطابق - تمہیں اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ مخالفین سے بظاہر تو رواداری کا مظاہرہ کرو مگر دل سے انہیں اچھا نہ سمجھو تو جب صورت حال یہ ہو تو شیعہ قوم یہ کیونکر اعتبار کیا جاسکتا ہے ؟ شائد صافی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کو شیعہ قوم کی حقیقت کا علم نہیں ہے اس لیے اہل سنت عوام کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھنسا یا جاسکتا ہے ۔

صافی یہ گمان نہ کرے کہ تمام لوگ مصری شیخ رشتوت کی طرح سادہ ہیں جو شیعہ قوم کے دھوکے اور نفاق کا شکار ہو گیا ہے ۔

ضروری نہیں کہ کسی سرکاری منصب پر فائز ہونے والا شخص صاحب بصیرت بھی ہو ۔

اپنے چھٹے امام جعفر ملقب بالصادق سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا: ”میرے نزدیک روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے، جو شخص

باقی عمامی کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی تقیہ کرنا جائز ہے صریح جھوٹ اور ضح بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔ ان کے ہاں یہ تصور نہیں کہ وہ ظاہر و باطن کے اختلاف کو دین کا جز سمجھیں، خود شیعہ نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ایک شیعہ راوی عبد اللہ بن یعفور کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے کہا: وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ساتھ فلاں الف فلاں (یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ) سے بھی محبت کرتے ہیں وہ دیاندار بھی ہیں، مجھے بھی ہیں اور وفادار بھی۔ مگر وہ لوگ جو صرف آپ سے محبت کرتے ہیں ان میں نہ دیانت ہے نہ وہ سچ بولتے ہیں اور نہ ہی وفادار ہیں۔

راوی کہتا ہے: جب میں نے یہ کہا تو امام علیہ السلام سخت غصے میں آگئے اور فرمانے لگے: لا دین لمن دان اللہ بولایۃ امام لیس من اللہ۔ یعنی جو لوگ کسی ایسے امام کی امامت کے قائل ہوں جو اللہ کی طرف سے نہیں ہے ان کا دین ایمان نہیں، (اصول کافی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ ہند)

فانظر ایہا الصافی ہذا ما قبل قدیما

الفضل ما شهدت بہ الاعداء

یہ پرانی کہاوت کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، اہل سنت کی عظمت کا اعتراف خود تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اہل سنت بھی تقیہ یعنی جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ، امام مالک بن انسؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن حزمؒ

تقیہ کرتا ہے اللہ اسے بلند مقام عطا کرتا ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے، اپنے ساتویں امام موسیٰ کاظم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے مرید کو ایک خط میں نصیحت کرتے ہوئے لکھا:

”اے علی بن سوید! اگر تمہیں ہماری طرف منسوب کوئی بات پہنچے تو اس کی تردید نہ کرو اگرچہ وہ خلاف حق ہی کیوں نہ ہو۔ تو نہیں جانتا کہ جس وقت ہم نے وہ بات کہی تھی ہم کس قسم کی صورت حال سے دوچار تھے اور اس سے ہماری کچھ مراد تھی۔

اہل سنت ہی کے اکابرین میں جنہوں نے بر ملا حق کا اعلان کیا اور باطل کے سامنے ڈٹ گئے۔ جب کہ تمہارے امام (تمہارے بقول) غاروں میں چھپے رہے اور ڈر کے مارے انھوں نے اپنے چہروں پہ تقیہ کا نقاب اوڑھے رکھا اور اعلان حق کرنے کی بجائے جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی جان بچانے کی فکر میں رہے۔

کہاں یہ اور کہاں وہ ؟

اولئک آبائی فجئنی بمثلہم۔

یہ ہمارے اسلاف ہیں تم بھی ان جیسے اپنے اسلاف دکھاؤ۔

جہاں تک اتفاق و اتحاد کا تعلق ہے تو وہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا کہ ایک فریق تو پرست کو اپنا شعار بنائے اور دوسرا فریق جھوٹ کو اپنے دین کی بنیاد سمجھے، ایک فریق اخلاص کا مظاہر کرے اور دوسرا فریق نفاق سے کام لے۔ اتحاد چاہتے ہو تو اپنے عقائد سے کھلم کھلا براہ کا اظہار کرو اور اپنے مذہب سے تائب ہو جاؤ۔ تقیہ جیسے عقائد کا دفاع بھی کرتے ہو اور اتحاد و اتفاق کا دعویٰ بھی کرتے ہو ؟

اسی طرح اتحاد نہیں ہو سکتا۔

لے اصول کافی ج ۲ ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران۔

جو میں تمہیں لکھ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور کسی کو مت بتاؤ“ لے

اپنے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

”تقیہ کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ کہا گیا: اے نواسٹر رسول! کب تک!

فسر دیا: جب تک ہمارے قائم (آخری امام) ظاہر نہیں ہوں گے۔ جس نے ہمارے

قائم کے نکلنے سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں“ لے

ملاحظہ فرمائیں! جس دین میں جھوٹ کو یہ درجہ حاصل ہوا اس دین کے پیروکاروں پر

کیے اہتمام کیا جاسکتا ہے اور ان سے کیونکر اتحاد ہو سکتا ہے؟

اسی بنا پر شیعہ عالم امداد امام نے لکھا ہے:

”شیعوں کا مذہب اور اہل سنت کا مذہب دو ایسی نہریں ہیں جن کا بہاؤ ایک

دوسرے کے برعکس ہے یعنی اگر ایک کا بہاؤ شمال کی جانب ہے تو دوسری کا جنوب

کی طرف اور قیامت تک ایک دوسرے کی مخالف سمت میں ہی بہتی رہیں گی لے

علامہ خطیبؒ نے بھی اسی بنا پر فرمایا ہے:

”شیعہ مذہب اور اصول اسلام میں یک جہتی و اتحاد ناممکن ہے“ لے

ویسے بھی جھوٹ اور سچائی ایک ساتھ نہیں چل سکتے بالخصوص وہ جھوٹ جسے

بہت بڑی نیکی سمجھ کر بولا جاتا ہو۔

گزشتہ نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تقیہ محض جھوٹ، مکر و فریب

اور ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے مگر بعض شیعہ افراد یہ تاثر دیتے ہیں کہ اس سے

اے بجا لکشی ص ۳۵۶ تحت ترجمہ علی بن سید مطبوعہ کربلاء۔ عراق۔

۲۔ کشف الغمہ از اردبیلی ص ۳۴۱۔

۳۔ مصباح الظلم اردو ص ۱۴ مطبوعہ ہند

۴۔ ملاحظہ ہو کتاب کا ٹائٹل۔

اضطرابی حالت میں تحفظِ جان و مال کی غرض سے اپنے عقیدے کو چھپانا مراد ہے جب کہ شیعہ اماموں کے اقوال اس موقف کی تردید کرتے ہیں چنانچہ کلینی ”فروع کافی“ میں روایت بیان کرتا ہے کہ:

”ایک منافق آدمی مر گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام اس کے جنازے میں شامل ہونے کے لیے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں ان کی اپنے ایک غلام سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

کنے لگا: میں اس منافق کے جنازے سے دور بھاگ رہا ہوں
آپ نے فرمایا: میرا ساتھ چلو جو کچھ میں پڑھوں تم بھی دہراتے جانا۔
چنانچہ جب امام نے تکبیر کی تو آپ فرمانے لگے:

”اللهم العن فلانا الف لعنة اے اللہ اس شخص پر ہزار لعنتیں
نازل فرما۔ اے اللہ! تو اس شخص کو جہنم رسید فرما اور اسے بدترین عذاب میں مبتلا فرما
کیونکہ یہ تیرے دشمنوں کا دوست اور تیرے دوستوں کا دشمن تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت
سے بغض رکھتا تھا“ اے

اس قسم کا نفاق انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کرنے
میں کسی قسم کی حیا محسوس نہیں کی۔ اپنے پانچویں امام حضرت جعفر سے روایت کرتے
ہیں۔ انھوں نے کہا:

”و جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مرا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی
تو عمر نے رسول اللہ سے کہا: کیا اللہ نے آپ کو اس کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع نہیں کیا؟

تو رسول اللہ خاموش رہے۔ عمر نے دوبارہ اپنی بات کو دہرایا تو آپؐ

نے اسے فرمایا:

ہلاکت ہو تجھ پر۔ تجھے کیا حکم میں نے جنازے میں کیا پڑھا ہے؟

”میں نے دعا مانگی ہے: اے اللہ! اس کا پیٹ آگ سے بھر دے اور اسے جہنم

میں داخل کر“۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (معاذ اللہ) لوگوں کو دھوکہ دیا۔ لوگوں کو یہ

تاثر دیا کہ وہ اس منافق کے لیے استغفار کر رہے ہیں مگر درحقیقت اس کے لیے جہنم کی

دعا مانگتے رہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؐ تو اس منافق کے لیے بددعا کرتے رہے

ہوں اور اپنے صحابہ کو استغفار کرنے کی اجازت دے دی ہو؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ضرورت تھی کہ ظاہر و باطن میں تضاد پیدا کریں؟

اگر آپؐ نے اس منافق کے لیے بددعا ہی کرنا تھی تو کونسا ایسا سبب تھا جس نے آپؐ

کو اس کا جنازہ پڑھنے پر مجبور کیا؟ آپؐ کو کس چیز کا خوف تھا؟ دین اسلام تو اس

وقت مضبوط ہو چکا تھا اور خدا بن ابی نے بھی اسلام کی شان و شوکت اجاہ و جلال

اور قوت و ہیبت کے غم سے ظاہراً اسلام قبول کیا تھا۔

تو یہ ایک بہتان ہے جسے شیعہ قوم نے اپنے نجس و ناپاک عقیدے کو ثابت

کرنے کے لیے تراشا ہے۔ سرور کائنات کو اس قسم کے نفاق کی ضرورت نہیں تھی۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تفتہ محض نفاق و

کذب کا نام ہے، شیعہ راوی محمد بن مسلم کہتا ہے:

”میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں دیکھا کہ

ابو حنیفہ را امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مؤرخہ ہیں۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو اتفاق سے آج ابو حنیفہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہ بہتر طور پر اس کی تعبیر بتلا سکتے ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ ابو حنیفہ نے اس کی تعبیر بیان کی جس کی امام علیہ السلام نے بھی تائید کی اور فرمایا: **أصبت وألله یا أبا حنیفۃ!**

تھوڑی دیر بعد ابو حنیفہ وہاں سے چلے گئے تو میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا مجھے اس ناصبی کی تعبیر اچھی نہیں لگی۔ آپ نے فرمایا: ابو حنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہے وہ بالکل غلط ہے۔

میں نے عرض کیا: مگر آپ نے تو اس کی تائید کی تھی اور فرمایا تھا: **أصبت وألله یا أبا حنیفۃ!**

آپ نے فرمایا: مگر میں نے دل سے اس کی تائید نہیں کی بلکہ میرا مطلب تھا: **أصاب الخطاء** "لے

عربی زبان میں "أصاب" کا لغوی معنی ہے "پہنچنا" اور اہل لغت کے نزدیک اس سے مراد لیا جاتا ہے حقیقت کو پہنچنا۔ مگر شیعوں کے بقول ان کے پانچویں امام حضرت جعفر نے امام ابو حنیفہؒ کے سامنے تو ان کی تائید کی مگر ان کے جانے کے بعد فوراً مکر گئے اور لفظ کا مفہوم ہی تبدیل کر دیا۔

اب ظاہر ہے حضرت جعفر کو امام ابو حنیفہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے کہ امام ابو حنیفہ صاحب اقتدار نہیں تھے بلکہ آپ ارباب اقتدار کے نزدیک مبغض

اور ناپسندیدہ شخص تھے۔

پھر امام ابو حنیفہ نے خود تو تعبیر بتلانے کی پیشکش نہیں کی تھی اور نہ ہی یہ تقاضا کیا تھا کہ ان کی بیان کردہ تعبیر کو صحیح قرار دیا جائے اور اس پہ ان کی تعریف تو صیغ کی جائے بلکہ خود حضرت جعفر نے انہیں تعبیر بتلانے کی دعوت دی اور ان کی تائید کی مگر ان کے جانے کے بعد فوراً ہی ان کی تردید کر دی۔

یہ نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔

شیعہ راوی موسیٰ بن ایشم بیان کرتا ہے:

”و میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران ایک آدمی آیا اور آپ سے ایک آیت کا مفہوم پوچھا۔ امام صادق نے اسے آنت کا مفہوم بتا دیا۔ وہ آدمی چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اس نے بھی آپ سے اسی آنت کا مفہوم پوچھا مگر آپ نے اسے پہلے جواب کے برعکس جواب دیا۔ راوی کہتا ہے: میں بڑا حیران ہوا کہ آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ میرے دل میں کئی شکوک و شبہات جنم لینے لگے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اسی آنت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے اسے جو جواب دیا وہ پہلے دونوں جوابات سے مختلف تھا۔ چنانچہ میرے دل سے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور میں جان گیا کہ یہ سارا کچھ تفتیک کی وجہ سے ہو رہا ہے“ اے

نا معلوم یہ کیا تفتیہ ہے جو ان کے اماموں کو اس طرح کے تضادات پر مجبور کرتا ہے؟

اور ان تضادات سے ان کے امام کئی مصائب سے نجات چاہتے تھے؟
اس طرح کے تضادات و تناقضات کے بعد کیا کسی شخص کا اعتماد باقی رہ سکتا ہے؟
کے کیا معلوم کہ دینی مسائل میں جھوٹ بولنے والے شخص کا کونسا قول تقیہ پر مبنی ہے اور کونسا
سچ پر؟

یہ تو دین سے کھلم کھلا مذاق ہے جو کسی معصوم اور طبع الا تباع امام، کو تو درکنار کسی عام
آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا۔

اور پھر یہ کس قسم کا تقیہ ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے جیسا کہ کلینی
نے حضرت جعفر صادق سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں:

”میرے والد حضرت باقرؑ بنو امیہ کے دور میں فتویٰ دیتے تھے کہ بازار و چیل کا
شکار کیا ہوا جانور حلال ہے، ان کا یہ فتویٰ تقیہ پر مبنی تھا مگر میں تقیہ نہیں کرتا اور فتویٰ دیتا
ہوں کہ بازار و چیل کا شکار کیا ہوا جانور حرام ہے۔“

یہ عجیب تقیہ ہے جس کے تحت جب جی چاہے کسی پھیز پر حلال ہونے کا فتویٰ
لگا دیا جائے اور جب جی چاہے حرام ہونے کا؟

کیا اماموں کی امامت و عصمت کا یہی تقاضا ہے؟

اس کے برعکس ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کسی حلال شے کو حرام
قرار دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔

لے فردع کافی: باب صید البزاة والصقور وغير ذلك ج ۶ ص ۲۰۸ مطبوعہ ایران و ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ

لے سورة الاعراف آیت ۳۲ -

ایک اور روایت میں یہود و نصاریٰ کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

”اتخذوا احابارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ“ لہ

”یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے مذہبی راہنماؤں کو اللہ کو چھوڑ کر اپنے خدا بنالیا تھا۔“

”اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”مذہبی راہنماؤں کو خدا بنالینے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال قرار دیتے وہ اسے حلال سمجھتے اور جب حرام قرار دیتے تو اسے اپنے اوپر حرام کر لیتے“

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ نبی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك“

”اے نبی! آپ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں“

تو جب ایسا کرنے کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں تو حضرت باقر کو کیسے حاصل ہو گیا؟

مشہور شیعہ مصنف کشی عبد اللہ بن یعفور سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

”میں نے ایک دن امام جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر میں ایک انار کے دو حصے کر کے ایک کو حلال کہوں اور دوسرے کو حرام تو اللہ کی قسم مجھے میں نے حلال کیا ہے وہ حلال ہوگا اور مجھے حرام کیا ہے وہ حرام (تو حضرت جعفر نے بقول شیعہ —

۱۔ سورۃ التوبہ آیت ۳۱ —

۲۔ رد الترنذی و احمد والبیہقی فی مسندہ —

۳۔ سورۃ التحریم آیت ۱ —

اس کی توثیق و تائید کرتے ہوئے کہا (رحمک اللہ رحمک اللہ یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے، اللہ تجھ پر رحم کرے) اے
یعنی تحلیل و تحریم کا اختیار نہ صرف یہ کہ اماموں ہی کو حاصل ہے بلکہ وہ یہ اختیار کسی
اور کو بھی تفویض کر سکتے ہیں۔

اس عبد اللہ بن یعفور کے متعلق حضرت جعفر صادق سے منقول ہے کہ:
”ہمارے حقوق کو ادا کرنے والا عبد اللہ بن یعفور ہے سوا کوئی نہیں“

تحلیل و تحریم یعنی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا اماموں کا اختیار ہے شیعہ کے
نویں امام محمد بن علی بن موسیٰ اس کی وصاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

إِنَّ الْأُمَّةَ هُمْ يَحْلُونَ مَا يَشَاءُونَ وَيَحْرُمُونَ مَا يَشَاءُونَ اے

یعنی ائمہ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں۔

یہی حال یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا جس کی قرآن مجید میں مذمت بیان کی گئی ہے۔

حضرت جعفر صادق کا یہ کہنا کہ ”میرے والد بنو امیہ کے دور میں یہ فتویٰ دیتے تھے“

اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا یہ فتویٰ اموی حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے تھا جب

کہ شیعہ کی اپنی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ ارْضَى سُلْطَانًا بِسَخَطِ اللَّهِ خَرَجَ مِنْ دِينِ اللَّهِ“ ۳

یعنی جس نے اللہ کو ناراض کر کے کسی حکمران کو خوش کیا وہ دین اسلام سے خارج

ہو گیا“

اے بجال کشی ص ۲۱۵ -

۲۔ اصول کافی باب أن الأئمة يحلون ما يشاءون ويحرمون ما يشاءون -

۳۔ کافی۔ باب من اطاع المخلوق في معصية الخالق ج ۳ ص ۷۳ مطبوعہ ایران -

کیا شیعہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث نہیں ہے؟

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:
 ”ایمان یہ ہے کہ تم سچ کو اگرچہ اس میں بظاہر تمہارا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ جھوٹ پر ترجیح دو اگرچہ اس میں تمہیں کوئی فائدہ ہی کیوں نہ نظر آ رہا ہو“ لے
 گزشتہ نصوص سے واضح ہو جاتا ہے کہ تقیہ محض جھوٹ ہی کا دوسرا نام ہے۔

مزید مثالیں

شیعہ راوی سلمہ بن محرز کہتا ہے:

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک ارمانی شخص مر گیا ہے اور اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں اس کا ترکہ تقسیم کر دوں۔ اس کی صرف ایک بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: ارمانی کون؟

میں نے کہا: ایک پہاڑوں میں رہنے والا شخص۔

آپ نے فرمایا: بیٹی کو نصف دے دو۔

راوی کہتا ہے: میں نے یہ بات زرارہ کو بتلائی تو زرارہ نے کہا:

امام علیہ السلام نے تیرے سامنے تقیہ کیا ہے، اسارا مال بیٹی کا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں دوبارہ آپ کے پاس گیا اور کہا: اللہ آپ کی اصلاح

فرمائے ہمارے ساتھیوں کا خیال ہے کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا ہے؟

فرمایا: میں نے تفتیہ نہیں کیا لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں تیرا مواخذہ نہ ہو۔ کیا کسی اور کو بھی اس بات کا علم ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: باقی نصف بھی اس کو دے دو“ اے اب یا تو حضرت جعفر کا پہلا قول درست تھا یا دوسرا۔ اگر پہلا درست تھا تو باقی نصف لڑکی کو دینے کا حکم کیوں دیا؟

اگر دوسرا درست تھا تو پہلے ہی سارا مال لڑکی کو دینے کا حکم کیوں نہ دیا؟ حق کے اظہار میں کونسی چیز حائل تھی؟

کیا دینی امور میں کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف محض تفتیہ یعنی جھوٹ کی بنا پر کوئی فتوے دے؟

وراثت کے مسائل نصوص سے ثابت ہوتے ہیں ان کا ذاتی اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ نصوص کو تبدیل کر کے ان کے خلاف فتوے دینے والے شخص کا دین قطعاً قابل اعتماد نہیں۔

اس قسم کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔ شیعہ راوی عبداللہ بن محرز کہتا ہے: ”میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا: ایک آدمی مر گیا ہے۔ اس کی ایک ہی بیٹی ہے اور اس نے میرے حق میں وصیت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: آدھا مال بیٹی کو دے دو اور بقیہ دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔“

راوی کہتا ہے: میں واپس آیا تو میرے ساتھیوں نے کہا: رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملے گا۔ سارا مال بیٹی کا ہے۔ چنانچہ میں دوبارہ آپ کے پاس گیا اور پوچھا: کیا آپ نے تفتیہ کیا ہے؟

”آپ نے فرمایا: نہیں لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس کے رشتے دار تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ اگر تجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں تو باقی آدھا مال بھی بیٹی کو دے دو“ اے ان دونوں روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ قوم دفاع کی غرض سے نہیں بلکہ کسی بھی مصلحت کے پیش نظر جب چاہے جھوٹ بول سکتی ہے اور اسے تقیہ کا نام دے کر ”مستحیٰ اجر و ثواب“ بھی ہو سکتی ہے۔

ان دونوں روایات میں سائلمین اموی یا عباسی نہیں تھے بلکہ وہ خالص شیعہ اور ان کے ”مقصوم امام“ کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

”ایک دن حسین بن معاذ النخوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

میں جامع مسجد میں درس دیتا ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مخالف آدمی (یعنی اہل سنت میں سے) مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اس کے مطابق جواب دے دیتا ہوں (یعنی جسے میں حق سمجھتا ہوں) اس کے خلاف تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

”تو امام علیہ السلام نے جواب دیا: اصنع کذا فافی اصنع کذا، ہاں اس طرح کیا کرو۔ میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں“ ۲

یعنی شیعہ کے بقول ان کے امام لوگوں کو منافق بننے کی ترغیب دیتے تھے۔ اظہار حق کی بجائے سائل کی مرضی کے مطابق جواب دینا کذب و نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔ جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”واتقوا اللہ وكونوا مع الصادقين“

۱۔ ایضاً

۲۔ رجال کشی ص ۲۱۸

”اللہ سے ڈرو اور اہل حق کا ساتھ دو“

نیز: یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔

مگر شیعہ کے ہاں معاملہ برعکس ہے، وہ نہ صرف یہ کہ خود جھوٹ بولتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی جھوٹ بولنے کا حکم دیتے ہیں جیسا کہ گزشتہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک شیعہ روایت ہے:

”امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے ایک معتقد کو خط لکھا کہ کسی ایسے قول کے متعلق جو تمہیں ہماری طرف سے پہنچے یہ نہ کہو: یہ باطل ہے اگرچہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ خلافِ حق ہے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ہم نے وہ بات کیوں کہی تھی اور کس بنا پر کہی تھی“

یعنی کوئی باطل اور خلافِ شریعت بات اگر کسی امام سے مروی ہو تو اس کی تردید جائز نہیں اگرچہ اس میں صریحاً کتاب و سنت کی مخالفت پائی جاتی ہو۔ جب کہ اسلام میں معیار کتاب و سنت ہے نہ کہ قولِ امام۔

شیعہ روایت

شیعہ دین ایک متضاد و متناقض دین ہے اس دین میں ایک ایک مسئلے کے

کئی کئی حکم ہیں۔ ایک روایت میں ایک حکم بیان کیا جاتا ہے دوسری روایت میں اس حکم کی مخالفت کر دی جاتی ہے۔ یہی حال شیعہ راویوں کا ہے۔ ہر راوی کے بائے میں دو قول ہیں۔ ایک میں اس کی تضعیف ہے دوسرے میں توثیق۔

اس کی بہترین مثال مشہور شیعہ راوی زرارہ بن اعین ہے جو شیعہ کے تین اماموں حضرت باقر، حضرت جعفر اور موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے ہے۔ اس کے متعلق شیعہ قوم نے بڑا عجیب و غریب موقف اختیار کیا ہے۔ کبھی تو اسے جنتی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی جہنمی۔ کتاب کے ایک صفحہ میں اسے مخلص دوسرے صفحہ میں بدترین دشمن۔

مثلاً کسی اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے:

”امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اے زرارہ تیرا نام جنتیوں میں لکھا ہوا ہے“ مزید ”اللہ زرارہ پر رحم فرمائے۔ اگر زرارہ نہ ہوتا تو امام باقر علیہ السلام کی احادیث کا نام و نشان تک مٹ جاتا“ ۲

نیز ”امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”میرے والد کی احادیث کو زندہ رکھنے والے زرارہ، ابوبصیر، محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ العجلی ہیں۔ یہ دین کے محافظ ہیں، میرے والد کی حلال و حرام کی امانت ان کے پاس ہیں“ ۳

ایک طرف تو زرارہ کے یہ فضائل و مناقب ہیں اور دوسری طرف یہی زرارہ ہے جس کے متعلق امام جعفر کا ارشاد ہے کہ وہ مومن ہی نہیں تھا چنانچہ شیعہ راوی ابن ابی حمزہ لکھتا ہے:

۱۔ رجال کشی ص ۱۲۲ مطبوعہ کربلاء۔ عراق

۲۔ ایضاً ص ۱۲۳ - ۳۔ ایضاً ص ۱۲۴

”میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آئت ”الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم“ میں ظلم سے کیا مراد ہے؟
”آپ نے فرمایا: جو کچھ ابو حنیفہ، ابو زرہ اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں نے کیا ہے“ لے

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مشہور شیعہ مؤرخ کشی اس کے متعلق بیان کرتا ہے:

”امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: اللہ زرہ پر لعنت نازل فرمائے۔ آپ نے تین مرتبہ اس کو دہرایا۔“ لے
شیعہ راوی یث مرادی بیان کرتا ہے:

”میں نے امام صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ زرہ گمراہ ہو کر مرے گا“ لے
حضرت جعفر صادق سے ہی روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

”ان ذامن مسائل آل اعین، لیس من دینی ولادین آبائی“
”یہ مسئلہ آل اعین (یعنی زرہ بن اعین) کا گھڑا ہوا ہے اس کا میرے
اور میرے آباؤ اجداد کے دین سے کوئی تعلق نہیں“ لے
شیعہ روایات کے مطابق اسی ملعون، ظالم اور گمراہ زرہ کے متعلق ان کے ساتویں

۱۔ رجال کشی ص ۱۲۱۔

۲۔ ایضاً ص ۱۲۳ ترجمہ زرہ۔

۳۔ رجال کشی ص ۱۳۵۔

۴۔ ایضاً ص ۱۳۷۔

تمام موسیٰ کاظم کا قول بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ کہتے ہیں :

”زرارہ اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے تھا“ اے

نیز ”زرارہ نے میری امامت میں شک کیا تو اسے میں نے اللہ سے اپنے لیے طلب کر لیا“ ۲

مگر حضرت باقر اسے ایک مشکوک اور بددیانت شخص سمجھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ان سے قتال (گورنروں) کے دیے ہوئے عطیوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا :
”کوئی مضائقہ نہیں پھر زرارہ کے چلے جانے کے بعد فرمایا :
میں نے تو زرارہ سے ڈرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ کیس وہ ہشام بن عبد الملک اموی خلیفہ کو مخبری نہ کر دے ورنہ درحقیقت میں ان عطیوں کو حرام سمجھتا ہوں“ ۳
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت باقرؑ کو خائن بددیانت اور اموی خلفاء کا جاسوس سمجھتے تھے۔

خائن اور بددیانت ہی نہیں بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدترین کافر۔
”امام جعفر علیہ السلام نے کسی سے پوچھا : تمہاری زرارہ سے کب ملاقات ہوئی تھی؟
راوی کہتا ہے : میں نے کہا : کافی عرصہ ہو گیا ہے۔

آپ فرمانے لگے : اس کی پراہ مت کرو، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لیے نہ جاؤ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔
راوی کہتا ہے : میں نے کہا : زرارہ کی ؟ امام جعفر علیہ السلام کے قول پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام نے فرمایا :

ہاں ! زرارہ کی۔ کیونکہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدترین ہے“ ۴

یہ حالت ہے شیعہ مذہب کے ستون اور شیعہ قوم کے قطب کی جیسے ان کے تین اماموں کی ”صحابیت“ کا ”شرف“ حاصل ہے اور جس کی بیان کردہ روایات و احادیث پر شیعہ دین کا دار و مدار ہے۔

شیعہ کے ”مقصود“ امام جن پر ”وحی و الہام“ کا نزول ہوتا ہے، ”کبھی تو اسے ختی حدیث کو زندہ رکھنے والا دین کا محافظ اور اہل ائمہ کا امین، مہاجر الی اللہ اور عطیہ خداوندی قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے ملعون، اٹھن، بددیانت، جاسوس اور یہود و نصاریٰ سے بھی بدترین۔

اللہ نے سچ کہا ہے

”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ

يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ“ اے

یعنی ”اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرے یا کہے: مجھے وحی آتی ہے حالانکہ اسے کسی چیز کی وحی نہ ہوئی ہو۔“

نیز ”لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا“ اے

”اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف و تضاد

نظر آتا۔“

یعنی قرآن مجید اللہ کی طرف سے ہے اس لیے اس میں کسی قسم کا تضاد و تناقض نہیں اور اگر یہ (ادیان باطلہ کی طرح) معاذ اللہ غیر اللہ کا وضع کردہ ہوتا تو یہ تضاد کا مجموعہ ہوتا۔

اے سورۃ الانعام آیت ۹۴۔

اے سورۃ النساء آیت ۵۲۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”يَخَادَعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا

يَشْعُرُونَ“ ۱

”یہ منافق لوگ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں (حقیقت میں) وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔“

زرارہ کی طرح باقی راویوں کی نسبت بھی شیعہ قوم کا یہی موقف ہے مثلاً محمد بن مسلم، ابوالفیہر اور حمران بن اعین وغیرہ۔ کبھی انہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کبھی انہیں جہنمی قرار دیتے ہیں اس طرح ایک روایت میں انہیں مخلص قرار دیا جاتا ہے اور دوسری روایت میں دشمن ۲

۱ لے سورۃ البقرہ آیت ۹

۲ رجال کشی کا حاشیہ نگار لکھتا ہے: زرارہ کے متعلق اماموں کے یہ متضاد اقوال دراصل تقیہ اور دفاع کا تقاضا تھے۔ (حاشیہ رجال کشی ص ۱۲۳) یہ عجیب تقیہ ہے کہ منہ پر تو کسی کی تعریف کی جائے اور پس پشت اُسے کافر، ملعون اور بددیانت قرار دیا جائے زرارہ کوئی ہذا امیہ یا بنو عباس کا حکمران تو نہیں تھا کہ اس کے سامنے منافقت کرنا تحفظِ جان کا تقاضا ہو! وہ تو شیعہ دین کا ستون اور شیعہ احادیث کا ایک بہت بڑا راوی ہے۔ اگر وہ مشکوک تھا اور اس کے سامنے تقیہ کرنے کی ضرورت تھی تو اس کی روایات کو کیوں قابلِ اعتماد قرار دیا جاتا ہے؟

تقیہ کا عقیدہ کیوں اختیار کیا گیا؟

شیعہ قوم کے نزدیک تقیہ کو نالغی منافقت سے کام لینا اور جھوٹ بولنا نہ صرف یہ کہ جائز اور رخصت ہے بلکہ دین کا بنیادی رکن اور باعثِ ثواب ہے۔ مگر کچھ شیعہ اکابرین بدنامی سے بچنے کے لیے اُسے رخصت قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جھوٹ بولنا اور دل کی بات کو چھپانا فرض نہیں بلکہ جائز ہے۔ چنانچہ شیعہ مفسر طبرسی کہتا ہے:

”تقیہ ایک جائز امر ہے جو دفاع کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے“ اے

لطف اللہ صافی کہتا ہے:

”شیعہ کے نزدیک تقیہ کرنا جائز ہے، انھوں نے تقیہ پر اس وقت عمل کیا جب ظالم بادشاہوں معاویہ، یزید، ولید اور منصور وغیرہ کی حکمرانی تھی“ اے

ہندوستان کا ایک شیعہ عالم سید علی امام کہتا ہے:

امامیوں کے نزدیک تحفظ جان و مال کی خاطر تقیہ کرنا جائز امر ہے“ اے

مذکورہ شیعہ اصحاب نے تقیہ کے عقیدے کے بیان میں بھی تقیہ کیا ہے کیونکہ شیعہ دین میں تقیہ کرنا جائز نہیں بلکہ فرض ہے چنانچہ طوسی کہتا ہے:

اے تفسیر مجمع البیان از طبرسی۔ تفسیر ارشاد باری تعالیٰ ”تَتَّقُوا مِنْهُمْ تَقَاةً“

۲ مع الخطیب فی خطوطہ العریضۃ از صافی ص ۳۹۔

۳ مصباح الظلم ص ۱۷ مطبوعہ ہند۔

”جان بچانے کے لیے تقیہ کرنا فرض ہے“ اے

مشہور شیعہ محدث ابن بابویہ قتی کہتا ہے:

”تقیہ کرنا فرض ہے، اور اس کی فرضیت اس وقت تک قائم رہے گی جب

تک آخری امام ظاہر نہ ہو جائے، جس نے ان کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ شیعہ دین سے خارج ہو گیا۔“ اے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقیہ مومن کا سب سے افضل عمل ہے“ اے

کلیتی حضرت باقرؑ سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”تقیہ کسی بھی ضرورت و مصلحت کے تحت کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت مند خود

اس کا بہتر طور پر احساس کر سکتا ہے کہ کب اُسے تقیہ کرنا چاہیے“ اے

ابن بابویہ قتی لکھتا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں: جب میں معراج کی رات آسمان پر گیا تو

میں نے عرش کے پاس چار مختلف روشنیاں دیکھیں۔ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ عبدالمطلب،

ابوطالب، عبد اللہ بن عبدالمطلب اور جعفر بن ابی طالب کی ارواح ہیں جو نور کی شکل

میں عرش کے سامنے میں معلق ہیں۔

میں نے کہا انہیں یہ مقام و مرتبہ کیسے ملا؟

اے البیان از طوسی تفسیر ائمت ”لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء“

اے الاعتقادات از صدوق شیعہ ابن بابویہ۔ فضل التقیہ۔

اے تفسیر عسکری ص ۱۶۳۔

اے اصول کافی۔ باب التقیہ۔

کہا گیا: کیونکہ انھوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور کفر کو ظاہر کیا۔“ اے ثابت ہو کہ حق کو چھپانا اور باطل کا اظہار کرنا رخصت نہیں بلکہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ شیعہ دین میں تقیہ فقط تحفظ جان و مال کے لیے کیا جاتا ہے اور یہ فرض نہیں بلکہ رخصت ہے۔ بالکل غلط اور شیعہ افراد کی طرف سے شیعہ دین کے خلاف بغاوت اور ”مقصوم اماموں“ کی صریح مخالفت ہے۔ ایسا کہنے والے کمال عیاری کے ساتھ ”تقیہ“ میں بھی تقیہ کرتے ہیں۔ شیعہ قوم نے جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے کو جو ان فراہم کرنے اور اسے مذہبی تحفظ دینے کے لیے تقیہ کا سہارا لیا۔ اسی طرح شیعہ قوم نے تقیہ کے نام پر جھوٹ کو تقدس کا بادیہ اس لیے بھی اڑھایا کہ وہ اپنے اماموں کے تضادات کو جو ان فراہم کر سکیں اس لیے کہ جب شیعہ قوم پر اعتراض کیا جاتا کہ ”اے امام“ ”مقصوم عن الخطا“ ہونے کے باوجود ایک بات پر قائم کیوں رہتے تھے تو شیعہ نے اس کا جواب یہ تراشا کہ وہ ایسا تقیہ کی وجہ سے کرتے تھے۔

چند مثالیں

چنانچہ تیسری صدی ہجری کا مشہور شیعہ مورخ نو بختی کہتا ہے:

”عمر بن رباح نے امام باقر علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اسے اس کا جواب دے دیا۔ اگلے سال وہ پھر آیا اور وہی مسئلہ دوبارہ پوچھا۔ آپ نے

اس کا پہلے سے مختلف جواب دیا۔

عمر بن رباح نے کہا: آپ کا یہ جواب پہلے جواب سے مختلف ہے تو امام باقرؑ نے فرمایا: بعض اوقات ہمیں ایسا قیقہ کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے۔ اس پر ابن رباح کو آپ کے امام ہونے پر شک گزرا اور دل میں خیال آیا کہ آپ امام نہیں ہیں۔

ابن رباح نے اس کا ذکر محمد بن قیس سے کیا اور کہا: امام باقرؑ کو میرے سامنے قیقہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابن قیس نے کہا: شاید تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کے سامنے قیقہ کرنا ضروری تھا؟

ابن رباح نے کہا: نہیں بلکہ میں دونوں دفعہ اکیلا تھا اس لیے قیقہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

بلکہ اصل وجہ مخبوط الحواسی ہے۔ انھیں یہ یاد نہیں رہا کہ پچھلے سال کیا کہا تھا۔ چنانچہ عمر بن رباح نے امام باقر علیہ السلام کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اس نے کہا کہ ایسا شخص جو باطل پر مبنی فتوے دے امامت کا مستحق نہیں اور نہ ہی ایسا شخص امامت کا مستحق ہے جو قیقہ کو بنیاد بنا کر بزدلی کا مظاہرہ کرے اور اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے۔ امام پر تو ظلم کے خلاف خروج کرنا اور اعلان بغاوت کرنا فرض ہے۔ اس روایت سے شیعہ کے بقول حضرت باقرؑ کا تضاد و تناقض ثابت ہوتا ہے۔ اسی قسم کے تضادات کو جو از فراہم کرنے کے لیے قیقہ جیسا مسئلہ تراشا گیا۔

اس قسم کی روایت کلینی نے بھی زرارہ بن اعین سے ذکر کی ہے، وہ کہتا ہے: میں نے امام باقر علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے مجھے اس کا جواب دیا پھر ایک اور آدمی آیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اسے میرے

جواب سے مختلف جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اسے ہمارے دونوں کے جوابات سے مختلف جواب دیا۔ جب دونوں آدمی باہر چلے گئے تو میں نے آپ سے اس تضاد کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا :
 ”یا زرارۃ! ان هذا خیر لنا ولکم“ اے زرارہ! یہ (تضاد بیانی) ہمارے اور تمہارے حق میں بہتر ہے“ اے
 کشی لکھتا ہے :

”ایک دفعہ امام جعفر علیہ السلام نے محمد بن عمر سے پوچھا: زرارہ کا کیا حال ہے؟
 محمد بن عمر نے کہا: زرارہ ہمیشہ عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت پڑھتا ہے۔ آپ
 نے فرمایا: جاؤ اُسے میری طرف سے کہو کہ وہ عصر کی نماز اپنے وقت پہ پڑھا کرے۔
 محمد بن عمر نے زرارہ کو امام علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تو زرارہ نے کہا: میں جانتا ہوں کہ
 تم جھوٹ نہیں بول رہے مگر امام علیہ السلام نے مجھے کوئی اور حکم دیا ہے۔ میں نہیں
 چاہتا کہ اس پرنسپل ترک کر دوں“ ۱

اس روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ زرارہ کو غروب آفتاب کے وقت نماز عصر
 پڑھنے کا حکم بھی حضرت جعفر نے دیا تھا اور اسے روکنے کا حکم بھی انہوں نے ہی دیا تھا۔
 شاید اسی قسم کے تضاد کو دیکھ کر یہی شیعہ روایات کے مطابق زرارہ نے حضرت
 جعفر صادق کے متعلق کہا تھا: ”لیس له بصیر بکلام الرجال“ انھیں لوگوں کی گفتگو
 کے متعلق کوئی سمجھ نہیں“ ۲

۱۔ اصول کافی ص ۳۷ مطبوعہ ہند۔

۲۔ رجال کشی ص ۱۲۸۔

۳۔ ایضاً ص ۱۲۳۔

اسی طرح شیعہ کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کے متعلق کئی شیعہ روای شعیب بن یعقوب سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

”میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک آدمی کسی ایسی عورت سے شادی کر جو پہلے سے شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند ابھی زندہ ہو اور اسے طلاق بھی نہ دی گئی ہو؟ آپ نے فرمایا: عورت کو رجم کیا جائے گا اور خاوند کو اگر علم نہیں تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس کا ذکر ابو بصیر مرادی سے کیا تو انہوں نے کہا: مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا تھا کہ اس صورت میں عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ اور مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے: ابو بصیر مرادی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: میرا خیال ہے ہمارے ساتھی (موسیٰ کاظم) کا علم ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے

اور یہی وہ ابو بصیر ہے جس کے متعلق حضرت جعفر سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ”ابو بصیر آدمی.... کو جنت کی بشارت دے دو یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس طلاق حرام کی امانتیں ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار کب کے مٹ چکے ہوتے“ ۱۷ شیعہ قوم یہ تضاد و تناقض حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف بھی منسوب کرتی ہے چنانچہ نوحہ لکھتا ہے:

”جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو شیعہ کے ایک گروہ نے کہا: حضرت حسن اور حضرت حسینؑ کے موقف میں تضاد تھا کیونکہ حضرت حسنؑ کے پاس حضرت حسینؑ سے زیادہ قوت تھی اور آپ کے ساتھی بھی حسینؑ سے زیادہ تھے۔ مگر

آپؐ نے اس کے باوجود معاویہ سے صلح کر لی اور اس کے خلاف خروج نہیں کیا جب کہ حسینؑ کے ساتھی بھی کم تھے اور آپؐ کے پاس ظاہری ایسا بھی حسنؑ سے کم تھے۔ لیکن آپؐ نے اس کے باوجود دینار سے جنگ کی اور خود بھی قتل ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا حالانکہ آپؐ کے پاس جنگ نہ کرنے کا حضرت حسنؑ سے زیادہ جواز موجود تھا۔ اگر حسنؑ کے موقف کو درست مان لیا جائے تو حسینؑ کے موقف کو غلط ماننا پڑے گا اور اگر حسینؑ کے موقف کو درست مان لیا جائے تو حسنؑ کے موقف کو باطل قرار دینا پڑے گا۔

چنانچہ شیعہ کے اس گروہ نے دونوں کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اور عوامؑ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ۲

ایک ہندی شیعہ عالم اپنی کتاب ”اساس الاصول“ میں نقل کرتا ہے:

”اماموں سے جو احادیث مروی ہیں ان میں بہت زیادہ اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے، کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس کے متضاد دوسری حدیث نہ پائی جاتی ہو۔ اسی وجہ سے بعض ناقص العقیدہ لوگ شیعہ مذہب سے دستبردار ہو گئے“ ۳

عقیدہ تقیہ کو اختیار کرنے کا ایک اور سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ شیعہ قوم کے امام اپنے پیروکاروں کو جھوٹی تسلیاں دیتے رہے۔ شیعہ روایات کے مطابق ہر امام

۱۔ شیعہ قوم اپنے آپ کو خواص اور اہل سنت کو عوام سے تعبیر کرتی ہے جیسا کہ یہودی اپنے آپ کو ”ابناء اللہ و اُجباؤہ“ اور دوسروں کو اللہ کے عام بندوں سے تعبیر کرتے ہیں شیعہ قوم دیگر امور کی طرح اس اصطلاح میں بھی یہودی قوم کے شانہ بشانہ ہے۔

۲۔ فرقہ شیعہ از نو بجنتی ص ۶۴ مطبوعہ نجف۔

۳۔ اساس الاصول ص ۱۵ مطبوعہ ہند۔

یہی کہتا کہ عنقریب ہماری حکومت قائم ہونے والی ہے اور مخالفین کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے پیروکار اقتدار اور دنیوی طمع میں مبتلا ہو کر ان سے وابستہ رہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ان کے ائمہ ایسا تقیہ کی بنا پر کہتے تھے ورنہ انہیں بخوبی معلوم تھا کہ شیعہ کے اقتدار کا زمانہ ابھی بہت دور ہے۔

کلینی ایک شیعہ راوی علی بن یقین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

”مجھے امام علی رضا۔ شیعہ قوم کے آٹھویں امام۔ نے فرمایا: شیعہ کو دو سو سال سے جھوٹی تسلیاں دی جا رہی ہیں۔

راوی کہتا ہے: اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ ”قائم علیہ السلام“ یعنی شیعہ کی خوشحالی کا زمانہ دو تین صدیوں کے بعد شروع ہو گا تو لوگ مایوس ہو جاتے اور اسلام (راوی کے مطابق شیعہ دین) کو چھوڑ دیتے۔ اسی باعث ائمہ یہی فرماتے رہے کہ شیعہ کی خوشحالی اور ان کے اقتدار کا دور عنقریب شروع ہونے والا ہے تاکہ لوگ مطمئن رہیں۔ اس عقیدے کو اختیار کرنے کا سبب قدیم شیعہ مؤرخ نو بختی کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے۔ نو بختی لکھتا ہے:

”سیمان بن جریر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شیعہ کے اماموں نے دو عقیدے یعنی ”بداء“ اور ”تقیہ“ اس لیے وضع کیے ہیں کہ وہ اپنے تضادات پر پردہ ڈال سکیں اور جھوٹ کو حجاز فراہم کر سکیں۔ عقیدہ بداء تو اس لیے اختیار کیا گیا کہ چونکہ شیعہ کے اماموں کا یہ دعویٰ تھا کہ انہیں غیب کا علم حاصل ہے، وہ ماضی حال اور مستقبل کے حالات سے آگاہ ہیں چنانچہ وہ اپنے پیروکاروں کو مستقبل کے واقعات کی خبر دیتے۔ اگر اتفاق سے وہ واقعہ رونما ہو جاتا تو کہتے: ہم نے پہلے ہی اس واقعہ

کی خبر دے دی تھی۔ بصورت دیگر کہتے کہ اس میں ہمارا قصور نہیں اللہ کو ”بداء“ ہوا ہے

اور تفتہ کا عقیدہ اس لیے وضع کیا گیا کہ ائمہ سے مختلف مسائل دریافت کیے جاتے تو وہ حلال یا حرام کا فتویٰ دے دیتے مگر کچھ عرصہ بعد ایک ہی مسئلہ کے متعلق جب دوبارہ دریافت کیا جاتا تو بعض اوقات پہلا جواب یاد نہ ہونے کے باعث ان کا جواب پہلے سے مختلف ہو جاتا، اور یوں اماموں کی تضاد بیانی واضح ہوتی چلی گئی۔ اس تضاد بیانی اور اختلاف کا جواب تفتہ کی صورت میں تراشا گیا۔ اور ظاہر ہے اس سے حق و باطل کی تمیز ختم ہو گئی کیونکہ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ پہلا قول صحیح ہے یا دوسرا۔ اسی وجہ سے امام باقر کے پیروکاروں کی ایک جماعت ان کے بعد امام جعفر کی امامت سے دستبردار ہو گئی۔

اس عقیدے کو وضع کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی کہ شیعہ کے اماموں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و فضیلت منقول ہے۔ ان سے بہت سے ایسے اقوال مروی ہیں جن میں خلفائے راشدین کی خلافت و امامت کا اعتراف ان کے ہاتھوں پہ حضرت علی کی بیعت کا ذکر اور دیگر ایسے امور کا بیان ہے جو عظمت صحابہ پر دلالت کرتے ہیں۔ جب کہ خلفائے راشدین کی خلافت اور عظمت صحابہ کے اعتراف سے شیعہ دین کی بنیاد ہی قائم نہیں رہتی۔ اس تضاد کو دیکھ کر شیعہ قوم کھسیانی ہو کر جواب دیتی ہے کہ ائمہ صحابہ کی تعریف دل سے نہیں بلکہ تفتہ کی بنا پر کرتے رہے ہیں ورنہ صحابہ کی نسبت ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعہ دین کا تقاضا ہے۔

مدح صحابہؓ

پہنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں جیسی ہستیاں چشمِ فلک نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ ان کے دن اللہ کے دشمنوں سے جہاد اور راتیں اللہ کے حضور قیام میں گزرتی تھیں۔ روزِ حشر کی ہولناکیوں کے خوف سے ان کے جسم لرزاں رہتے۔ ان کی مبارک پیشانیوں کا نشانِ کثرتِ سجد کی غازی کرتا تھا، جب اللہ کی نعمت و نعمت کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور ان کے گریبان بھیگ جاتے، قہر خداوندی کے تصور سے ان کے سبوں پر کپکپی طاری ہو جاتی اور ثواب و رحمت کی امید سے وہ سر سبز و شاداب شجر کی مانند لہرا اٹھتے تھے“

اسی طرح آپؐ شیخین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارہ میں فرماتے ہیں :

”صحابہ کرام کے سرخیل اور سب سے افضل مسلمان ابو بکر صدیقؓ اور پھر ان کے جانشین عمر فاروقؓ تھے۔ ربِّ کعبہ کی قسم! اسلام ان دونوں شخصیات کی عظمتوں کا معتبر ہے انھوں نے اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی مشکل کو خنجرہ پیشانی سے قبول کیا اللہ

ان پر حرم فرمائے اور انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے“ ۱۔
 کلینی شیعہ راوی ابو بصیر سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

”میں ایک دن امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑی فصیح و بلیغ گفتگو کی اس نے دوران گفتگو امام علیہ السلام سے ابو بکر و عمر کے متعلق بھی پوچھا۔ آپ نے فرمایا: تو لیہما ان دونوں سے بغض و عداوت کی بجائے محبت کرو۔ وہ عورت کہنے لگی: میں قیامت کے دن اپنے رب سے کھمبولت کہ آپ نے مجھے ان کا احترام کرنے کا حکم دیا تھا؟

آپ نے فرمایا: ہاں“ ۲۔

مشہور شیعہ علی بن عیسیٰ اربلی اپنی کتاب ”کشف الغمہ“ میں لکھتا ہے:
 ”امام باقر علیہ السلام سے تلوار کے دستے کو مزین و آراستہ کرنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جائز ہے۔ ابو بکر صدیق نے بھی اپنی تلوار کے دستے کو چاندی سے آراستہ کیا تھا۔

سائل نے کہا: آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں؟

”فرمایا: ہاں وہ صدیق تھے، ہاں وہ صدیق تھے، ابو آپ کو صدیق نہیں کہتا اللہ نہ دنیا میں اس کی کوئی بات سچی کہے اور نہ آخرت میں“ ۳۔
 قرآن مجید کے مطابق نبی کے بعد صدیق کا رتبہ ہے،
 چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصّٰدِقِيْنَ

۱۔ شرح منہج البلاغہ از میثم البزجانی ج ۱ ص ۴۱ مطبوعہ ایران۔

۲۔ کتاب الروضۃ من الکافی للکلینی ص ۲۹ مطبوعہ ہند۔

۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمة از اربلی ج ۲ ص ۱۴۷۔

والشہداء والصالحین وحسن أولئک رفیقاً“ لہ

اس آیت میں انبیاء کرام کے بعد صدیقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد شہداء اور صالحین کا۔

خلفائے اشدین کی خلافت کا اعتراف

شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیعہ کے دیگر اماموں کی طرف سے خلافت صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا اعتراف مذکور ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

”انہوں نے کبھی کو سیدھا کیا (یعنی جتنے فتنوں نے بھی سراٹھایا ان کا استیصال کیا) اور بڑی کامیاب سیاست کی، سنت کو زندہ رکھا اور دین کے خلاف سازشوں کی سرکوبی کی، وہ دنیا سے پاک صاف ہو کر گئے، انہوں نے خیر کو حاصل کیا اور شر سے محفوظ رہے اور اللہ کی اطاعت اور تقویٰ کا حق ادا کیا“ ۳

اسی طرح جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دُئیوں کے ساتھ جہاد میں اپنی شرکت کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”آپ خود دشرف نہ لے جائیں بلکہ کسی تجربہ کار شخص کی سپہ سالاری میں لشکر روانہ کر

۱۔ سورۃ النساء آیت ۶۹ -

۲۔ عربی عبارت میں اللہ بلاؤف لان کے الفاظ آتے ہیں شیعہ شارحین کا اختلاف ہے کہ فلان سے مراد ابوبکرؓ یا عمرؓ بہر حال اس بات پہ اتفاق ہے کہ دونوں میں سے ایک مراد ہے۔

۳۔ نہج البلاغہ ص ۳۵۰ -

کر دیں، اگر اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمادیا تو یہی آپ کی خواہش ہے اور اگر خدا نخواستہ شکست ہو گئی تو آپ کا وجود مسلمانوں کے لیے حوصلے کا باعث ہو گا۔ آپ کی عدم موجودگی میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو مسلمانوں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہو۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت نہج البلاغہ کی اس نص میں ہے، حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

”مسلمانوں کی فتح و شکست قلت و کثرت میں نہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دین اسلام کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ آپ خود تشریف نہ لے جائیں کیونکہ آپ کی حیثیت ہمارے اس دھاگے کی سی ہے جس میں موتیوں کو پرویا جاتا ہے۔ اگر دھاگہ ٹوٹ جائے تو موتی بکھر جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد اگرچہ کم ہے مگر انھیں ایمان کی قوت ہی کافی ہے۔ آپ چلی کا قطب ہیں جس کے گرد چپکی گھومتی ہے، آپ قائم رہیں گے تو چپکی گھومتی رہے گی۔ اگر آپ بنفس نفیس میدان جنگ میں شرکت کے لیے چلے گئے تو دشمن یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی بنیاد اور مرکز ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے تو مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جاسکتی ہے اور وہ یہ سوچ کر آپ پر پوری شدت سے حملہ آور ہوں گے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ آپ کا مدینہ میں رہنا میدان جنگ میں جانے سے بہتر ہے“ اسی طرح آپؐ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

”لوگوں نے میرے اور آپ کے درمیان اختلاف و نفرت پیدا کر کے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے آپ کے خلاف مختلف شکایات کہیں ہیں مگر میں

آپ سے کیا کہہ سکتا ہوں جو ہم جانتے ہیں وہ آپ بھی جانتے ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی امتیازی چیز نہیں ہے جس سے آپ کو باخبر کرنے کی ضرورت ہو، جو کچھ ہم نے سنا وہ آپ نے بھی سنا، جو ہم نے دیکھا وہ آپ نے بھی دیکھا جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اسی طرح آپ بھی۔ ایک لحاظ سے آپ کو ابو بکر و عمرؓ سے بھی زیادہ افضلیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب کہ ان دونوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا۔^۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

”انہ بايعنى القوم الذين بايعوا ابا بكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه.... الخ۔ یعنی میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابو بکر و عمرؓ کی بیعت کی تھی.... شوری کا حق مہاجرین و انصار کو حاصل ہے، اگر وہ کسی شخص کو اپنا امام و سربراہ بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے اور اگر کوئی مہاجرین و انصار

کے بنائے ہوئے اس امام کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا اسے مجبور کیا جائے گا اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر علیحدگی کا راستہ اختیار کرنا اور انتشار پھیلانا چاہتا ہے۔^۲ یہ نص اس قدر واضح ہے کہ اگر اس پہ ذرا سا بھی غور کر لیا جائے تو خلافت

۱۔ منہج البلاغہ ص ۲۳۴۔

۲۔ منہج البلاغہ ص ۳۶۶۔

کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، اس نص میں حضرت علیؑ نے وضاحت کی ہے کہ خلافت و امامت کا انتقال نص و تعیین (NOMINATION) کے ذریعہ نہیں بلکہ انتخاب سے ہوتا ہے اور یہ اختیار مہاجرین و انصار کو حاصل ہے، وہ جسے مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کر لیں اس کی بیعت ضروری ہے۔ جب کہ شیعہ دین میں کسی کو خلیفہ و امام بنانے کا اختیار بندوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے چنانچہ شیعہ کے نزدیک خلافت و امامت حضرت علیؑ کا حق اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نص کے ذریعہ آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا مگر حضرت علیؑ کا یہ ارشاد شیعہ موقف کی واضح تفسیر کر رہا ہے۔

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قتی لکھتا ہے :

”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ (آپ کی زوجہ مطہرہ) سے کہا: میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تیرے والد (یعنی عمرؓ) حفصہ نے کہا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: اللہ ان خبری۔ مجھے اللہ نے بتلایا ہے“ اے اسی طرح نبیؐ ابلاغ کی ایک اور واضح عبارت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ خلافت و امامت کو مخصوص نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب آپ کو خلیفہ بننے کی پیشکش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

”ودعونی و التمسوا غیری... الخ۔ مجھے خلیفہ و امام بنانے اور میری بیعت کرنے کی بجائے کسی اور کو تلاش کرو... جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں اس کی اطاعت تم سے بھی زیادہ کروں گا۔ وَاَنَا لَكُمْ وَزِيرٌ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْی امیرا۔ یعنی تمہارے لیے خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے۔“

۱۔ تفسیر قتی ج ۲ ص ۳۷۶ سورۃ التحریم مطبوعہ مطبعة نجف ۱۳۸۷ھ۔

۲۔ نہج البلاغہ ص ۱۳۶۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی خلافت منصوص من اللہ نہیں جیسا کہ شیعہ قوم کا عقیدہ ہے ورنہ آپ رد نہ کرتے کیونکہ شیعہ دین میں خلافت نبوت کی طرح ہے تو جس طرح نبوت رد نہیں ہو سکتی خلافت و امامت بھی رد نہیں ہو سکتی۔
اس نص سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اس وقت تک خلیفہ نہیں تھے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے :

”جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں اس کی اطاعت کروں گا“ اگر خلافت آپ کا شرعی حق ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے ”جس کو تم خلیفہ بناؤ گے“ بلکہ فرماتے : اللہ نے مجھے مسلمانوں کا خلیفہ و امام بنایا ہے تم پر میری اطاعت فرض ہے۔

نیز ”خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے“ یہ الفاظ بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپؐ شہادت عثمان کے وقت تک خلیفہ نہ تھے اور اپنی خلافت کو اہل حل و عقد کی بیعت پر موقوف سمجھتے تھے۔

ثابت ہو کہ انعقاد خلافت کا انحصار اہل حل و عقد پر ہے اور یہ کہ نہ حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل ہیں اور نہ خلافت منصوص من اللہ ہے۔

حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عمر فاروقؓ سے نکاح

اسی بنا پر حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا۔ ان کی بیعت کی اور ان کے وفادار بن کر رہے، حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت ام کلثومؓ رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر فاروقؓ سے شادی حضرت علیؓ کے خلفائے ثلاثہؓ سے تعلقات، ان کی خلافت کو بحق تسلیم کرنے اور ان سے کمال محبت و پیار کی واضح دلیل ہے، اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ کی خلافت بحق نہیں تھی تو حضرت علیؓ کسی صورت میں بھی اپنی دختر کا

نکاح حضرت عمرؓ سے نہ کرتے۔

شیعہ محدثین و مفسرین نے اپنی کتب میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عمرؓ سے نکاح ہوا چنانچہ کلینی شیعہ راوی معاویہ بن عمار سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

”میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے۔ اپنے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے! آپ نے فرمایا: جہاں اس کا جی چاہے۔ علی علیہ السلام عمرؓ کی وفات کے فوراً بعد حضرت ام کلثومؓ کو اپنے گھر لے آئے تھے“ ۱۔

یہی روایت ابو جعفر طوسی نے اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں بیان کی ہے۔ طوسی ہی نے حضرت باقرؓ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے کہا:

”حضرت ام کلثومؓ اور ان کے بیٹے زید بن عمر بن خطابؓ کا انتقال ایک ساتھ ہوا یہ بھی نہ پتہ چل سکا کہ ان دونوں میں سے کس کی روح پہلے قبض ہوئی۔ ان دونوں کی نماز جنازہ بھی اکٹھی ادا کی گئی“ ۲۔

اس روایت میں محل شہاد پہلی سطر ہے۔

کلینی کی کتاب ”الکافی“ میں ایک باب کا عنوان ہے ”باب فی ترویج ام کلثوم“ یعنی ام کلثومؓ کے نکاح کے بارہ میں باب ۱۰ اس باب کے تحت اس نے متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ ہر قسم کے جفا کا باوجود امار کر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”امام صادق علیہ السلام سے ام کلثومؓ کے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو

۱۔ فروغ کافی۔ باب المتوفی عنہما زوجہا المدخول بہا این نقد ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ ہند۔

۲۔ تہذیب الاحکام از طوسی۔ کتاب المیراث ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ ایران۔

آپ نے فرمایا:

”ان ذلک فرج غصبناہ“ یہ شرم گاہ ہم سے زبردستی چھین لی گئی تھی۔ اس روایت کو وضع کر کے اس شخص نے جس یہودی اور ناپاک ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اس پر اس بد قماش شخص پر جس قدر لعنت بھیجی جائے کم ہے۔ اسے شرم نہ آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی شجاع بہادر رائد رفاخت خیر زحید رکرار اور غیور شخصیت کے متعلق یہ ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہ عمر نے ان سے جبراً ان کی بیٹی کو چھین لیا تھا۔

کیا کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کر سکتا ہے؟
حاشا وکلا!

بلاشبہ یہ تمام باتیں اس یہودی الفکر قوم کی من گھڑت ہیں جو حیدر و فاروق کے تعلقات کی اصلیت پر پردہ ڈالنے اور اپنے یہودی عقائد کو رواج دینے کے لیے وضع کی گئی ہیں (مترجم)

نکاح ام کلثوم کی حقیقت کا اعتراف ابن شہر آشوب مالند رانی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”حضرت فاطمہ علیہا السلام سے حسن، حسین، محسن، زینت البکری اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ ام کلثوم سے عمر نے شادی کی“ ۱

شیعہ کا (شیدائی) زین الدین عالمی لکھتا ہے:

”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی بیٹی کی شادی عثمان سے کی، اسی طرح علی نے اپنی

۱۔ فرج کافی ج ۲ ص ۱۴۱ مطبوعہ ہند۔

۲۔ مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۱۶۲ مطبوعہ بیٹی، ہند۔

بیٹی ام کلثوم کی شادی عمر سے کی اور یہ دونوں ہاشمی نہیں ہیں“ اے
ان تمام نصوص سے حضرت ام کلثوم کی حضرت عمر سے شادی کا ثبوت ملتا ہے
یہ ایک روشن حقیقت ہے جس سے فرار کا کوئی جواز نہیں۔

حضرت علیؑ کی طرف سے شیعہ کی مذمت

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا سارا خاندان جن میں شیعہ کے ”مقصوم“ ائمہ بھی
شامل ہیں ”شیعان علی“ کے نام سے ظاہر ہونے والے گمراہ سے شدید نفرت کرتا رہا
اگرچہ وہ لوگ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی غرض سے اپنے آپ کو اہل بیت علی
کی طرف منسوب کرتے اور ان کی محبت و اتباع کا دعویٰ کرتے تھے مگر حضرت
علیؑ اور دیگر ائمہ صریحاً ان سے برأت اور نفرت کا اظہار کرتے رہے۔
پچانچہ حضرت علیؑ اپنے شیعہ کی مذمت بیان کرتے ہوئے ان سے یوں مخاطب ہوتے
رہے:

”تم حق کو ترک کر چکے ہو، اپنے امام کے نافرمان ہو، تم خائن و بددیانت و فسائی
ہو۔ اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس ایک پیالہ بھی امانتاً رکھ دیا جائے مجھے خطرہ ہے
اور کچھ نہیں تو تم اس کا دستہ ہی تیار لو۔ اے اللہ! میں ان سے بیزار ہو چکا ہوں
یہ مجھ سے اکتا چکے ہیں۔ اے اللہ! مجھے ان سے بہتر ساتھی نصیب فرما اور
ان پر مجھ سے بدتر امام مسلط فرما۔ اے اللہ! انہیں نیست و نابود فرما جس طرح کہ

نیک پانی اندر حل ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے“ ۱

اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا

”اے نامردو کہ تم آثار مردانگی کھو چکے ہو، کم عقلو کہ تمہاری عقل بچوں اور عورتوں سے بھی کم ہے! کاش تم مجھے نظر نہ آتے، میری تم سے پہچان نہ ہوتی کیونکہ اس سے مجھے سوائے اذیت و پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوا، اللہ تمہیں غارت کرے تم نے میرے دل کو زخمی کیا، میرے دل میں اپنے خلاف نفرت کے جذبات بے گئے، تم نے میری اس قدر نافرمانی کی کہ میری تمام تدابیر رائیگاں ہو گئیں حتیٰ کہ قریش کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ ابو طالب کا بیٹا بہادر اور شجاع تو ہے مگر اسے جنگ کرنے کا سلیقہ نہیں“ ۲

نیز: ”اے لوگو! تمہارے جسم تو متحد ہیں مگر منزل ایک نہیں، تم کفار کے توغاری ہو مگر کردار کے بزدل۔ آپس میں بیٹھ کر ٹکڑیں مانتے ہو مگر میدان جنگ میں پیٹھ دکھاتے ہو، تمہیں کوئی ندادے تم بھرے بن جاتے ہو، جو تمہارے لیے اذیت برداشت کرے تم اسے آرام دینے کی بجائے اس کی اذیت میں اضافہ کرتے ہو، تمہاری نیتیں خراب تمہا بھانے بسیار، تم اپنا فرض ادا کرنے کی بجائے مجھ سے مہلت طلب کرتے رہتے ہو۔ تم منزل کا حصول چاہتے ہو تو تمہیں جدوجہد کرنا ہوگی تم میرے علاوہ کس امام کے انتظار میں ہو؟ میرے بعد تم کس کی سربراہی میں لڑنا چاہتے ہو؟ جو تم پر اعتماد کرے خدا کی قسم وہ دھوکے میں ہے، جو تمہارے اوپر اعتماد کرے تیر چلائے وہ اپنی ہلاکت کو دعوت دینے والا ہے۔ خدا کی قسم! مجھے تمہاری باتوں پر اعتماد نہیں“ ۳

۱۔ نہج البلاغہ ص ۷۲ مطبوعہ بیروت ۲۔ ایضاً ص ۷۰

۳۔ ایضاً ص ۷۲ اور ۷۳

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

”رعایا اپنے حکمرانوں سے ڈرا کرتی ہے مگر میری حالت یہ ہے کہ مجھے حکمران ہو کر اپنے رعایا سے ڈرنا پڑتا ہے۔ میں نے تمہیں جہاد کے لیے پکارا تم نہ آئے، میں نے تمہیں نصیحت کی تم نے رد کر دی، تمہارے جسم حاضر ہوتے ہیں مگر دماغ غائب، تم بظاہر آزاد ہو کر مگر حقیقت میں غلام۔ میں تمہیں وعظ کرتا ہوں تم اس سے دور بھاگتے ہو، میں تمہیں متحرک رکھتا ہوں تم منتشر ہو جاتے ہو۔ میں تمہیں جہاد کی ترغیب دیتا ہوں تم غائب ہو جاتے ہو، میں تمہیں روشنی کی طرف لے جاتا ہوں تم مجھے واپس تاریکی کی طرف لے آتے ہو، تم کمان کی پشت کی مانند ٹیڑھے ہو تمہیں سیدھا کرنے والا تھک جاتا ہے مگر تم سیدھا ہونے کا نام نہیں لیتے۔

اے بے عقل جسم والو!، اے بے روح بدن والو! اپنے امراء کو آزمائش میں ڈالنے والو، تمہارا ساتھی (یعنی خود علیؑ) اللہ کی اطاعت کرتا ہے مگر تم اس کی نافرمانی کرتے ہو.... میری خواہش ہے کہ میں معاویہ سے دینار کے بدلہ میں درہم کا سودا کر لوں وہ مجھے اپنا ایک ساتھی دے دے اور مجھ سے دس لے لے۔

اے کوفہ والو! تم سن تو سکتے ہو مگر سننے نہیں بول تو سکتے ہو مگر بولنے نہیں، دیکھ تو سکتے ہو مگر دیکھتے نہیں، میدان جنگ میں پشت دکھانے والے ہو آزمائش کے وقت دھوکہ دینے والے ہو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو تمہاری مثال ان اونٹوں کی سی ہے جن کا چرانے والا کوئی نہ ہو (یعنی مشتر بے مہار ہو)۔

نیز فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! اگر مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر تم سے

دور چلا جاتا جس طرح کہ جنوب و شمال ایک دوسرے سے دور ہیں تم لوگ طعنہ زنی کرنے والے، عیب جو تمکار و عیار ہو تمہاری کثرت تعداد میرے لیے قطعاً مفید نہیں۔ اس لیے کہ تمہارے دل پر انگنہ و منتشر ہیں“ اے

نیز: ”اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ۔ اگر تمہیں جنگ سے ہمت دی جاتی ہے تو تم لہو و لعب میں مصروف ہو جاتے ہو، اگر تمہیں ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو تم بزدلی کا مظاہر کرتے ہو تمہیں کسی صبر آزمایہ مرحلے سے گزرنا پڑے تو تم اٹنے پاؤں پھر جاتے ہو جہاد تم پر فرض ہو چکا ہے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو موت کا یا ذلت و رسوائی کا؟ اگر میری موت کا دن آجائے اور بے شک وہ ضرور آئے گا تو میں تمہاری شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کروں گا۔ کیا کوئی ایسا دین نہیں جو تمہیں اکٹھا کر دے؟ تمہاری غیرت کو بیدار کر دے؟ کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ اپنے ستمگر ساتھیوں کو بلاتے ہیں تو وہ بغیر کسی انعام و اکرام کے لاپلح کے لبیک کہتے ہوئے چلے آتے ہیں اور تمہاری یہ حالت ہے کہ میں تمہیں پکارتا ہوں تو تم متواتر پیچھے ہٹتے چلتے ہو اور میری مخالفت کرتے ہو، میرے کسی حکم پر تم کبھی خوش نہیں ہوئے، میرے توجہ دلانے پر تمہیں کبھی اکٹھا ہونے کا احاس نہیں ہوا، مجھے سب سے زیادہ اشتیاق یہ ہے کہ مجھے موت آجائے، میں نے تمہیں کتاب اللہ کا درس دیا اس کے دلائل بیان کیے، تمہیں اس چیز کی پہچان کروائی جس کے تم منکر تھے اور وہ چیز (یعنی علوم دینیہ) تمہیں پلائی جسے تم ناگوار سمجھتے تھے۔

دیگر ائمہ کی طرف سے شیعہ کی مذمت

منہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار ایسے خطبات کا ذکر ہے جن میں آپؑ نے اپنے شیعہ کی مذمت کی ہے اور حقیقت ہے کہ شیعہ قوم کوئی ایسا نامہ پیش نہیں کر سکتی جو اس بات کا ثبوت ہو کہ انھوں نے اسلام کو تو درکنار اپنے اماموں کو بھی فائدہ پہنچایا ہو۔ ہر دور میں ان کے امام اپنے شیعہ سے شاکی رہے، چنانچہ شیعہ کے ساتویں امام۔ موسیٰ کاظم کہتے ہیں:

”اگر میں اپنے شیعہ کو آزمائوں تو ثابت ہو جائے کہ زبانی جمع خرچ کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں، اور اگر میں ان کا امتحان لوں تو ثابت ہو جائے کہ وہ سب مرتد ہیں“

یہ نہایت دلچسپ نص ہے جس سے شیعہ قوم کی ساری حقیقت طشت ازباں ہو جاتی ہے۔

ملا باقر مجلسی حضرت موسیٰ کاظم سے روایت کرتا ہے، انہوں نے کہا:

”میرے احکامات کی اطاعت کرنے والا عبد اللہ بن یعفور کے سوا کوئی نہیں“

یہی روایت حضرت جعفر صادق سے بھی مروی ہے۔ کئی لکھتا ہے:

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: میری بات پہ عمل کرنے والا صرف ایک

ہے اور وہ عبداللہ بن یعفور ہے۔“

حضرت حسن رضی اللہ عنہ شیعہ قوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت معاویہ ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ شیعہ کہلانے والے ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، مجھ سے میرا مال چھین لیا۔ اللہ کی قسم! حضرت معاویہ سے صلح کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بچانا اس بات سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے اور میرے اہل و عیال کو قتل کر دیں۔ اگر میں حضرت معاویہ کے خلاف صف آراء ہو جاتا تو یہ (شیعہ) خدا پرست نہ رہتے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے حضرت معاویہ کے سپرد کر دیتے۔ چنانچہ میں نے سمجھا کہ باعزت طور پر معاویہ سے صلح کر لینا فتنہ کی حالت میں مرنے سے بہتر ہے۔“

اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”میں نے کوفہ والوں کو آزمایا ہے وہ سب کے سب بے وفا، بدعہد اور منافق لوگ ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں جب کہ ان کی تلواریں ہمارے خلاف سونتی ہوئی ہیں۔“

حضرت حسینؑ کو جب کوفے کے شیعوں نے دھوکہ دیا اور کوفے میں بلا کر انہیں شہنوں کے سپرد کر دیا تو آپؑ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

”تبا لکم ایتھا الجماعۃ..... الخ

یعنی ”اے کوفے کی جماعت! ہلاکت اور تباہی و بربادی تمہارا مقدر بنے تم نے ہمیں بڑی عقیدت کے ساتھ بیعت کے لیے بلایا، ہم چلے آئے یہاں آکے ہم نے

۱۔ رجال کشی صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ عراق۔

۲۔ کتاب الاحتجاج از طبرسی صفحہ ۱۳۸۔

۳۔ ایضاً ۱۳۹۔

دیکھا کہ تم نے ہمارے خلاف تلواریں سونت رکھی ہیں اور تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل چکے ہو۔ حالانکہ نہ ہمارے دشمنوں نے تم سے کوئی نیکی کی کہ تم ان کا ساتھ دو اور نہ ہم نے تمہارے ساتھ کوئی برائی کی کہ تم ہمارے خلاف ہو جاؤ ہماری تلواریں نیا مول میں تھیں تم نے انہیں بے نیام کر دیا، فضا پر امن تھی تم نے اسے جنگ و جدال کا ماحول پیدا کر کے آلودہ کیا، ہمارا قطعاً جنگ کرنے کا ارادہ نہیں تھا تم نے ہمیں اس پر مجبور کیا، تم نے جلد بازی کی اور خود کو ہمارے پرولنے ظاہر کر کے ہماری بیعت کی پھر تم نے حماقت اور بددیانتی کا مظاہر کرتے ہوئے اس بیعت کو توڑ دیا اور ہمارے خلاف محاذ آراء ہو گئے، اللہ کرے تم ہلاکت و برباد ہو جاؤ۔“

اس طرح کے بہت سے ایسے اقوال شیعہ کتابوں میں مل جاتے ہیں جن میں ان کے ”مقصوم اماموں“ نے اپنے پیروکاروں کی مذمت کی ہے اور انہیں خیانت، بددیانتی اور بزدلی جیسی صفات سے مطعون کیا ہے۔ شیعہ قوم نے ان طعنوں سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ عقیدہ وضع کیا کہ یہ تمام اقوال مبنی بر تقیہ تھے۔ اماموں کی رائے شیعوں کے خلاف نہیں تھی مگر تقیہ کی بنا پر انہیں مجبوراً ایسا کہنا پڑا جس طرح کہ ان سے ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ کی مدح سرائی میں اقوال منقول ہیں ان کا سبب بھی تقیہ ہی ہے۔

شیعہ کے دلائل اور تردید

شیعہ قوم اپنے عقیدے تقیہ یعنی کذب و نفاق کے جواز و استحباب کے لیے جن

دلائل کا سہارا لیتی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ آیت ”فَنظَرْنَا فِي السَّمَاءِ فَفُجِّرْنَا فِي السَّمَاءِ فَفُجِّرْنَا فِي السَّمَاءِ“

دو ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا: میری طبیعت ٹھیک نہیں۔“

۲۔ آیت ”وَجَاءَ اخُوْتُ يُوْسُفَ فَدْخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُتَكَدِرُونَ“

”یوسف (علیہ السلام) کے بھائی ان کے پاس آئے، یوسف نے انھیں پہچان لیا جب کہ ان کے بھائی انھیں نہ پہچان سکے۔“

۳۔ آیت ”الْأَمْنُ أَكْرَهُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْأَيْمَانِ“

مگر جسے مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پہ مطمئن ہو“ (وہ اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہہ سکتا ہے)

۴۔ حضرت ابوبکر کا دوران ہجرت کسی کافر کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق یہ کہنا ”هَٰذَا يَهْدِيَنِي إِلَى السَّبِيلِ“ یہ میرے ہادی ہیں جو مجھے راستہ بتلاتے ہیں۔

شیعوں نے ان آیات اور قول ابوبکرؓ سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ تقیہ کرنا جائز ہے

اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ابوبکرؓ نے تقیہ پر عمل کیا تھا حالانکہ ان نصوص میں شیعوں کے تقیہ کا ثابۃ تک بھی نہیں۔

جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس سے تو یہ ثابۃ ملتا ہے تقیہ کا نہیں ”اِنِّی سَقِیْمٌ“ سے مراد ہے ”سَقِیْمٌ مِّنْ عَمَلِکُمْ“ یعنی تمہارے شرکیہ اعمال کی وجہ سے میری طبیعت ناساز ہو گئی ہے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینا اور انہیں اس سے آگاہ نہ کرنا یہ نہ تقیہ ہے نہ تور یہ۔

جہاں تک قرآن مجید کی آیت ”الامن اكدہ وقلبه مطمئن بالايمان“ کا تعلق ہے تو اس کا قطعاً یہ مفہوم نہیں کہ لوگوں کو کفر کی تعلیم دی جائے اور جلال کو حرام قرار دیا جائے۔ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہ دے اور اس کا اعتقاد و ایمان اس (کفر کے کلمے پر) نہ ہو تو یہ جائز ہے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا تھا کہ ”ہادیہ لہی الی السبیل“ تو اس میں بھی تو یہ ہے نہ کہ تقیہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے ہادی و راہنما اور سیدھی راہ دکھانے والے نہیں تھے؟

شیعوں کے عقیدہ تقیہ یعنی بغیر کسی مقصد کے جھوٹ بولنے اور اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنے کے خلاف تو بہت سی آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حق کے اظہار، سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”يَا أَيُّهَا الرِّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“

”اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچائیں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گویا آپ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا (آپ کو خوف و حرج کا اظہار کریں) آپ کو لوگوں کی تکلیفوں سے بچانا اللہ کی ذمہ داری ہے“

”الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ“

۱۔ سورۃ المائدہ آیت ۶۷۔

۲۔ سورۃ الاحزاب آیت ۳۹۔

”وہ جو اللہ کے پیغامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور صرف اُسی سے ڈرتے ہیں، وہ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے“

”فاصدع بما تؤمر واعدض عن المشرکین“
 ”اے نبی! آپ کھل کر اللہ کے احکامات کی تبلیغ کریں اور مشرکوں کی پردہ نہ کریں“

”وکان من نبی قاتل معہ رقیبوں کشیدہ ما دھنوا لھا اصابہم فی سبیل اللہ وما استکانوا واللہ یحب الصابین“
 ”بہت سے انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر اللہ والوں نے دشمنوں سے جہاد کیا اور اللہ کے راستے میں جو انھیں تکلیفیں پہنچیں وہ ان کی وجہ سے کمزور نہیں ٹپے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے“

”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین“
 ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ بنو“
 ”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سديدا“
 ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صاف ستھری بات کہو“

۱۔ سورۃ الحجرات ۹۴۔

۲۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۶۔

۳۔ سورۃ توبہ آیت ۱۱۹

۴۔ سورۃ الاحزاب آیت ۷۰

حدیث نبوی ہے ”علیکم بالصدق“
”سچ بولو“

نیز: کبریت خیانتہ ان تحدث اخاک حدیثا فہولک بہ مصدق
وانت بہ کاذب“

”یہ بہت بڑی بددیانتی ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ تمہیں سچا سمجھ
رہا ہو مگر تم اس کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہو“
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”ایمان یہ ہے کہ تم سچ کو جھوٹ پر ترجیح دو خواہ بظاہر تمہیں سچ میں اپنا نقصان
اور جھوٹ میں اپنا فائدہ ہی کیوں نہ نظر آ رہا ہو“

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:
”تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف کی دو قسمیں ہیں:
۱۔ جان ضائع ہونے کا خوف۔

۲۔ جسمانی ایذاء کا خوف۔

جہاں تک جان ضائع ہونے کا خوف ہے تو شیعہ کے بقول ان کے امام اپنے
اختیار سے مرتے ہیں (یہ بحث پیچھے گزر چکی ہے) اس لیے خوف کی یہ قسم اماموں کے
تقیہ کا باعث نہیں بن سکتی،

نیز: شیعہ کے بقول اماموں کو غیب کا علم حاصل ہوتا ہے اس عقیدے کے

۱۔ متفق علیہ۔

۲۔ ابو داؤد۔

۳۔ منہج البلاغہ۔

مطابق ان کے امام اپنی موت کے وقت کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہنا کہ اماموں کے تقیہ کا سبب خوف علی النفس تھا عقلی و منطقی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

جہاں تک خوف کی دوسری قسم ہے اسے بھی اماموں کے تقیہ کا سبب قرار دینا ان کی توہین ہے اس لیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اماموں نے جہمائی ایذاء و مشقت کے مقابلے میں کذب و منافقت کو اختیار کر لیا تھا تو یہ ان کی فضیلت نہیں بلکہ نقص نشان ہے۔ اللہ کے راستے میں صعوبتوں کو برداشت کرنا اور ایذاء و تکالیف پر صبر و تحمل سے کام لینا علماء و ائمہ کا فریضہ ہے۔ بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ علماء نے اظہار حق کی خاطر بڑی بڑی جابر حکومتوں سے ٹکرائی اور استقامت کا مظاہر کیا۔ تو جنہیں ساری دنیا کے ہادی و راہنما اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیا جائے ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ استقامت کا مظاہرہ کر سکے اور ایذاء و تکلیف کے خوف سے جھوٹ بولتے عوام کو دھوکہ دیتے اور حلال کو حرام قرار دیتے رہے حب اہل بیت نہیں بغض اہل بیت ہے۔

پھر یہ کہ اگر تقیہ کہ نافرمانی واجب ہو تا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں چھ ماہ کا توقف کیوں کرتے؟

امام خازن "الامن اکبر و قلبہ مطمئن بالايمان" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں :

"اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان کے خوف سے اضطرابی حالت میں کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ تصریحاً کفر کا کلمہ اپنی زبان

اے مختصر تحفہ ثانی عشریہ از شاہ عبد العزیز دہلوی مختصر محمود شکاری آلوسی تحقیق سید

محب الدین خطیب۔

سے ادا نہ کرے بلکہ تعریف و توریہ سے کام لے۔ البتہ اگر وہ اس سے بھی اجتناب کرے اور تکلیف پر صبر کرے تو یہ زیادہ افضل ہے، حضرت بلالؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور زبان سے نہ تصریحاً اظہار کفر کیا اور نہ تعریفاً، شیعہ اماموں کو۔ بقول شیعہ۔ خوف علی النفس تو درکنار جسمانی ایذاء کا بھی خوف نہیں تھا کیونکہ وہ اس قدر قوتوں اور طاقتوں کے مالک تھے کہ انھیں ان کا کوئی دشمن گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ طبری ذکر کرتا ہے ایک دفعہ ”عمر بن خطابؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر تشدد کرنا چاہا تو امیر المؤمنین علیؓ علیہ السلام نے غصہ میں آکر عمر کو گریبان سے پکڑا اور زمین پر گرالیا“

شیعہ عالم راوندی کہتا ہے =

”ایک مرتبہ علیؓ علیہ السلام نے عمرؓ سے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میرے شیعہ کا نازیاں الفاظ سے ذکر کرتے ہو؟ میں آج تمہیں اس امر پر متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اتنا کہہ کر علیؓ نے اپنی کان زمین پر پھینچی جس نے بہت بڑے اثر ہے کی شکل اختیار کر لی۔ عمر گھبرا گئے اور آہ و زاری کرنے لگے کہ اے ابوالحسن! آئندہ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا کہ علیؓ علیہ السلام نے اثر دے کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

اس نے دوبارہ کان کی شکل اختیار کر لی اور عمر خوف زدہ ہو کر اپنے گھر چلے گئے“ اسی طرح حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

”اگر تمام اہل زمین میرے مخالف ہو جائیں اور میرے مد مقابل آجائیں تب بھی میں خوف زدہ ہونے والا نہیں ہوں“

۱۔ تفسیر خازن ۳/ ۱۳۶۔ ۲۔ الاحتجاج از طبری صفحہ ۴۵ مطبوعہ ایران۔

۳۔ کتاب الخراج والخراج از راوندی صفحہ ۲۰ مطبوعہ بیروت ۱۳۰۱ھ۔

۴۔ نہج البلاغہ خطبہ علی رضی اللہ عنہ۔

یہ اختیارات و قدرات صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مخصوص نہیں بلکہ سارے امام شیعہ کے مطابق انہی اختیارات اور اس طرح کی شجاعت کے مالک تھے شیعہ کے اٹھویں امام ابو الحسن علی رضا کہتے ہیں:

”امام کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور شجاع ہو... وہ مستجاب الدعوات ہو کہ اگر وہ کسی پتھر کی طرف اشارہ کرے دعا مانگے تو اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ اسی طرح امام کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سحر اور آپ کی تلوار ذوالفقار کا ہونا بھی ضروری ہے“
کلینی لکھتا ہے:

”امام موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا بھی مالک ہوتا ہے اسی طرح امام کے پاس اسم اعظم کا بھی علم ہوتا ہے جس کی موجودگی میں تیر و تلوار کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا“ ۱
ایسے حالات میں امام کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ زہ لوگوں کے خوف سے اپنے باطن کے خلاف عقیدے کا اظہار کرے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے غلط بات کہے؟

شیعوں کے نزدیک اس وقت تک تقیہ کرنا اور جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب و فرض ہے جب تک بارہواں امام غار سے ظاہر نہیں ہو جاتا،
اردبیلی لکھتا ہے:

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں جس شخص نے قائم علیہ السلام کے خروج سے

۱۔ کتاب النصال از ابن بابویہ قمی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ ایران۔

۲۔ اصول کافی از کلینی مطبوعہ ایران۔

قبل تقیہ ترک کیا فہم میں سے نہیں،
کلینی لکھتا ہے:

”قائم کے ظہور سے قبل خروج کرنے والا اس پر ہم سے کی مانند ہے جو پر نکلنے
سے پہلے ہی اڑنے کی کوشش کرے اور بچے اسے پکڑیں یا پریشان کریں،“
ابن بابویہ قمی لکھتا ہے:

”التقیہ واجبة لا يجوز رفعها الى ان يخرج القائم - فمن تركها قبل
خروجه فقد خرج عن دين الله ودين الامامية“

”تقیہ کرنا (مخالفین سے جھوٹ بولنا اور منافقت کرنا) اس وقت تک واجب
ہے جب تک قائم کا خروج نہیں ہو جاتا۔
قائم علیہ السلام
کے خروج سے قبل، اسے ترک کرنے والا اللہ کے دین اور امامیوں کے دین سے
خارج ہے“

اے کشف الغمہ از ردیل صفحہ ۳۴۱ — یہاں ہم لطف الشصانی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس
کے اس قول کی کیا حقیقت ہے شیعہ اس دور میں تقیہ کے جو ان کے تھے جب اموی و عباسی
خلفاء ان پر ظلم و تشدد کیا کرتے تھے آج کا دور اس دور سے مختلف ہے چنانچہ اب شیعوہ تقیہ کے
قائل نہیں ہیں (مع الخطیب فی خطوطہ العریضہ)

تمہارے امام نوکر رہے ہیں کہ جس نے قائم کے خروج سے قبل تقیہ پر عمل ترک کر دیا وہ ہم میں
سے نہیں اور تم کہہ رہے ہو:

یہ اس زمانے کی بات ہے جب اموی و عباسی خلافت
کا دور تھا اب کیا کہا جائے؟ تم سچے ہو یا تمہارے امام؟ یا دوسرے الفاظ میں: تم جھوٹے ہو
یا تم؟ ہم تمہاری احادیث کے حوالے سے بات کی ہے جن سے تم نے عملاً تجاہل سے کام لیا
تھا مگر تمہارا راز منکشف نہ ہو سکے ۲ کتاب الرضا کلینی ۳ الاعتقادات از ابن بابویہ قمی - فصل التقیہ -

یہ ہے امائی شیعوں کا دین جو جھوٹا مکرو فریب اور کذب و لفاق کی تسلیم دیتا ہے۔

ومن یضلل اللہ فمالہ من ہادۃ۔

وصدق اللہ العظیم

کیا شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں ؟

عطاء الرحمن تاقب

شیعہ اور عقیدہ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت پر ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور ان کی سرگرمیوں پر بھی ایک حد تک پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کے نزدیک سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا بلکہ وہ جاری و ساری ہے اگرچہ وہ غلی و بروزی کی تقسیم کرتے ہیں تاہم اس تقسیم کا کتاب و سنت میں کوئی وجود نہیں۔

قادیانیوں سے بھی پہلے جس مکتبہ فکر نے ”امامت“ کے نام پر ختم نبوت کا انکار کیا وہ شیعہ مکتبہ فکر ہے۔ ان کے نزدیک ”امامت“ کا وہی مفہوم ہے جو مسلمانوں کے نزدیک ”نبوت“ کا ہے۔ میں نے اس انتہائی نازک اور حساس موضوع پر قلم کو جنبش نہیں دی تا وقتیکہ میں نے علامہ ظہیر شہید کی تصنیفات کے علاوہ خود شیعہ مراجع و مصادر کا بغور مطالعہ نہیں کر لیا مختلف شیعہ کتب کے مطالعہ کے بعد جب میرے پاس دلائل و براہین کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو گئی جن پر ایک ایسی جہارت استادہ کی جاسکے کہ جس میں بیٹھے ہوئے حریف کو دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کیے بغیر کوئی چارہ کار و راہ فرار نہ ہو تب میں نے اللہ کے فضل سے اس موضوع پر اپنی قلم کو حرکت دینے کی جہارت

کی مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز یہ مقالہ قارئین کی بھرپور التفاد و توجہ حاصل کرے گا۔

نتیجہ

اُس فکر کہ جس پر شیعہ مذہب کی عمارت اور اُس فکر کے درمیان کہ جس پر شریعت اسلامیہ کی عمارت ایستادہ ہے ایک واضح فرق یہ ہے کہ اسلام کے برعکس شیعہ مذہب میں ختم نبوت کا کوئی تصور نہیں۔

شاہد قارئین کرام اتنی عبارت پڑھ کر میرے اوپر انتہا پسندی اور طرف کا حکم لگا دیں مگر جب وہ اُن کثیر التعداد دلائل کا مطالعہ کریں گے جو اس مقالہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ تو یقیناً انھیں اپنی رائے تبدیل کرنے کے سوا کوئی مضر نہیں ہوگا انہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں نے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کیا ہے ”ولا یجد منکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا عدلوا لہو واقرب للتقویٰ“

ترجمہ: تمہیں کسی قوم کی مخالفت عدل و انصاف سے روگردانی پر مجبور نہ کرے اختلاف کے باوجود عدل و انصاف کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور تقویٰ کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت کے ساتھ ساتھ خود شیعہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اکثر حضرات کو بھی شیعہ مذہب کے عقائد اور اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے۔ وہ اپنی سادہ لوحی کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ شاہد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذکر پر آنسو بہا لینے، ماتم کر لینے اور تعزیر نکال لینے کا نام ہی شیعہ مذہب ہے۔ یقیناً ہے کہ اگر خود شیعہ حضرات کو بھی شیعہ عقائد کا علم ہو جائے تو یقیناً وہ اس مذہب سے توبہ کرنے میں ہی اپنی عاقبت کی بہتری خیال کریں۔

امام العصر علامہ احسان الہی ظہیر شیعہ کا شیعہ قوم پر یہ احسان عظیم ہے کہ آپؑ نے اپنی تصنیفات اور محاضرات کے ذریعے شیعہ مذہب کی اصلیت اور تاریخی حیثیت واضح کی تاکہ شیعہ قوم کا وہ طبقہ جو صرف اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے شیعہ عقائد کو اختیار کیے ہوئے ہے حقیقت سے آگاہ ہو کر اس مذہب سے توبہ کر کے اپنی عاقبت سنوارنے کی طرف توجہ دے سکے کہ جس مذہب کا اس دین سے کوئی تعلق نہیں جو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے واسطے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت سے انکار بھی اُن عقائد میں سے ہے جن کا اہل سنت کے ساتھ ساتھ خود شیعہ اکثریت کو بھی علم نہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جس سے آگاہی کے بعد شیعہ قوم کے صاحب بصیرت طبقے سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس مذہب سے اپنا تعلق ختم کر لے۔

شیعہ قوم اپنے بارہ اماموں کو اُن صفات سے متصف کرتی ہے جو کہ نبوت کا خاصہ ہیں۔

۱۔ اُن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا۔

۲۔ اُن کا معصوم عن الخطا ہونا۔

۳۔ اُن کی اطاعت کا فرض ہونا۔

۴۔ اُن پر وحی اور فرشتوں کا نزول ہونا۔

یہ چاروں صفات اگر کسی بھی انسان میں پائی جاتی تو اس میں اور انبیائے کرام میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا جب کوئی شخص کسی کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ :

۱۔ وہ اللہ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہے۔

۲۔ وہ معصوم عن الخطا ہے۔

۳۔ اس کی اطاعت فرض ہے۔

۴۔ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

تو گویا کہ وہ اسے اللہ کا نبی خیال کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔

شیعہ مذہب میں بارہ اماموں کو یہ چاروں حیثیتیں حاصل ہیں چنانچہ اس مذہب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہ تھے۔ اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ ”امامت“ کے بارے میں نبوت جاری و ساری رہی اور بارہ امام باوجود انہیں بلکہ بارہ نبی تھے۔ اب ہم ان چاروں صفات یعنی بعثت، عصمت، اطاعت اور نزول وحی کو خود شیعہ کتب کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے مطابق بارہ امام ان چاروں صفات سے متصف ہیں۔

بعثت مشہور شیعہ عالم جسے شیعہ قوم نے خاتمہ المحدثین کا لقب دے رکھا ہے یعنی علامہ باقر مجلسی اپنی مشہور کتاب ”حق الیقین“ میں لکھتا ہے:

”بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص یعنی مبعوث ہیں“ لہ شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ اماموں کو بذریعہ نص یا کہ لیجے آرڈیننس کے ذریعے نامزد کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نص نازل ہوئی تھی جس میں اماموں کو نامزد کیا گیا تھا۔ اس نص کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے امام تھے اور محمد بن الحسن العسكري آخری امام، چنانچہ شیعوں کے شیخ صدوق ابن بابویہ قمی محمد بن یعقوب کلینی اور مشہور شیعہ عالم طوسی نے اپنی کتب میں روایت بیان کی ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر وفات سے قبل ایک کتاب نازل

فرمائی اور کہا:

یا محمد! ہذہ وصیتک الی النبیۃ من اہلک کہ اے محمد!

یہ تیرے خاندان کے معززین کے لیے وصیت ہے۔

آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: میرے خاندان کے معززین کون لوگ ہیں؟

جبریل نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد میں سے فلاں فلاں۔

اس کتاب پر سنہری رنگ کی مہر لگی ہوئی تھیں، آپ نے وہ کتاب امیر المؤمنین

علیہ السلام کے سپرد کر دی چنانچہ علی علیہ السلام نے ایک مہر کو کھولا اور اس وصیت

کے مطابق دورِ امامت میں عمل کیا۔ پھر حضرت حسن علیہ السلام نے دوسری مہر کو کھولا

اور وصیت کے مطابق عمل کیا حتیٰ کہ وہ کتاب آخری امام تک پہنچ گئی۔ اے

شیعوں کا امام بخاری ”محمد بن یعقوب کلینی“ حضرت جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے

اصول کافی میں لکھتا ہے:

”ان الامامة عهد من اللہ عزوجل معہود لرجال مسلمین،

لیس للامام ان یزویہا عن الذی یکون من بعدہ“

”امامت اللہ عزوجل کی طرف سے ایک منصب ہے جس پر چند برگزیدہ اور متعین

ہستیاں فائز ہیں، کوئی امام اپنے اختیار سے اپنے بعد والے امام کو اس منصب سے

محروم کر کے کسی اور کو اس پر فائز نہیں کر سکتا۔“

اے عیون اخبار الرضا ابن بابویہ قمی ج ۱ ص ۳۳۱ اصول کافی ۱/۲۸۰، کمال الدین و تمام النعمۃ از قمی ۴/۶۶۹

امالی الصدوق ۳۲۸، امالی الطوسی ۵۲/۲، کتاب الغیبة از طوسی ۹۔

تم اصول کافی از کلینی باب أن الامامة عهد من اللہ۔

یعنی بارہ اماموں میں سے ہر ایک کا تقرر و تعیین اللہ کی طرف سے ہوا ہے، امامت ایک منصب الہی ہے وہی جسے چاہتا ہے امام مقرر کرتا ہے۔

شیعہ اکابرین کا کہنا ہے

”ویمجب علی اللہ نصب الامام کنصب النبیؐ“

”اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ وہ امام کو بھی اسی طرح مقرر کرے جس طرح کہ وہ نبی کو مقرر کرتا ہے۔“

یعنی امامت کا منصب بھی نبوت کی طرح اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

اس عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعوں کے نزدیک اللہ کی طرف سے مقرر کردہ پہلے امام تھے اور ان کی امامت پہ ایمان لانا اسی طرح فرض تھا جس طرح کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پہ ایمان لانا اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور شیعہ عالم مفید لکھتا ہے:

”امامیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ نے اپنے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو خلیفہ نامزد کیا تھا چنانچہ ان کی خلافت و امامت کا منکر دین کے ایک اہم فرض اور بنیادی رکن کا منکر تصور ہو گا۔“

شیعہ عقیدے کے مطابق امت مسلمہ کے وہ تمام مکاتب فکر جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ کا خلیفہ مانتے ہیں وہ نہ صرف دین اسلام کے ایک بنیادی رکن بلکہ سرے سے نبوت ہی کے منکر ٹھہرتے ہیں، کیونکہ علی علیہ السلام کی امامت کا انکار تمام انبیائے کرام کی نبوت کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔“

۱۔ ملاحظہ ہو منہاج الحکامہ از حلی صفحہ ۷۲، اعیان الشیعہ ۱/۶، الشیعہ فی التاريخ از محمد حسین الزین

صفحہ ۴۴، اصول المعادف از محمد موسوی صفحہ ۸۲۔

۲۔ اوائل المقالات از مفید صفحہ ۳۸۔

۳۔ ملاحظہ ہو اعتقادات الصمد و تقی الزمق، مترجمہ از صفحہ ۱۹۔

محمد بن یعقوب کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”اللہ نے علی علیہ السلام کو اپنی مخلوق کے لیے نشانِ ہدایت بنا کر مبعوث کیا ہے جس نے ان کی معرفت حاصل کر لی وہ مومن قرار پائے گا، جو ان سے بے خبر رہے گا وہ گمراہ کہلائے گا، اور جس نے ان کے ساتھ کسی اور کو بھی (خلافت و امامت میں) شریک کیا اسے مشرک کہا جائے گا۔ اے

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی لکھتا ہے:

”ولیس لاحد ان یختار الخلیفة الا الله عزوجل“ ۱

”خلیفہ کو منتخب کرنے کا اختیار اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو نہیں“

مقصود یہ ہے کہ وہ تمام خلفاء جنہیں مسلمان عوام نے منتخب کیا تھا خواہ وہ خلفائے راشدین ہی کیوں نہ ہوں غیر شرعی خلفاء تھے، خلافت و امامت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ طرف سے ایک صریح نص کے ذریعے ان کے سر پر تاجِ امامت رکھا گیا تھا۔

طبری لکھتا ہے:

”بارہ اماموں میں سے ہر امام اللہ کی طرف سے منصوص یعنی مقرر کردہ تھا“ ۲

شیعہ فرقے کے اس عقیدے کو بڑے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ”اصل الشیعہ و اصولها“ کا مصنف لکھتا ہے:

”الامامة منصب الہی كالنبوة“ ۳

۱ اصول کافی ۱ / ۳۳۷

۲ کمال الدین از ابن بابویہ قمی صفحہ ۹ -

۳ اعلام الوری صفحہ ۲۰۶، عقیدۃ الشیعہ فی الامامۃ از شریعی صفحہ ۸۳ -

۴ اصل الشیعہ و اصولها از کاشف الغطاء صفحہ ۱۰۳

یعنی امامت بھی نبوت کی طرح وہی اور خدائی منصب ہے۔“

ان تمام نصوص و عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء اپنے اماموں کو انبیاء و رسل کی مانند اللہ کی طرف سے مبعوث سمجھتے ہیں جب کہ امت مسلمہ کے نزدیک نبوت فقط انبیائے کرام اور رسل اللہ کی خاصیت ہے تو گویا غیر انبیاء کی نسبت مبعوث ہونے کا عقیدہ رکھنا انکار ختم نبوت کی طرف پہلا قدم تھا جو ابن سبائے نے اٹھایا اور باقی سبائیوں نے اس کی پیروی کی جو آگے چل کر شیعہ مذہب کی بنیاد بنا۔

عصمت

امت مسلمہ کے نزدیک عصمت صرف انبیاء و رسل کا خاصہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا معنی یہ ہے کیا آپ بھی خاتم المعصومین ہیں، انبیاء کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت معصوم عن الخطا نہیں مگر شیعہ علماء کہتے ہیں کہ ائمہ بھی اس صفت میں انبیائے کرام کے ہم پلہ و شریک ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی حفاظت و صیانت اور انہیں غلطیوں سے پاک کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ بعینہ بارہ امام بھی ہر قسم کی غلطی اور لغزش سے پاک ہیں۔

چنانچہ شیعہ محدث طوسی لکھتا ہے :

”العصمة عند الامامية شرط اساسي لجميع الانبياء والائمة عليهم السلام سواء في الذنوب الكبيرة والصغيرة قبل النبوة و الامامة و بعدهما على سبيل العمدة والنسيان، وهكذا العصمة عن كل الرذائل والقبائح“

”امامیوں کے نزدیک انبیاء اور اماموں کا معصوم ہونا نبوت و امامت کی بنیادی

شرط ہے۔ انبیاء و ائمہ کبیرہ و صغیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں، ان سے نبوت و امامت سے پہلے غلطی کے صدور کا امکان ہے نہ نبوت و امامت کے بعد، وہ عمدہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں نہ نسیاناً، اسی طرح وہ ہر قسم کی غیر اخلاقی اور انسانی مروت کے خلاف حرکات سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

نیز امام چونکہ واجب الطاعت ہوتا ہے اس لیے اس کا معصوم ہونا ضروری ہے“ ۱

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے :

«اجماع الامامية منعقد على ان الامام مثل النبي صلى الله عليه وآله معصوم من اول عمره الى آخر عمره من جميع الذلوب الصغائر والكبائر» ۲

ترجمہ : امامیوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرح صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے ازپیدائش تا وفات معصوم من الخطا ہوتا ہے۔
ابن بابویہ نے اپنی کتاب کمال الدین و تمام النعمہ میں ”وجوب عصمة الامام“ کا ایک عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت اس نے مختلف روایات کا سہارا لے کر بے بنیاد قسم کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ ایک جگہ لکھتا ہے :

”اگر ہم کسی امام کی امامت کو تو مان لیں مگر اس کے معصوم ہونے پر ایمان نہ لائیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اس کی امامت کو ہی نہیں مانا“ ۳

۱۔ تلخیص الثانی صفحہ ۱۹۱۔

۲۔ حق العین از مجلسی صفحہ ۴۰، عقیدۃ الشیعہ فی الامامۃ صفحہ ۲۳۴۔

۳۔ کمال الدین از ابن بابویہ ۱/ ۸۵۔

یعنی عصمت کے بغیر امامت کا تصور ادھورا اور نامکمل ہے۔ جس طرح یہ کہنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو ہیں مگر معصوم نہیں انکار نبوت کو مستلزم ہے اسی طرح بارہ اماموں میں سے کسی کی عصمت پر ایمان نہ لانا اس کی امامت کے انکار کو مستلزم ہے۔

طبرسی اپنی کتاب اعلام الوری میں لکھتا ہے:
 ”الامام لابد ان یکون معصوماً“
 ”امام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔“

نیز ”انبیاء اور اماموں کے بارے میں ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ ہر قسم کی برائی سے محفوظ ہیں، نہ کسی صغیر و گناہ کا صدور ان سے ممکن ہے نہ کبیرہ گناہ کا، ان کی عصمت کا انکار کرنے والا ان کی عظمت کا منکر اور ان کی فضیلت سے نا آشنا ہے“
 رسول اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے ایک شیعہ عالم لکھتا ہے:
 ”انا وعلى والحسن والحسين والتسعة من ولد الحسين مطهرون معصومون“
 ۳

”یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں سے تو امام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔“
 نیز ”امام کے لیے معصوم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ امام کی بعثت کا مقصد مظلوموں کی داد رسی اور زمین میں عدل و انصاف کا قیام ہوتا ہے اور اگر امام سے

۱۔ اعلام الوری از طبرسی صفحہ ۲۰۶۔

۲۔ بحار الانوار از مجلسی ۱۱/۷۶۔ ۳۔ عیون اخبار الرضا از ابن بابویہ

قمی ۱/۴۲، عقیدۃ الشیعۃ فی الامامۃ از محمد باقر شریعتی صفحہ ۲۲۸۔

بھی غلطی صادر ہونے کا امکان ہو تو اس کی اصلاح کے لیے کسی دوسرے امام کی ضرورت پڑے گی اور یوں تسلسل لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔
ابن بابویہ قمی اپنی کتاب معانی الاخبار میں لکھتا ہے:
”ابن ابی عمر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے ہشام بن حکم سے پوچھا: کیا امام معصوم ہوتا ہے؟
انھوں نے کہا: ہاں۔“

راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا: اوصاف عصمت کیا ہیں؟
کہا: تمام گناہوں کو ہم چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:
حسد، غضب اور شہوت۔

امام حریص اس لیے نہیں ہوتا کہ ساری دنیا اس کے قبضے میں ہوتی ہے۔
وہ خود دنیا کا مالک ہوتا ہے۔

حاسد اس لیے نہیں ہوتا کہ اس کا رتبہ سب سے بلند ہوتا ہے اور انسان حسد اس سے کرتا ہے جو اس سے بالا ہو۔

اُسے غصہ اس لیے نہیں آتا کہ اس کی ساری جدوجہد کا محور اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔

دنیوی خواہشات و لذات کا متبع اس لیے نہیں ہوتا کہ اسے آخرت اسی طرح محبوب ہوتی ہے جس طرح ہمیں دنیا۔

گناہ کی یہ چار قسمیں ہیں اور ان چاروں سے امام محفوظ ہوتا ہے“ ۲۔

۱۔ عقیدۃ الشیعۃ فی الامامۃ از شریعتی صفحہ ۲۲۸۔

۲۔ معانی الاخبار از قمی صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲، امالی الصدوق صفحہ ۵۰۵۔

شیعہ کا چوتھی صدی کا عالم ”الحرانی“ اپنی کتاب ”تحف العقول عن آل الرسول“ میں لکھتا ہے:

”الامام مطہر من الذنوب، مبدء من العیوب“^۱
 ”امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے صاف ہوتا ہے“
 شیعہ کہتے ہیں:

”وجوب عصمتہ النبی صلی اللہ علیہ والہ مع عدم وجوب عصمتہ الامام علیہ السلام مما لا یجتمعان... کما وجب عصمتہ النبی صلی اللہ علیہ والہ وجب عصمتہ الامام“^۲
 ”نبی اور امام دونوں معصوم ہیں، ایک کی عصمت اور دوسرے کی عدم عصمت کا اجتماع ناممکن ہے... نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے تو امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ٹھہرے گا“

یعنی یہ کہنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم عن الخطا ہیں اور بارہ اماموں میں سے کسی امام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ غیر معصوم ہے شیعہ دین کے مطابق درست نہیں۔
 عصمت ائمہ کے بارے میں آخری نص نقل کر کے ہم اس موضوع کو سمیٹتے ہیں۔
 مشہور شیعہ عالم محسن امین اپنی کتاب ”اعیان الشیعہ“ میں کہتا ہے:
 ”یجب فی الامام ان یکون معصوماً کما یجب فی النبی“^۳
 یعنی ”امام کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی اسی طرح واجب ہے جس

^۱ تحف الرسول صفحہ ۳۲۸ -

^۲ عقیدۃ الشیعہ فی الامامۃ صفحہ ۲۳۶ -

^۳ اعیان الشیعہ از محسن امین ۱/۱۰۱ -

طرح نبی کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے“
ان تمام نصوص و اقتباسات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیعہ دین میں جس طرح امام
انبیائے کرام کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اور اس کی طرف سے مبعوث
ہوتا ہے اسی طرح وہ معصوم عن الخطا بھی ہوتا ہے۔
انکار ختم نبوت کی طرف شیعہ علماء کی طرف سے اٹھایا جانے والا یہ دوسرا
قدم تھا۔

وجوب اطاعت

تیسرے نمبر پر شیعہ فقہاء محدثین نے انکار ختم نبوت
کے لیے جو عقیدہ وضع کیا وہ یہ تھا کہ اماموں

کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے یعنی جس طرح انبیائے کرام کے ارشادات و فرامین
سے روگردانی کرنا کفر ہے اسی طرح اگر کوئی شخص بارہ اماموں میں سے کسی امام کی
نافرمانی کرتا ہے یا اس کی اطاعت و اتباع کو فرض نہیں سمجھتا تو وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام
سے خارج ہے۔ اس لیے کہ وہ بھی انبیائے کرام کے ہم پلہ اور حاملین اوصاف نبوت
میں۔ ابن بابویہ قمی اور ابن شیعہ حرانی متوفی ۳۸۱ھ شیعہ کے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا
سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امامت انبیاء کا رتبہ ہے امام اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ امام اسلام کی بنیاد بھی
ہے اور اس کی شاخ بھی۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض و واجبات دین امام کے بغیر قبول
نہیں ہوتے۔

امام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اشیاء کو حلال یا حرام قرار دے۔
امام اللہ کا خلیفہ اور اس کی طرف سے اس کے بندوں پر حجت ہوتا ہے۔
پوری کائنات میں امام سب سے زیادہ افضل ہوتا ہے کوئی اس کا ہم مرتبہ

نہیں ہوتا۔

یہ فضائل (نبوت کی طرح) ادبی اور غیر کبھی ہیں۔ امام نبوت کا خزانہ ہوتا ہے اس کے حسب و نسب پر تنقید نہیں کی جاسکتی۔

آخر میں بقول شیعہ امام علی رضاؑ کہتے ہیں :

”مستحق للرئاسة مفترض الطاعة“

یعنی ”اقتدار کا حق صرف امام کو ہوتا ہے، اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہوتی

ہے“ لے

امام کے واجب الاطاعت ہونے کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیعہ محدث طوسی لکھتا ہے :

”حضرت ہارون علیہ السلام کی اطاعت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی امت پر فرض تھی اس لیے کہ وہ شریک نبوت تھے، اور ظاہر ہے کہ اگر ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تب بھی ان کی اطاعت امت پر فرض رہتی اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی علیہ السلام کو وہ تمام مراتب عطا کیے تھے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دیے گئے تھے چنانچہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کہ بعد آپ کی امت پر علی علیہ السلام کی اطاعت (رسول اللہ کی طرح) فرض رہی“ لے

قارئین اسی ایک نص سے ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیعہ دین میں امامت اور امام کا مفہوم کیا ہے اور یہ کہ حضرت علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہیں بلکہ وہ

آپ کی نبوت میں شریک اور آپ کے ہم رتبہ و ہم پلہ تھے۔
مزید وضاحت کرتے ہوئے طوسی لکھتا ہے:

”علی من الرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ کففسہ، طاعته
کطاعته ومعصيته کمعصيته“^۱

”علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ کے ہم مثل ہیں، ان کی اطاعت رسول اللہ کی
اطاعت ہے اور ان کی معصیت رسول اللہ کی معصیت ہے“

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ برابر تھا، جس
طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث، معصوم اور واجب الطاعت تھے اسی
طرح علی رضی اللہ عنہ بھی مبعوث، معصوم اور واجب الطاعت تھے، رسالت اور
امامت میں لفظی فرق تو ضرور ہے مگر حقیقت میں دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔
عیاذاً باللہ۔

چھٹی صدی ہجری کا مشہور شیعہ محدث ابو جعفر طبری اپنی کتاب ”بشارة المصطفیٰ
لشیعة المرتضیٰ“ میں بیان کرتا ہے:

”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت علی
کا یہ کہنا درست ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی مخلوق کے لیے امیر مقرر کیا ہے؟
اس شخص کا یہ سوال سن کر آپ غصہ میں آگئے اور فرمایا:

علی مومنون کے امیر ہیں، اللہ نے ان کی امارت کا فیصلہ فرشتوں کو گواہ بنا کر
اپنے عرش پہ کیا ہے۔ علی اللہ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں۔
علی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

ان کی معصیت اللہ کی معصیت ہے۔

ان کی پہچان میری پہچان ہے۔

ان کی امامت کا منکر میری نبوت کا منکر ہے۔

اور ان کی امامت کا منکر میری رسالت کا منکر ہے۔

میں اعلیٰ افاطمہ حسن حسین اور باقی نو امام اللہ کے بندوں پر حجت ہیں۔
ہمارا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور ہمارا دوست اللہ کا دوست ہے“ لے

اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارہ اماموں کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح امت پر فرض ہے۔

شیعہ اعلیٰ رضا۔ آٹھویں امام۔ سے نقل کرتے ہیں،

”آپ نے فرمایا: الناس عبيد لنا في الطاعة“ ۲

یعنی ”لوگ اطاعت کے اعتبار سے ہمارے غلام ہیں“

مجلسی لکھتا ہے:

”طاعة الائمة واجبة على الناس في اقوالهم وافعالهم“ ۳

”لوگوں پر اماموں کے اقوال وافعال کی اطاعت فرض ہے“

بحار الانوار میں لکھتا ہے:

ان طاعة الائمة كطاعة الرسول ومعصيتهم كمعصية الرسول ۴

اماموں کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی رسول کی

لغة بشارة المصطفى از طبرسی متوفی ۵۲۳ھ مطبوعہ نجف، عراق۔

۲۷ ایضاً صفحہ ۷۰

۳۷ حق الیقین از مجلسی۔ باب اثبات الائمة صفحہ ۴۱۔

۴۷ بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ۲۵/۳۶۱ عقیدۃ الشیعة فی الائمة صفحہ ۲۰۹۔

نافرمانی ہے۔

ابو خالد کا بلی سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے کہا:

”میں حضرت علی زین العابدینؑ شیعہ کے چوتھے امام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے پوچھا: اے صاحبزادہ رسول! ہمارے اوپر اللہ کی طرف سے کن کی اطاعت فرض ہے؟

آپ نے فرمایا: ”علی علیہ السلام کی پھر حسن اور حسین علیہما السلام کی۔ اور اب یہ سلسلہ ہم تک پہنچ چکا ہے“ اے

کلینی لکھتا ہے: امام جعفر فرماتے ہیں:

”نحن قوم معصومون، امر الله تبارك وتعالى بطاعتنا، ونهى عن معصيتنا، نحن الحجة البالغة على من دون السماء وفوق الارض“ ۱

”ہم سب بارہ امام معصوم عن الخطا ہیں، اللہ نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری نافرمانی سے منع فرمایا ہے ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر رہنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے حجت ہیں“

بارہ اماموں میں سے کسی اور امام کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہی کلینی لکھتا ہے۔ انھوں نے کہا:

”طاعتی مفترضة مثل طاعة علي وكذلك الائمة من بعدی“ ۲

۱۔ بحار الانوار از مجلسی۔ باب نص علی بن الحسین علیہ السلام ۳۶/۳۸۶۔

۲۔ اصول کافی ۲/۲۶۹ - ۳۔ اصول کافی ۱/۱۸۷۔

”میری اطاعت علیؑ کی اطاعت کی طرح فرض ہے، اسی طرح میرے بعد آنے والے اماموں کی اطاعت بھی فرض ہے“

اسی بنا پر شیعہ مفسر ”البحرانی“ کہتا ہے:

”من جحد امامۃ امام اللہ فھو کافر مرتد“^۱

”بارہ اماموں میں سے کسی امام کی امامت کا انکار کرنے والا کافر مرتد ہے۔“

مشہور شیعہ عالم مفید مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”امامیوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی امام کی امامت پر ایمان نہ لائے اور

اس کی اطاعت کی فرضیت کو تسلیم نہ کرے ”فھو کافر ضال مستحق الخلود

فی النار“^۲

یعنی ”وہ کافر، گمراہ اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔“

اسی سلسلے میں ابن بابویہ قمی جسے شیعوں نے ”صدوق“ کا لقب دے رکھا ہے

اپنی کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس شعی عقیدے کو بیان کرتا ہے:

”اعتقادنا فیمن جحد امامۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب

علیہ السلام وائمتہ من بعدہ انہ کمن جحد نبوتہ جمیع

الانبیاء“^۳

”جو شخص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور دیگر رگزارہ اماموں کی

امامت پر ایمان نہ لائے ہمارا اس کے متعلق عقیدہ ہے کہ وہ اس شخص کی مانند ہے جو

^۱ تفسیر البرہان، مقدمہ صفحہ ۲۱۔

^۲ کتاب المسائل از مفید نقل از مقدمۃ البرہان للبحرانی صفحہ ۲۰۔

^۳ اعتقادات الصدوق صفحہ ۱۱۳، عقیدۃ الشیعۃ فی الامامۃ صفحہ ۱۴۱۔

تمام انبیائے کرام کی نبوت کا منکر ہو“
بحرانی لکھتا ہے:

ان الائمة مثل النبی فی فرض الطاعة والافضلية“ لہ
”بارہ امام وحب اطاعت اور افضلیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہم پلہ وہم مرتبہ میں“
یعنی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع امت پر فرض
ہے اسی طرح بارہ اماموں کی اطاعت واتباع بھی فرض ہے۔ جس طرح رسول اللہ
کی اطاعت کا منکر کافر ومرتد ہے اسی طرح اماموں کی اطاعت کا منکر بھی کافر ومرتد
ہے۔

ابن بابویہ قمی کہتا ہے: امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:
نحن معدن النبوة ونحن موضع الرسالة...
”وہم نبوت کا خزانہ ہیں اور جائے رسالت ہیں، ہمارے پاس فرشتوں کی آمد و
رفتہ ہوتی ہے“ ۱

طوسی کی کتاب تلخیص الشافی کا محشی سید حسین بحر العلوم لکھتا ہے:
”ان منطلق الامامة هو منطلق النبوة بالذات، والهدف الذي
من اجله وحببت النبوة هو نفسه الهدف الذي من اجله نجب الامامة
”امامت کا وہی فلسفہ ہے جو نبوت کا ہے، اسی طرح جن مقاصد کی تکمیل
کے لیے نبوت کا اجراء کیا گیا وہی مقاصد امامت کے بھی ہیں۔“

۱۔ تفسیر البرہان مقدمہ صفحہ ۱۹۔ ۲۔ کمال الدین ازاہن بابویہ قمی ۱/ ۲۰۶۔

۳۔ تلخیص الشافی ارطوسی۔ حاشیہ ۳/ ۱۳۱، و مثله فی مدعیتہ الشیعہ فی الامامة، صفحہ ۲۰۳۔

مزید لکھتا ہے: ”الامامة اذن قرين النبوة“

”یعنی بنا بریں یہ کہا جاسکتا ہے کہ امامت نبوت کے ہم پلہ ہیں“

اور ظاہر ہے جب امامت نبوت کے ہم پلہ وہم رتبہ ہے تو امام بھی نبی و رسول کے ہم پلہ وہم رتبہ ہوگا۔

بلکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام انبیائے کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں، چنانچہ شیعہ راہنما خمینی لکھتا ہے:

”ان من ضروریات مذهبنا انه لا ينال احدا المقامات الصحیة للامة حتى ملک مقرب ولا نبی مرسل، وهذا من الأسس والأصول التي قام عليها مذهبنا“

یعنی ”یہ ہمارے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جو مراتب و مقامات اماموں کو حاصل ہیں ان تک کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی رسول بھی نہیں پہنچ سکتا، اس عقیدے پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے۔“

خمینی نے اپنا یہ عقیدہ اکابرین شیعہ کی کتب سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

”ان الائمة افضل من الانبياء“

”امام انبیاء سے افضل ہیں۔“

الحرا لعالی لکھتا ہے:

۱۔ ایضاً

۲۔ ولایت فقیہ در خصوص حکومت اسلامی صفحہ ۵۸ مطبوعہ ایران۔

۳۔ بحار الانوار از مجلسی ۲۶/۲۲۰۔

”الائمة الاثنا عشر افضل من سائر المخلوقات من الانبياء والاصياء السابقين“

”بارہ امام سابقہ تمام انبیاء و اوصیاء اور ساری کائنات سے افضل ہیں“
شیعہ محدث ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب ”عیون اخبار الرضا“ میں عنوان قائم کیا ہے ”افضلیۃ الائمة علی جمیع الانبیاء“

یعنی ”امام تمام انبیاء سے افضل ہیں“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام انبیائے کرام سے اماموں کے افضل ہونے کی توشیعہ کتب میں تصریح موجود ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں: ”الائمة بمنزلة رسول الله صلى الله عليه وآله“

”اماموں کا رتبہ رسول اللہ کے برابر ہے“

حالانکہ یہ محض تکلفاً اور عوامی ردِ عمل سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے حقیقت میں یہ لوگ اپنے اماموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔
بہر حال یہ بحث تو ضمناً آگئی، موضوع چل رہا تھا شیعوں کے عقیدہ انکارِ نبوت کا۔ ہم نے بیان کیا تھا کہ شیعوں کے نزدیک اماموں کی اطاعت فرض ہے اب ہم اماموں پر نزولِ وحی کے عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ الفصول المهمة فی اصول الائمة از صر عالمی صفحہ ۱۵۲۔

۲۔ عیون اخبار الرضا از قمی ۱/ ۲۶۲۔

۳۔ اصول کافی ۱/ ۲۷۰۔

۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ الشیعة و اهل البیت از علامہ احسان الہی ظہیر اللہ علیہ

نزولِ وحی

انکار ختم نبوت کی طرف شیعہ مذہب کے بانیوں کی طرف سے جو آخری قدم اٹھایا گیا وہ یہ تھا کہ انھوں نے عقیدہ وضع کیا کہ اماموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی طرح باقاعدہ وحی نازل ہوتی تھی، علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ شیعہوں کے اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب بین الشیعہ و اہل السنۃ میں لکھتے ہیں :-

”ان الشیعة یعتقدون نزول الوحی علی أئمتھم وعن طریق جبریل وعن طریق ملک اعظم و افضل من جبریل، فان أئمتھم فی الحدیث یؤیدوا ابواباً مستقلة فی هذا الخصوص“ لہ

”شیعہ گروہ کا عقیدہ ہے کہ ان کے اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے، اکثر اوقات تو جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر ان پر نازل ہوتے تھے اور کبھی کبھی شیعہوں کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام سے بھی عظیم اور افضل فرشتہ ان پر نازل ہوتا تھا شیعہ اکابرین نے اس سلسلے میں مستقل ابواب قائم کیے ہیں۔“
یہ عقیدہ رکھنے کے بعد نہ صرف یہ کہ شیعہوں اور دیگر منکرین ختم نبوت کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا بلکہ اس عقیدے میں شیعہ اثنا عشری اپنے ہم عقیدہ تمام

فروق پر بھی بازی لے گئے ہیں۔ شیعوں کی کتب میں ان کے محدثین و اکابرین نے بہت سی ایسی نصوص ذکر کی ہیں جن سے واضح طور پر یہ ثبوت ملتا ہے، شیعہ اپنے اماموں پر وحی نازل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں اہم ترین کتاب بصائر الدرجات ہے جو کہ محمد بن حسن الصفار کی تصنیف ہے۔ محمد بن حسن صفار شیعوں کے سب سے بڑے محدث کلینی کا استاد ہے اور قدیم ترین شیعہ محدث ہے، شیعہ مؤرخین کے مطابق یہ شخص گیارہویں امام حسن عسکری کے مقررین میں سے تھا۔

اس شیعہ محدث نے اپنی کتاب ”بصائر الدرجات البحر فی فضائل آل محمد“ میں بے شمار ایسے عنوانات قائم کیے اور ان کے تحت ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے شیعوں کے اس عقیدے کی توضیح ہوتی ہے، چنانچہ اس کتاب کا ایک عنوان ہے۔ ”الباب الخامس عشر فی الاثمة علیہم السلام ان روح القدس یتلقاهم اذا احتاجوا الیہ“^۱

• یعنی جب ان کو ضرورت محسوس ہوتی ہے تو روح القدس ان سے ملاقات کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں۔

روح القدس سے کیا مراد ہے، یہی صفار اس کی وضاحت کرتے ہوئے، لکھتا ہے، امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

”مخلق والله اعظم من جبرائیل ومیکائیل، وقد کان مع رسول الله صلی الله علیه وآله یخبره ویسده، وهو مع الاثمة یخبرهم ویسدهم“^۲

۱۔ رجال طوسی صفحہ ۳۴۶۔

۲۔ بصائر الدرجات از صفار۔ الباب الخامس عشر الجزء التاسع صفحہ ۷۱۔

۳۔ ایضاً صفحہ ۷۵۔

”روح القدس جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا فرشتہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زندگی میں یہ فرشتہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا، آپ کو غیب کی خبریں دیا کرتا اور آپ کی راہنمائی کرتا تھا، اب وہ اماموں کے ساتھ ہوتا ہے انہیں غیب کی خبریں دیتا اور ان کی راہنمائی کرتا ہے۔“

ایک اور روایت کے مطابق یہ فرشتہ جس کی قرآن و حدیث میں کوئی وضاحت نہیں ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی یا رسول اللہ پر نازل نہیں ہوا۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کے لیے مخصوص تھا۔

اس قسم کی روایات کلینی نے بھی اصول کافی میں ذکر کی ہیں۔ لکھتا ہے:

”امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا:

جب سے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل و میکائیل سے بھی بڑے روح نامی اس فرشتے کو نازل فرمایا ہے یہ آسمانوں پر نہیں گیا، پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمراہ ہوتا تھا اب یہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔“

ایک اور شیعہ محدث المحرر العالمی اپنی کتاب ”الفصول المهمة فی اصول الائمة“ میں لکھتا ہے:

ان الملائكة ينزلون ليلة القدر الى الارض ويخبرون الانبياء عليهم السلام بجميع ما يكون في تلك السنة من قضاء وقدر، وانهم يعلمون كل علما الانبياء عليهم السلام“ ۳

۱۔ بصائر الدرجات۔ الباب الثامن عشر صفحہ ۴۸۱۔

۲۔ اصول کافی۔ کتاب الحجۃ ۱/۲۷۳۔

۳۔ الفصول المهمة فی اصول الائمة باب ۹۲ صفحہ ۱۴۵۔

”لیلۃ القدر میں فرشتے زمین پہ اترتے ہیں، اماموں کے پاس جاتے ہیں اور انہیں سال بھر میں رونما ہونے والے تمام واقعات اور قضاء و قدر یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لیے جتنے بھی فیصلے کیے ہیں ان کی خبر دیتے ہیں اسی طرح بارہ اماموں کے پاس تمام انبیائے کرام کا علم ہوتا ہے۔“

جبرائیل علیہ السلام کے نزول کے متعلق محمد بن حسن صفار ”بصار الدرجات“ میں لکھتا ہے:

”علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی مرتبہ ہم کلام ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ اور علی علیہ السلام کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام واسطہ ہوتے تھے“ اے ایک اور جگہ لکھتا ہے: ایک دفعہ جبرائیل و میکائیل علی علیہ السلام پر نازل ہوئے اور ان سے گفتگو کی“ ۲

نیز: ”امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام کے پاس ایک دفعہ جبرائیل اور ملک الموت آئے، جبرائیل بڑھے آدمی کی شکل میں تھے اور میکائیل جوان اور خوبصورت آدمی کی شکل میں“ ۳

ایک دفعہ حضرت جعفر سے دریافت کیا گیا: ”اے حضرت! جب آپ کے کوئی ایسا سوال پوچھا جاتا ہے جس کا آپ کو علم نہیں ہوتا تو آپ کیا کرتے ہیں؟“ جواب میں کہا: جب کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے تو روح القدس ہماری راہنمائی کرتے ہیں“ ۴

۱۔ بصائر الدرجات۔ الباب السادس عشر صفحہ ۳۲۰

۲۔ ایضاً صفحہ ۳۲۱۔

۳۔ بصائر الدرجات۔ الجزء الخامس صفحہ ۲۵۳۔

۴۔ ایضاً الباب الخامس عشر صفحہ ۲۷۱۔

بصائر الدرجات میں شیعہ راوی بشر بن ابراہیم سے روایت ہے :
 ”ایک روز میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک
 شخص اندر داخل ہوا اور کوئی مسئلہ دریافت کیا۔

امام علیہ السلام فرمانے لگے: ماعندی فیہا شئی مجھے اس کا علم نہیں ہے۔
 وہ آدمی یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ دعوتِ واجب الطاعت ہونے کا کرتے ہیں
 مگر سوالات کا جواب دے نہیں سکتے؟

امام جعفر علیہ السلام نے فوراً دیوار کے ساتھ اپنا کان لگا لیا گویا کہ کوئی انسان
 ان سے ہم کلام ہو۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا:
 سائل کہاں ہے؟

اسے واپس بلا لیا گیا، امام علیہ السلام نے اسے اس کے سوال کا جواب دیا
 اور وہ واپس چلا گیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: لولا نفاذ لنفد ماعندنا
 ”یعنی اگر ہمارے علم میں اضافہ نہ کیا جائے تو ہمارا علم کب کا ختم ہو چکا ہوتا“
 آخر میں اصول کافی کی ایک عبارت نقل کر کے ہم اس بحث کو سمیٹتے ہیں۔
 کلینی نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا ہے:

”باب أن الامّة تدخل الملأئکة بیوتهم و تطأ بسطهم و قاتلهم بالاجابة“
 یعنی فرشتے اماموں کے گھروں میں داخل ہوتے ہیں، ان کی مسندوں پر بیٹھتے
 ہیں اور انھیں غیب کی خبریں دیتے ہیں۔

ان واضح نصوص و عبارات کے بعد کسی شیعہ کے لیے اس امر کی گنجائش نہیں رہتی
 کہ وہ اماموں پر نزولِ وحی کے عقیدے کا انکار کرے اور کہے کہ شیعہ ختم نبوت کے

منکر نہیں یا یہ کہ وہ بارہ اماموں کو بارہ نبی نہیں سمجھتے۔

خلاصہ مبحث

گذشتہ ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیعہ اثنا عشری عقیدہ امامت کے پردے میں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ امام ان کے نزدیک،

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔

۲۔ معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔

۳۔ واجب الطاعت ہوتا ہے۔

۴۔ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

شیعہ قوم یا تو ان عقائد سے توبہ کرے اور اپنے ان تمام اکابرین سے برأت کا اظہار کرے۔ جنہوں نے ان عقائد کو وضع کیا اور انہیں مسلمانوں میں رواج دیا اور یا پھر کھل کر کہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت کا کوئی تصور نہیں اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ محمد بن عسکری تھے تاکہ مسلمان امت ان کے متعلق دو ٹوک فیصلہ کر سکے۔

یہ مقالہ ان شیعہ حضرات کے لیے تمام حجت کی حیثیت رکھتا ہے جو واقعی حق کے متلاشی ہیں اور اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ چاہیں گے کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار کیے رکھیں جس کی تعلیمات واضح طور پر اسلام اور کتاب و سنت سے متصادم ہوں۔

اور جس مذہب میں ختم نبوت و رسالت کا تصور موجود نہ ہو؟

نَسْأَلُ اللّٰهَ الْهَدٰیةَ وَهُوَ الْهَادِیْ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ۔

عطاء الرحمن شاقب

۳۰ نومبر ۱۹۸۹ء

مصادر ومراجع

۱	القرآن الكريم	۱۸	مسند احمد
۲	تفسير ابن جرير الطبري	۱۹	سنن البیہقی
۳	تفسير جامع البيان القرطبي	۲۰	سنن الدارمي
۴	تفسير ابن كثير	۲۱	مسندك حاكم
۵	تفسير المدارك - الشفي	۲۲	مشکوٰۃ المصابيح
۶	تفسير لباب التاويل الخازن	۲۳	البرهان في علوم القرآن الزركشي
۷	تفسير مفاتيح الغيب الرازي	۲۴	الموافقات الشافعي
۸	الاتقان السيوطي	۲۵	الشفاء قاضي عياض
۹	تفسير الكشاف الزمخشري	۲۶	الفصل في السبل والنحل ابن حزم لطايفي
۱۰	فتح القدير الشوكاني	۲۷	الاحكام في اصول الاحكام ابن حزم لطايفي
۱۱	تفسير ابن عباس	۲۸	الاحكام الآدي
۱۲	صحیح البخاری	۲۹	التوضيح في الاصول
۱۳	صحیح مسلم	۳۰	التلويح على التوضيح
۱۴	سنن الترمذي	۳۱	المنار في الاصول
۱۵	سنن ابی داؤد	۳۲	تاريخ الملوك والامم الطبري
۱۶	سنن ابن ماجه	۳۳	مختصر التحفة الاشئ عشرية شاه
۱۷	موطأ امام مالك		عبد العزيز الدوي باختصار الشيخ الالوسي

۳۴	لسان العرب ابن منظور الغزالي	۵۴	الاعتقادات ابن بابويه القمي
۳۵	تاريخ ادبيات ايران واکثر برادن	۵۵	شرح نهج البلاغه الميثم
۳۶	المخطوط العريضة السيد محب الدين الخطيب	۵۶	شرح نهج البلاغه ابن ابی الحديد
۳۷	کتب الشيعة	۵۷	رجال کشي
۳۸	تفسير العسكري	۵۸	الفهرست النجاشي
۳۹	تفسير القمي	۵۹	فهرست الطوسي
۴۰	مجمع البيان الطبرسي	۶۰	تنقيح المقال المامقاني
۴۱	تفسير الصافي المحسن الكاشي	۶۱	مجالس المؤمنين القسري
۴۲	تفسير العياشي	۶۲	فرق الشيعة النوبختي
۴۳	تفسير التبيان الطوسي	۶۳	تاريخ "روضة الصفا" فارسي
۴۴	البرهان في تفسير القرآن	۶۴	كتاب الخراج والخراج الراوندي
۴۵	مقبول قرآن	۶۵	كشف الغمة الارديلي
۴۶	نهج البلاغه	۶۶	من لا يحضره الفقيه
۴۷	الكافي في الاصول الكليني	۶۷	الانوار النعمانية السيد الجزائري
۴۸	الكافي في الفروع الكليني	۶۸	حديقة الشيعة الارديلي
۴۹	الصافي شرح الكافي في الفارسية	۶۹	تذكرة الائمة المجلسي
۵۰	بصائر الدرجات الصغار	۷۰	حيات القلوب المجلسي
۵۱	تهذيب الاحكام الطوسي	۷۱	مجالس المؤمنين المجلسي
۵۲	كتاب الاحتجاج الطبرسي	۷۲	بحار الانوار المجلسي
۵۳	كتاب الحشال ابن بابويه القمي	۷۳	بحر الجواهر الموسوي
	جامع الاخبار ابن بابويه القمي	۷۴	الامال شيخ مفيد

۷۵	ضررۃ حیدریۃ	۸۲	استقصاء الافہام ولدر علی الہندی
۷۶	فصل الخطاب النوری الطبری	۸۳	ارشاد العوام الحسنانی
۷۷	منہج الحیۃ السید الجزائری	۸۳	اساس الاصول
۷۸	الانصاف النقی الہندی	۸۵	الاستبصار الطوسی
۷۹	عقائد الشیعۃ البرہرہدی	۸۶	مناقب آل ابی طالب للمازندرانی
۸۰	موعظۃ تحریف القرآن الحاشی الہندی	۸۷	مسائل الافہام العالی
۸۱	حدیۃ الطالبین محمد تقی الکاظمی	۸۸	مع الخطیب الصافی